قال النبي صلى الله عليه وسلم بلغوا عني ولو آية

حسب مدلول حدیث مزبور تقریر جامع ترمذی

از افاضات عالم ربانی شیخ المحدثین امام المتقین حضرت مولانا رشید احمد صاحب

گنگوہی نور اللہ ضریحہٗ مسمّٰے بہ

نفح الشذی ۱۳۲۸

فی حل مطالب

جامع الترمذی ۱۳۴۷ھ

این ریزہائے جواہر گرانمایہ ولآلی آبدار کہ طالبان

علوم نبویہ را سرمایۂ حیات ست تا ایندم بر منصۂ شہود ظہور نہ نمودہ بود دریں زمان تصحیح تام و

بسعی و اہتمام محمد عماد الدین انصاری غفر لہ الباری

صرف ٹائیٹل

[illegible]

الطبعة الاولی سنہ ۱۳۴۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ و بعثہ بشیراً ونذیراً والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ونبینا شانہ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین ھم خلاصۃ العرب العرباء وخیر الخلائق بعد الانبیاء ۔

امابعد، اذل الطلباء، خادم العلماء عماد الدین انصاری غفرلہ الباری، طلباءِ عظام اور علماءِ ذوی الاحترام کی خدمت میں یہ ہدیۂ نفیسہ پیش کرکے امید رکھتا ہے کہ اپنے استاذ الاستاذ اور شیخ الشیخ کے یہ کلمات باعثِ استفادہ ہو کر اپنی سعادت کا موجب ہونگے۔ بالخصوص وہ حضرات جنکو دارالعلوم دیوبند اور مشائخ وعلماءِ دیوبند سے کسی نوع کا ارتباط وتعلق حاصل ہے یا اس بے بضاعت و بے مایہ کے شریکِ درس رہے ہیں، اس تہیدستِ علم وعمل کیلئے دعاءِ خیر کی یاد دلانے والے ہو جائیں۔

میرے پاس یہ نایاب اور نادر تحفہ کہاں سے آیا؟ میرا حافظہ اسکے جواب سے قاصر ہے صرف صورت یہ ہوئی، اس سال جب میں نے ایام تعطیل میں اپنے کتبخانہ کو ہوا دینے اور شعاعِ شمس سے روشناس کرانے کیلئے باہر نکالا تو اس میں ایک طویل وعریض لفافہ محفوظ ملا، جسپر سالہا سال سے میری نظر نہ پڑی تھی۔ قدرت کو اس سال کچھ اور ہی منظور تھا میں نے کھولکر دیکھا تو ایک قلمی تحریر حدیث کے متعلق ہے۔ ابتدا کے مطالعہ سے معلوم ہوگیا کہ جامع ترمذی کی احادیث کے متعلق جامع تحقیقات ہیں، جسوقت آخر صفحہ کو دیکھا تو لکھا ہوا پایا ۔

"تم تقریر الترمذی الذی نقلہ مولانا المولوی فتح محمد التھانوی من المولوی

نور محمد الفنجابی وقت التدریس فی خدمۃ مولانا رشید احمد صاحب سلمہ اللہ الصمد الگنگوھی تاسع ذی القعدۃ ۱۳۰۹؁ھ یوم السبت بید احقر العباد سید احمد غفر اللہ الاحد الصمد تاندوی سکونتاً فیض ابادی ضلعاً، دیوبندی طلباً للعلم فی الرابع من الربیع الاول ۱۳۱۳؁ھ یوم الاثنین ساعۃ احدی عشرۃ من اللیل ،،

اسوقت کی مسرت کے اظہار سے زبان وقلم قاصر ہیں قلبی کیفیت کے اظہار کی یارائی نہیں۔ ادھر انبساط وسرور سے مغلوب، ادھر اپنی غفلت پر مغموم، فوراً دل نے آمادہ کردیا کہ اسکو شائقین علوم نبویہ اور متوسلین عتبۂ عالیہ تک پہنچانیکی جلد از جلد سعی کیجائے۔ تاکہ بلّغوا عنّی الخ کی تعمیل اور کتمان کی وعید سے نجات حاصل ہو۔

لیکن افسوس اسکا تھا کہ جب ذرائع پر قدرت تھی اور ہر چھوٹی بڑی کتاب کی اشاعت آسان تھی یعنی مطبع قاسمی دیوبند کی زمام نظام میرے ہاتھ میں تھی تو کبھی میری نظر اس سے روشناس نہوئی۔ اور جبکہ اس شعبہ سے بے تعلقی ہوئی اور دائرۂ شرعیات کی کتابت اور تدریس کا تعلق صوبہ پنجاب کے شہر جالندھر میں رب منان کیطرف سے عطا فرمایا گیا تو اسکے انصرام میں طبیعت کو اک گونہ فکر تھا۔ لیکن ہمت کرکے ترتیب ومقابلہ اور صحت ومطالعہ، کامل غور سے شروع کردیا۔

حضرۃ الحاج مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی متع اللہ المستفیدین بطول بقائہ سے جب تذکرہ کرنیکی نوبت آئی تو بعد اظہار مسرت کے بعد فرمایا "مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ تقریر تیرے پاس کیونکر پہنچی۔ حضرت استاذ شیخ الہند نور اللہ ضریحہ نے ایک مرتبہ ترمذی شریف کا تحشیہ کرنیکا قصد فرمایا تھا، اس مقصد کیلئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریریں بھی جمع فرمائی تھیں، ان سب تقریروں میں یہ تقریر جو مولانا سید احمد صاحب مہاجر مدنی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی موجود تھی۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسکو تمام پر ترجیح دیتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ استاذی مولانا محمد لیسین صاحب شیرکوٹی بقید حیات تھے۔ اور دار العلوم دیوبند میں مدرس تھے۔ یہ تقریر انکے پاس رہ گئی اور وہاں سے

تیرے پاس پہنچگئی ۔۔ مولانا کے اس بیان نے میرے قلب میں اطمینان پیدا کردیا، اور سمجھ میں آگیا کہ اسیطرح ہوا ہوگا۔

حضرت مولانا سید احمد صاحب مدظلہ۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدرس اول دارالعلوم دیوبند کے بڑے بھائی ہیں۔ اور آج مدینہ طیبہ میں درس دیتے ہیں، ان ہی کے دست مبارک کا یہ مسودہ ہے جو مجھکو دستیاب ہوا ہے۔

اصل مسودہ میں میں نے کیا کیا؟

(۱) جہاں صرف حدیث کا جزو لکھکر۔ حضرۃ الشیخ رح کی تقریر نقل کیگئی تھی میں نے اُس باب کا حوالہ دیدیا جسمیں وہ حدیث موجود ہے۔ تاکہ اصل حدیث نکالنی سہل ہوجاوے۔

(۲) باب کے ابتدا میں صفحے کا ہندسہ بھی متذکرہ تسہیل کیلئے اضافہ کردیا۔

(۳) بہت سی جگہ اصل مسودہ میں صفحہ کا ہندسہ موجود تہا لیکن جب میں اپنی ترمذی مجتبائی سے مطابقت کرتا تو پتہ نہ چلتا تہا۔ (معلوم ہوتا تہا کہ ضبط تقریر کے وقت ترمذی مطبوعہ مولانا احمد علی صاحب پیش نظر تھی۔ اور آج وہ نایاب ہے) اسلیئے میں نے مطبوعہ مجتبائی کے صفحات لکھدئے کہ آجکل یہی یا اس جیسے صفحات کی ترمذی مستعمل ہے۔

(۴) تقریر میں بعض جگہ الفاظ کی غلطی ظاہر کیگئی تھی اور صحیح لفظ بتلایا گیا تہا۔ میں نے جب ترمذی مجتبائی میں دیکھا تو صحیح لفظ پایا۔ اسلیئے اس جگہ کو چھوڑدیا۔

(۵) تسہیل کی غرض سے فہرست ابواب کا اضافہ آخر کتاب میں کردیا۔

اسکے سوا باستثناء اغلاط کتابت، عبارت کی تہذیب و آراستگی میں مطلق دخل نہیں دیا کہ اس میں اصل مدعا کے فوت ہونیکا اندیشہ تھا، اور موجودہ حالت میں بہت سے الفاظ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے اداشدہ ہونگے۔

یہ امر بھی واضح و ظاہر ہے کہ کسی شاگرد کا اپنے شیخ کے مضامین کو ضبط کرنا روایت بالمعنے ہوگا۔ اور بہت ممکن ہے الفاظ کی قبا معانی کی قامت پر جیسی چاہیئے چست ثابت نہو۔ بالخصوص جبکہ اختلاف ملک و لسان کی خلیج بھی حائل ہو۔

نیز طالب علم گو کیسا ہی مستعد ہو، درس کے وقت ضبط تقریر استاذ سے اسکی غرض

استفادہ طالب ہوتا ہے اور اپنی بساط کی بموجب ضبطِ الفاظ میں بھی کوتاہی نہیں کرتا۔ تاہم اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ جس طرح ایک مصنف تذہیب و تہذیب الفاظ کی رعایت کرتا ہے طالب علم نہ کریگا کہ اسکے اور اسکے مقاصد میں تفاوت ہے۔

امامِ ربانیؒ کے درسِ حدیث کی خصوصیات

آپ کے درسِ حدیث کی خصوصیات کا احصاء و احاطہ تو دشوار ہے، خصوصاً مجھ جیسے کیلئے جسکو چمنستان درس حدیث امام ربانی کی عطر بیز مہک سے کوئی حصہ حاصل نہوا ہو۔ ہاں کچھ بیان کر سکتے ہیں تو وہ خوش نصیب حضرات جنکو اس حدیقہ کے غنچوں کی مہک نے سرمست اور اس مائدہ کے ذائقوں نے پُرحلاوت بنادیا ہو۔ اپنے لئے تو یہی سعادت کچھ کم نہیں کہ اس دربار کی وہ آخری شعاعیں جو ظلمتکدۂ ہند کو منور اور تاریک و زنگ آلود قلوب کو مصقل بنا رہی تھیں۔ چند بار حاضر ہوکر آنکھوں کو ٹھنڈا اور دلکو اسکی حلاوت سے مسرور کیا ہے۔ یا جبکہ طریقت و معرفت کا آفتاب عالمتاب اپنی آخری کرنیں ڈالتا ہوا ہمیشہ کیلئے اہل سلوک کے قلوب کو مغموم اور بے حس و حرکت بنا کر دوسرے عالم کے انتظام کیلئے پیش خیمہ بنا ہو۔

تاہم بعض خصوصیاتِ درس جو معلوم ہیں عرض کرتا ہوں۔ ممکن ہے ہمارے طلبائے حدیث کے لئے باعث استفادہ ہو۔

(۱) امام ربانی قدس اللہ سرہ کے درس حدیث میں یہ خاص صفت تھی کہ طلبہ میں عمل کا شوق پیدا ہو جاتا تھا اور قلب میں اطمینان اور سکینہ جگہ پکڑ لیتا تھا۔

(۲) یوں تو آپ ہر وقت ہی با وضو رہتے مگر درس کے وقت خصوصیت کے ساتھ اسکا اہتمام فرماتے کہ ابتدا سے انتہا تک ایک حرف بھی بلا وضو نہو۔ طلبہ کو بھی با وضو رہنے کی تاکید فرماتے۔

(۳) ہمیشہ خندہ پیشانی اور شگفتہ رہتے۔ اور دورانِ درس میں رفع تکان کیلئے

گاہ بگاہ لطائف بھی بیان فرماجاتے۔ جس سے طلبہ تازہ دم ہو جاتے۔

(۴) طلبہ کے سوال پر گو کیسا ہی ہو چین بجبیں نہوتے۔

(۵) آپکی تقریر میں طلبہ کو محویت ہوتی تہی اور دل یہی چاہتا تہا کہ سلسلۂ تقریر ختم نہو۔

(۶) تقریر سلیس اور عام فہم ہوتی تھی جسکو عامی بھی سمجھہ جاتے تھے۔

(۷) اسناد حدیث کے متعلق پوری تحقیق ہوتی تھی۔

(۸) اختلاف احادیث اور تعارض کے متعلق مختصر مگر جامع تطبیق ہوتی تھی۔

(۹) آپکی بلیغ تقریر کے بعد حواشی بیکار اور طویل شروح کا لب لباب سامنے ہو جاتا تھا۔

(۱۰) ترمذی شریف کے درس میں ترجمہ حدیث اور معنے مطابقی سلیس عام فہم الفاظ میں بیان فرماتے تھے۔

(۱۱) بقدر ضرورت أسماء الرجال ذکر فرماتے۔ رواۃ کی توثیق وتضعیف اور اسنادمیں ضروری جرح وتعدیل فرماتے

(۱۲) حدیث کی باب سے مناسبت، اور سیاق وسباق کا ربط بیان فرماتے۔

(۱۳) ہمیشہ طلباء کی استعداد کے مطابق کلام فرماتے۔

(۱۴) حدیث سے مسائل کا استنباط واستخراج فرماتے، اور دیگر مذاہب کی تقریر فرماکر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی ترجیح بیان فرماتے۔ اور فرماتے مجھے حنفی مذہب سے خاص محبت اور اسکی حقانیت پر کلی اطمینان ہے۔

(۱۵) آپکو نفس تقلید میں بھی تعصب کا بڑھنا پسند نہ تہا۔

(۱۶) طلبہ کے عقائد واعمال کی درستی یوں تو ہر وقت ہی ملحوظ تھی۔ لیکن درس کے وقت آپکی توجہ اسطرف بہت ہی بڑھ جاتی، شرک وبدعت کا جا بجا قلع قمع فرماتے۔ اور توحید واتباع سنت کی موقع بموقع ترغیب دیتے۔

(۱۷) آپ روحانی فیضان اور قلبی توجہ سے تاریک قلوب کی ظلمت دور فرماتے۔ اور زنگ آلوود لوں کی صیقل کرتے۔ بعض اوقات جماعت کی جماعت اور حلقہ کا حلقہ محو حیرت ہو جاتا۔ اور تمام کے تمام آسمانی سکینہ محسوس کرتے۔

علوم شرعیہ کے ضمن میں سلوک وطریقت کا شوق دلاتے تھے۔

(۱۸) علوم شرعیہ کے ضمن میں سلوک وطریقت کا شوق دلاتے تھے۔

(۱۹) آپکی نظر طلبہ کی نشست و برخاست، حرکات و سکنات، رفتار و گفتار، چال ڈھال، وضع و قطع اور ہر ظاہری حال پر برابر قائم رہتی تھی کہ کوئی طرز خلاف شرع تو نہیں۔ اگر کسیکو اپنے پڑھے ہوئے علم پر عمل کا شائق نہ دیکھتے تو اسکی اصلاح کا زبان اور دل سے خیال فرماتے۔ اشارہ اور تصریح سے، ترغیب و ترہیب سے، نرمی اور سختی سے جبتک متبع شرع نہ ہو جاتا آپکو بے چینی رہتی۔

(۲۰) جن طلبہ میں اہلیت وصلاحیت نہ پاتے، لطائف الحیل سے ٹالدیتے۔ اور جن مہمانان رسول اکرمؐ میں طلب صادق، اہلیت وسعادتمندی پاتے تو انکو اپنا عزیز و اولاد سمجھکر برتاؤ فرماتے۔

(۲۱) طلبہ کی مدارات اور تعظیم وتکریم فرماتے انکی ہر قسم کی خبرگیری کرتے حاجات کا انتظام فرماتے۔ فکر و غم کی حالت میں صبر و تسلی دیتے۔

سلسلۂ سند

اس احقر اور جمیع ان مخلص احباب کو جو ازہر الہند دیو بند میں میرے شریک درس رہے ہیں، حضرت شیخ العرب والعجم استاذ العلم والعلماء شیخی واستاذی ملاذی وملجائی محمود العصر فرید الدہر شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ سے قراءت وسماعت و اجازت حاصل ہے۔ اور حضرت الشیخ رہ کو قاسم العلوم والخیرات امام المتکلمین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت قطب العالم امام ربانی مرشدنا ومولٰنا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری اور مولٰنا محمد مظہر صاحب نانوتوی اور مولٰنا عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین رحمۃً واسعۃً کاملۃً الی یوم الدین، سے اجازت حاصل ہے وهٰکذا صورته

قد حصل لی الاجازۃ والقراءۃ والسماعۃ من وحید العصر فرید الدهر المشتهر فی الآفاق بشیخ الهند شیخی واستاذی ومولائی محمود حسن الدیوبندی نور الله ضریحه

انا الشیخ قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم النانوتوی انا الشیخ الشاہ عبد الغنی
الدھلوی انا الشیخ المشتھر فی الآفاق الشاہ محمد اسحاق الدھلوی وقال حصل لی
الاجازۃ من مرشدنا مولانا رشید احمد الگنگوھی انا الشیخ الشاہ عبد الغنی الدھلوی
انا الشیخ المشتھر فی الآفاق الشاہ محمد اسحاق وایضاً قال حصل لی الاجازۃ من
مولانا احمد علی السہارنپوری ومولانا محمد مظہر النانوتوی ومولانا عبد الرحمن
الپانی پتی وقال مولانا احمد علی ومن بعدہ اخبرنا الشیخ المشتھر فی الآفاق الشاہ
محمد اسحاق (ہذہ قطعۃ واحدۃ غیر مکررۃ) قال حصل لی الاجازۃ والقراءۃ و
السماعۃ من الشیخ الاجل والحبر الابجل الذی فاق بین الاقران بالتمییز اعنی
الشیخ عبد العزیز وحصل لہ الاجازۃ والقراءۃ والسماعۃ من والدہ الشیخ
ولی اللہ بن الشیخ عبد الرحیم الدھلوی وقال الشیخ ولی اللہ اخبرنا بہ الشیخ
ابو الطاہر المدنی عن ابیہ الشیخ ابراھیم الکردی عن الشیخ المزاحی عن الشہاب احمد
السبکی عن الشیخ النجم الغیطی عن الزین زکریا عن العز عبد الرحیم
عن الشیخ عمر المراغی عن الفخر بن البخاری عن عمر بن طبرزد البغدادی
وھذا الجزء الثانی من السند مذکور فی الجامع الترمذی قبل التسمیۃ ۔
والجزء الثالث من البغدادی الی ابی عیسی الترمذی فھو موجود بعد التسمیۃ
وتکفل المصنف من نفسہ الی صاحب الحدیث صلوۃ اللہ وسلامہ علیہما،

فائدۃ فی القراءۃ والسماعۃ والاجازۃ، قال فی العرف الشذی **اعلم**
ان القراءۃ علی قسمین احدھما ان تقرأ علی الشیخ وھو یسمع وثانیھما ان یقرء غیرک
علی الشیخ وانت تسمع ویقال فی الثانی قرءۃ علیہ وانا اسمع والسماعۃ ایضاً علی
قسمین السماعۃ علی الشیخ وھی ان یقرأ التلمیذ ویسمع الشیخ ویعبر عنہا باخبرنا
فلان الخ والسماعۃ من الشیخ وھی ان یقرأ الشیخ ویسمع التلمیذ ویعبر عنہا
بحدثنا فلان الخ واما الاجازۃ فی ھذا الزمان ان یقرأ التلمیذ علی شیخہ کتاباً
کاملۃً ثم بعد الختم یطلب الاجازۃ بکتابۃ السند المتعارف فیما بیننا او غیرہ

واما فی المتقدمین فکانت بان یکتب التلمیذ الاحادیث ویعرضها بحضرة شیخه او یعرضها بحضرته بدون الکتابة فیجیزه الشیخ بالکتابة او غیرها واما التحدیث والاخبار فلیس بینهما فرق لغة وفرق المحدثون بینهما کما حررنا وقیل ان الراوی مخیر بین التعبیر بحدثنا موضع اخبرنا وبالعکس لانه اذا قرأ علی الشیخ واجازه به کان کانه اخبره به کما اذا سمعت واقعة وعرضتها علی احد فاخبرك بها ایضاً حتی وثقت بها تقول بعد ذلك اخبرنی بها فلان فهذا هو الوجه لمن خیر بینهما وقیل انه لیس بمخیر بل یستعمل کل واحد منهما فی موضعه مع تسلیم الطائفتین للتساوی فی القبول والقوة وقال مسلم صاحب الصحیح ومن تبعه ان التحدیث اقوی من الاخبار وقال مالك بن انس بالعکس ویقولان بقبولهما فی التمسك والاحتجاج والفرق فی المراتب +

آخر میں اسقدر عرض ہے کہ اپنی طرف سے صحت ومقابلہ اور تصحیح وترتیب میں پوری جد وجہد کیگئی ہے، بربنائے بشریت اگر پھر بھی کمی ہوگئی ہو تو عرض ہے۔

وَاِذَا رَأَیْتَ اِثْمًا کُنْ سَاتِرًا وَرَحِیْمًا

اور عرض ہے کہ اس خادم کو دعاءِ خیر میں فراموش نہ فرمائینگے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰة والسلام علی خیر خلقه سیدنا ونبینا محمد واٰله وصحبه اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابواب الطہارۃ

صفحہ۱۷ **باب** التیمم للجنب اذا لم یجد الماء **قولہ** ویروی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ باوجود فقاہت اور شہرت احادیث تیمم کے اسلئے تیمم کا فتویٰ نہیں دیتے تھے کہ لوگ بسبب ادنےٰ سستی کے ادنیٰ عذر پر تیمم کرنا شروع نہ کردیں چنانچہ جب ابوموسیٰ اشعری نے اسی امر میں ان سے مباحثہ کیا تو حضرت ابن مسعود نے اپنا یہی عذر پیش کیا۔ معلوم ہوا کہ بعضے امور پر باوجود جواز کے مصلحتاً فتوے نہ دینا چاہیئے، یہ درحقیقت کوئی اختلاف نہ تھا۔

صفحہ۱۸ **باب** فی المستحاضۃ **قولہ** قال لا انما ذلك عرق، یعنی یہ خون رگ سے ہے۔ بالوضوء سے معلوم ہوا کہ خون کا نکلنا ناقض وضوء ہے۔ اسلئے کہ اول استحاضہ کو رگوں کا خون فرمایا اور حکم وضوء کا دیا۔ رگ رگ سب برابر ہیں۔ معلوم ہوا کہ خون سب رگوں کا نجس ہے۔ اور خروج نجاست باعث وضوء ہے کما ھو مذھبنا الحنفیۃ

باب ماجاء ان المستحاضۃ تتوضأ لکل صلوٰۃ **قولہ** قال ابو عیسیٰ الخ امام احمد صاحب نے اسے احادیث تفصیل مذکورہ سے جمع کرلیا ہے مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ تفصیل نہیں ہے بلکہ غسل اور غسلین کا حکم صرف بطور معالجہ اور احتیاط اور احوط کے تھا۔ اب وضوء لکل صلوٰۃ ہر مستحاضہ پر ہے اور علیٰ ہذا یہ علاج بھی عام ہے۔

صفحہ۱۹ **باب** فی الجنب والحائض **قولہ** وقال حدیث اسماعیل بن عیاش

من اھل الشام اس سے غرض تقویت اس حدیث کی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تضعیف کی تھی کہ اسمٰعیل بن عیاش سے روایات اہل حجاز و اہل عراق کی منکر ہوتی ہیں۔ امام ترمذی نے کہا کہ اول تو یہ حدیث روایت اہل شام سے ہے اور دوسرے یہ کہ یہ بقیہ (نام راوی) سے اصلح ہے۔ جیسے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کیونکہ وہ باوجود روایت عن الثقات منکر احادیث نقل کرتا ہے۔ جب تمہارے نزدیک وہ مقبول ہے تو یہ بطریق اولیٰ مقبول ہونا چاہیے۔

صفحہ ۲۰ **باب** ماجاء فی الوضوء من الموطی **قولہ** یطہرہ ما بعدہ سائلہ یہ خیال کرتی تھی کہ راستہ میں گوبر وغیرہ نجاست خشک لگنے سے کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے، آنحضرت صلعم نے جواب فرمایا کہ مابعد میں رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر عاقل بیقین جانتا ہے کہ نجاست تر زمین پر رگڑنے سے دور نہیں ہوتی بلکہ اور پھیلتی ہے۔ پھر یہ کیونکر فرمان آنحضرت صلعم سے صادر ہو سکتا ہے۔ اور دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بارش وغیرہ سے نجاست علیٰ راستے میں آجاتی ہے اور میرے کپڑوں میں لگ جاتی ہے۔ اسی سے یہ وہم جاتا ہے کہ سوال نجاست تر میں تھا۔ اسکی تاویل بھی یہی ہے کہ نجاست راستے کے گوشوں میں ہوتی تھی اور بارش وغیرہ میں گھل کر بیچ میں اگر خشک ہو جاتی تھی تو زن سائلہ کو یہ وہم ہوا کہ شاید کپڑا ناپاک ہو جاتا ہوگا آنحضرت صلعم نے یہ جواب فرمایا۔ اگر یہ تاویل نہ کیجائے تو ضرور یہ کہنا پڑے گا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اسلئے کہ ظاہر نصوص قرآنیہ اور عقل سلیم کے مخالف ہے۔

صفحہ ۲۱ **باب** التیمم حضرت ابن عباس کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم کف اور وجہ پر فرض ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اصل لغت میں ید بغل تک ہاتھ کو کہتے ہیں۔ قطع میں کف تک ید مقرر ہونا اسلئے ہے کہ یہ محل خطر ہے۔ اور درء یعنی دفع کرنا حدود میں حتی الامکان چاہیے اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے کف تک ید لیا گیا۔ بخلاف تیمم کے اسمیں مرافق تک بھی ثابت ہے۔ اور ید کا اطلاق مرافق تک لغۃً وعقلاً ہر دو طور پر ہے اسمیں احتیاط یہی ہے کہ مرافق تک لیا جائے۔ باقی الی الآباط تک ... کا قول ضعیف ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ تیمم وضو کا خلیفہ ہے اور نائب کا حکم

وہی ہوتا ہے جوکہ اصل کا حکم ہے۔ اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ وضوء کی حد مرفق تک ہے ایسے ہی تیمم میں ہونا چاہیے۔

ابوابُ الصَّلٰوۃ

صفہ ۲۱ **باب** مَاجَاءَ فی مواقیت الصلوٰۃ **قوله** فقال یا محمد هذا وقت الانبیاء من قبلك الخ اس مقام پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کو پانچ وقت کی نماز کی تعلیم کی۔ اور یہ ارشاد کیا کہ یہ وقت پہلے انبیاء کا ہے باوجودیکہ نماز عشا کسی نبی کی امت پر فرض نہ تھی اسکا جواب دو طرح ہوسکتا ہے۔ اوّل یہ کہ پہلے انبیاء پر چار وقت کی نماز فرض تھی اور یہ قول جبرئیل علیہ السلام کا باعتبار اکثر اوقات کے ہے وللاکثر حکم الکل یا یہ کہ ان میں سے جو وقت انبیاء کے تھے وہ آپ کے ساتھ مشترک تھے۔ دوسرے یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یوں فرمایا ”هذا وقت الانبیاء من قبلك“ اور نماز عشا پہلے انبیاء پر فرض تھی اور خاصہ تھا۔ امت پر صرف چار ہی فرض تھیں۔

صفہ ۲۲ **باب** ماجاء فی تعجیل الظهر **قوله** وقد تكلم شعبة فی حكیم یعنی شعبہ نے حکیم بن جبیر میں کلام کیا ہے بسبب اس حدیث کے جوکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی تھی من سأل الناس وله مایغنیه شعبہ نے گویا کہ حکیم بن جبیر کی تضعیف کی وجہ اسکی یہ ہے کہ شعبہ کے مزاج میں تشدید تھی ادنی بات پر راوی کو ترک کردیتے تھے۔ اس حدیث حکیم بن جبیر نے غنا کے یہ معنی بیان کئے ہیں، کہ جسکے پاس پچاس درہم ہوں ایک وقت کا کھانا ہو۔ اور یہ ثقات کے خلاف ہے کیونکہ ثقات جو نقل کرتے ہیں اس میں غنا کے معنے ہیں کہ ”جسکے پاس پچاس درہم ہوں“ تو گویا منکر الحدیث ہوگئے۔

صفہ ۲۲ **باب** ماجاء فی التغلیس **قوله** مایعرفن من الغلس اگر کوئی متوہم یہ وہم کرے کہ ایسا وقت جسمیں واقف اور دوست ملاقاتی نزدیک سے نہ پہچانا جائے

غلس کیا تمام رات میں ایسا وقت نہیں نکلتا اور بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ ہم اپنی واقف عورتوں کو نہیں جان سکتے تھے پس اس حدیث کے کیا معنے ہوئے جواب اسکا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں عورتیں مردوں سے پہلے چلی جاتی تھیں۔ چنانچہ بعض روایات میں منصوص ہے۔ اور مسجد نبوی اسوقت میں سات درجہ چھپی ہوئی تھی فجر کے وقت ایسی تاریکی موجود رہتی تھی کہ جسمیں پاس والا آدمی معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور اس سے امام شافعی صاحب کے استدلال کا جواب مستفاد ہوا کہ درحقیقت اسفار تھا مگر بسبب زیادہ درجوں کے نور کا اثر اندر نہیں جاتا تھا تو یہ غلس اسفار کے منافی نہیں ہوا

صفحہ ۲۲ **باب** ما جاء فی الوقت الاول من الفضل **قوله** ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ لوقتہا الاخر مرتین حتی قبضہ اللہ۔ اگر یہ کہا جاوے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے کبھی دو دفعہ نماز آخر وقت میں نہیں پڑھی اور یہ امر ثابت ہے کہ حضرت نے دو دفعہ نماز اخیر وقت میں پڑھی ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دوسری دفعہ جب ایک شخص کو تعلیم دیتے تھے۔ فجاء المنافاۃ۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اپنے اختیار سے دو دفعہ نہیں پڑھی، ایکدفعہ جبرئیل علیہ السلام نے پڑھائی وہ اختیاری نہ تھی اور دوسری تعلیم کیواسطے۔ یہ بھی اختیاری نہ تھی کیونکہ تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی۔

صفحہ ۲۲ **باب** ما جاء فی النوم عن الصلوۃ **قوله** وقال بعضهم لا یصلی حتی تطلع الشمس۔ ہمارے امام صاحب کا یہی مذہب ہے۔ اور امام شافعی وغیرہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ فلیصلہا اذا ذکرہا۔ یہ عام ہے اس سے معلوم ہوتا ہے جونسا وقت ہو اسمیں نماز پڑھ لیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ جیسے یہ عام ہے ایسے ہی نہی بھی عام ہے۔ اور ظاہر اسکے معنی یہ ہیں کہ جب بیدار ہو فی الفور پڑھے خواہ وضوء بھی ہو یا نہ ہو۔ تو ضرور یہ کہا جاوے گا۔ الشیئ اذا ثبت ثبت بجمیع لوازمہ۔ اجازت نماز کی مشتمل ہے وضوء وغیرہ شرائط پر ویسے ہی ہم کہینگے کہ منجملہ ان کے رفع موانع بھی ہے یہ قید بھی ملحوظ ہونی چاہئے بغیر الاوقات المنہیۃ عنہا اور علاوہ اسکے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دفعہ یہ موقع پیش ہوا۔ معہذا عند الطلوع نماز کو نہیں پڑھا۔ پس نہی کی حدیث اپنے عموم پر رکھنی چاہیئے۔ اور اسکو خاص کرنا چاہیئے بغیر الاوقات المنہیۃ المکروہۃ کے ساتھہ۔

صفحہ ۲۵ **باب** ماجاء فی الرجل تفوتہ الصلوٰۃ امام صاحب کے نزدیک پانچ تک ترتیب درمیان فوات اور ادائے واجب ہے۔ اور جب چھ ہو جاویں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ صرف فوات میں باہم ترتیب ضرور ہے ادا کے ساتھہ ضروری نہیں۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ جب قضا نمازیں کثیر ہو جاتی ہیں اسوقت انمیں ترتیب ملحوظ کرینمیں ادا کی فوت کا خوف ہوتا ہے اسلئے ادا کے ساتھ ترتیب ضروری نہیں۔ باقی رہا کہ چھ کثیر کیونکر ہو جاتی ہیں؟ یہ صحابہ کے قول سے معلوم ہوا۔ کہ جب شئی مکرر ہو جاتی ہے اسوقت اسکو کثیر کہا جاتا ہے۔

باب ماجاء فی الصلوٰۃ الوسطیٰ اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس نماز کیواسطے فرمایا ہے وہ واقع میں ایک ہے۔ اور حدیث میں اکثر عصر کے واسطے مقرر کیا ہے۔ اور بعض روایات اور نمازوں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ ہر ایک نماز بعض اعتبار سے وسطی ہو سکتی ہے۔ گو فی علم اللہ ایک ہے۔ ان اختلاف روایات میں یہ حکمت ملحوظ ہو گئی کہ امتی لوگ ہر ایک نماز کی حفاظت کریں۔

باب ماجاء فی کراہیۃ الصلوٰۃ بعد العصر و بعد الفجر **قولہ** قال شعبۃ لم یسمع قتادۃ عن ابی العالیۃ الا ثلثۃ اشیاء۔ اس قول سے حدیث ہذا کی توثیق منظور ہے۔ کیونکہ وہم تہا کہ شعبہ نے قتادہ سے روایت نہیں کی۔ قال لا ینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کل انبیاء سے افضل ہونا محقق ہے۔ پس اس قول کے کیا معنی ہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص اپنی نسبت یہ نہ کہے کہ میں یونس سے بہتر ہوں۔ یا یوں کہا جاوے کہ کوئی شخص بغیر توقیف مجھکو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دے۔ یا یوں کہا جاوے کہ میری افضلیت اسطرح

پر بیان نہ کرے، کہ جسمیں انکی تحقیر نکلے **قوله** قال ابوعیسی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ الخ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے حدیث نہی عن الصلوٰۃ بعد العصر کی منقول تھی اور معہذا حضرت صلعم نے بعد عصر کے دو رکعت نماز پڑھی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسکی تاویل کی، کہ بحرین سے جزیہ کا مال آیا تہا اور انصار لوگ اسوقت بہت محتاج تھے۔ یہ سنکر اپنے حصے کیواسطے چلے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ظہر کی چہوڑکر مال تقسیم کرنا شروع کیا۔ حتی کہ وقت گذر گیا۔ پھر عصر کے بعد ان دو رکعتوں کو پڑھا اور اعادہ نہ کیا باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قضا، نوافل بھی ضروری تھی۔ معلوم ہوا کہ قضاء جائز ہے۔ کما ہو المشہور، باقی رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو فرماتی ہیں، کہ حضرت جب میرے گھر میں تشریف فرماہوتے تھے دو رکعت بعد عصر کے پڑھتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز عصر کے نفل جائز ہے، جواب اسکا یہ ہے کہ جب صحابہؓ نے اس روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا تو کوئی آدمی انکی خدمتمیں بغرض تحقیق بھیجا۔ درجواب ان کے فرمایا کہ مجھے تحقیق نہیں ام سلمہ سے دریافت کرو۔ جب ان سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے سوا ایک بار کے کبھی نہیں دیکھا، حضرت عائشہؓ کی دو روایت خود متعارض ہیں۔ اذا تعارضا تساقطا وبقی النھی علی حالہ۔ یا یوں کہا جائے کہ حضرت عائشہؓ سے سہو ہوا۔ یا یوں کہا جائے کہ حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کو ظن غالب تہا کہ حضرت جس فعل کو شروع کرتے ہیں ہمیشہ اسکو کیا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ پڑھتے دیکھکر اپنے ظن سے دوام کا حکم لگادیا۔ یا یوں کہا جاوے کہ یہ خاص حضرت کا تہا اسلئے عوام کو منع کیا اور خود پوشیدہ گھر میں پڑھتے ہوں۔ فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال، اور باقی ائمہ کے نزدیک مکہ معظمہ مستثنیٰ ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

صفحہ ۲۶ **باب** ماجاء فی الصلوٰۃ بعد العصر، اور حضرت حسن کی روایت سمرہ سے۔ اسمیں یہ احتمال تہا کہ منقطع ہو۔ اسلئے کہ یہ سب روایات کو معنعن بیان کرتے

ہیں۔ اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی راوی معنعن بیان کرے اور کہیں سمعت اور اخبرنی اور حدثنی نہ کہے وہ منقطع ہوتی ہے۔ اور اگر کہیں سماع ثابت ہوجاوے تو سب روایات متصل ہوجاتی ہیں۔ اسلئے ترمذی نے ان اقوال سے حضرت حسن کا سماع حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت کیا۔

باب ماجاء فیمن ادرک رکعۃ من العصر الخ اس سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ جس نے ایک رکعت نماز پائی گویا اسکو تمام عصر مل گئی۔ مگر ادراک کلی مشکک ہے۔ ادراک یوں بھی ہوسکتا ہے کہ ثواب ملجائے۔ کیونکہ محاورت کی ہے۔ اور یوں بھی ہوسکتا ہے کہ عصر کا وقت گویا اسکو ملگیا۔ اسلئے امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ جب وقت مکروہ آگیا اسوقت انقص اور ناقص سب برابر ہیں۔ جیسے شرع میں اعدل اور عادل برابر ہیں۔ پس اگر باقی غیر وقت میں پڑھے گا غایت مافی الباب انقص ہوگی اور ناقص وقت میں شروع کی تھی اگر انقص ادا ہوئی کچھ حرج نہیں اسلئے اسکو تمام کر اور احتیاطاً پھر تکمیل کرلے۔ بخلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہے۔ اگر طلوع ہوگا تو گویا کامل کو ناقص میں ڈالا اور ناقص اور کامل میں فرق ہے۔

باب ماجاء فی الجمع بین الصلوتین بغیر عذر، قولہ حدثنا ھناد الخ یہ حدیث اُن احادیث ثلثہ میں سے ہے جو کہ اس کتاب میں غیر معمول بہا ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جمع بین الصلوتین،، اور وہ دو تین طرح پر ہوسکتا ہے۔ ظہر اور عصر ظہر کے وقت میں ہوں یا دونوں عصر کے وقت میں۔ یا صورتاً جمع ہو۔ یعنی ظہر اپنے اخیر وقت میں ہو اور عصر اپنے اول وقت میں ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول،، اراد ان لاتحرج امتہ،، بھی اس امر پر قرینہ قویہ نہیں ہوسکتا کہ جمع حقیقی مراد ہے۔ اسلئے کہ جمع صوری میں بھی رفع حرج ہے۔ کیونکہ اگر دو دفعہ نماز کا اہتمام کیا جاوے تو زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ ایک دفعہ صورتاً جمع کرلیا جاوے۔ چنانچہ ہمارے امام صاحب نے اسی پر حمل کیا۔ یہ کہ یہ فعل آنحضرت صلعم کا بیان جواز کے لئے تھا۔ اور دوسرے یہ کہ خود ابن عباس

سے اسکے خلاف حدیث بھی منقول ہے۔ حدثنا ابو سلمۃ یحیی بن خلف الخ ہر چند وہ
حدیث ضعیف ہے مگر معارضہ کا شائبہ موجود ہے اور یہ آیت ” ان الصلوۃ کانت
علی المومنین کتابا موقوتا “ تو اس امر پر نص ہے کہ کوئی نماز وقت سے پس و پیش
جائز نہیں ہوتی۔ قطع نظر آیت سے۔ یہ دوسری حدیث ہر چند ضعیف ہے مگر معمول بہ
ہونے سے قوی ہو کر معارضہ کر سکتی ہے کما فی اصول الحدیث۔ اور تیسرے یہ کہ جمع
صوری کی تاویل کی حدیث جب شعثاء شاگرد ابن عباس کے سامنے پیش ہوئی
تو انہوں نے فرمایا کہ ” اظنہ “ معلوم ہوا کہ پہلے لوگ اسکی تاویل کرتے چلے آئے
ہیں۔ اور چوتھے یہ کہ اگر بالفرض جمع حقیقی بھی اس سے مستفاد ہو تو لطور جواز کے ہوگی
ارجح اور اولیٰ بہر حال عدم جمع ہے۔ پس احتیاط یہی تقاضہ کرتی ہے کہ جمع نہ کیجائے۔
قولہ وقد روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ” اسکے معنی یہ ہیں کہ ابن عباس سے
اسکے خلاف حدیث منقول ہے۔ جسکا بیان یہ ہے ” حدثنا ابو سلمۃ الخ
باب ما جاء فی بدء الاذان ۔ اصل میں قصہ یوں ہے کہ لوگ نماز میں اندازے
سے آتے تھے اسلئے بہت لوگ نماز میں شامل نہ ہو سکتے تھے۔ صحابہ سے مشورہ ہوا کہ
کوئی اعلام نماز کیلئے ہونا چاہیئے۔ کسی نے آگ کو تجویز کیا۔ کسی نے ناقوس کو۔ کسی نے
سینگ کو۔ چونکہ سب میں تشابہ بالکفار تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ” الصلوۃ الصلوۃ “
پکارا کرو۔ اس مشورے کے بعد عبداللہ بن زید کو خواب میں اذان کی تعلیم ہوئی۔ اور اتفاقاً
وحی سے بھی اذان نازل ہو چکی تھی۔ مگر حضرت نے ہنوز بیان نہیں فرمایا تھا کہ عبداللہ
بن زید نے اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت نے بسبب توافق وحی کے تصدیق فرمائی۔ اور حضرت
عمرؓ نے اپنا وہی خواب بیان کیا جو کہ عبداللہ بن زید کو معلوم ہوا تھا۔ حضرت نے فرمایا
” فذلک اثبت ای ذلک احق لتسکین یروی بان من امتی رجال یوافق رویاھم بالوحی
پس مندفع ہوا یہ وہم کہ حضرت نے امر دینی میں خواب کی کیوں تصدیق فرمائی۔ اور دوسرے
خواب کو فذلک اثبت کیوں فرمایا۔ **قولہ** وذکر فیہ قصۃ الاذان مثنیٰ مثنیٰ
ہر چند بعض کلمات باعتبار تعداد کلمات کے زیادہ ہیں۔ مگر باعتبار انقطاع سانس

کے کہ اللہ اکبر اور شہادتین۔ جو دو دفعہ کہی جاتی ہیں ایک ہیں۔ امام صاحب اور امام شافعی صاحب میں باہم نزاع ہے۔ امام صاحب کے نزدیک دونوں مثنیٰ مثنیٰ ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک اقامت مرۃً ہے۔ اور علی ہذا امام مالک رح کے یہاں بھی۔ لیکن امام صاحب نے جب دیکھا کہ جانبین میں رواۃ ثقات ہیں اور زیادتی ثقات کی معتبر ہوتی ہے اسلئے اقامت میں بھی مثنیٰ کو اختیار کیا۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک گو یہ قاعدہ مسلم ہے۔ مگر انہوں نے اپنے نزدیک اسی روایت کو راجح پایا۔ اور امام مالک صاحب اپنے قاعدہ پر چلے کہ اہل مدینہ کی حدیث انکے یہاں سب سے راجح ہوتی ہے۔

باب ماجاء فی الترجیع۔ ترجیع کے معنی یہ ہیں کہ اشہد ان محمداً رسول اللہ تک کہکر پھر بآواز بلند رجوع کرے ،، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ،، ایسے ہی دو اشھد ان محمدا الخ جانبین میں احادیث معتبر ہیں۔ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ حدیث ترجیع کی منسوخ ہے مگر یہ جواب محض غلط ہے۔ اسلئے کہ ناسخ کو منسوخ پر تقدم نہ ہونا چاہئے۔ اور یہاں یونہی ہے کہ اذان بلا ترجیع ابتداء اسلام میں تھی۔ اور با ترجیع بعد فتح مکہ کے۔ لہذا عمدہ جواب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طائف شریف بعد فتوح کفار سے واپس آئے۔ اور لشکر اسلام باہر شہر مکہ کے فروکش ہوا۔ شہر کے لڑکے بطور تماشے کے لشکر دیکھنے کو باہر گئے۔ چونکہ اسوقت اذان ہو رہی تھی اسلئے سب نے تمسخر اور استہزاء سے نقل کرنا شروع کیا۔ ابو محذورہ سب سے بلند آواز تھے۔ حضرت نے سب لڑکوں کو طلب فرمایا۔ بعد تحقیق معلوم ہوا کہ بلند آواز ابو محذورہ کی ہے۔ حضرت نے انکو اپنے پاس بٹھایا۔ باقیونکو رخصت فرمایا۔ اور انکو اذان تلقین کی۔ چونکہ پہلے منافقانہ مسلمان تھے اور خدا کو مانتے تھے مگر دل سے رسالت اور وحدانیت کے منکر تھے۔ اسلئے اللہ اکبر بآواز بلند کہا۔ مگر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشھد ان محمداً رسول اللہ دبی زبان سے کہا۔ اسلئے آنحضرت نے انسے اعادہ ان کلمات کا کرایا۔ اور بعدہ ان کے سر اور سینے پر ہاتھ پھیرا۔ وہ پختہ مسلمان ہو گئے۔ اور انکو حکم دیا کہ تم مکے میں اذان کہا کرنا انہوں نے ویسی اذان لوگوں سے نقل کی۔ اور یہ قصہ ان سے خود منقول ہے۔ چنانچہ

فرماتے ہیں "کنا نستبھر" ۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام صاحب نے اس زیادتی کو نہیں لیا پس ملا علی قاری کا یہ اعتراض شافعیہ کی طرف سے کہ ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں اذان بلا ترجیع ہوا اور بعدہ بذریعہ وحی کے حضرت کو معلوم ہوا ہو منسوخ ہو گیا ۔ کما لا یخفی علی اللبیب

صفحہ ۲۶ **باب** ماجاء فی ادخال الاصبع الاذن عند الاذان "بعض نے کان میں انگلی ڈالنے کی یہ وجہ خیال کی ہے ۔ کہ جب کان بند ہو جاتے ہیں تو آواز خوب نکلتی ہے ۔ مگر عمدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کان میں انگلی دینے سے نزلہ گرنے سے موذن محفوظ رہتا ہے ۔ **قولہ** اراہ قال من ادم ۔ راوی کہتا ہے کہ مجھکو یہ گمان ہے کہ میرے استاد نے "من ادم" بھی کہا تھا ۔ "کانی انظر بریق ساقیہ" معنی اسکے یہ ہیں ۔ گویا میں اب انکی خوبی ساقین کو دیکھ رہا ہوں اور وہ ابتک میری نظر میں گڑی ہوئی ہے

باب ماجاء ان من اذن فھو یقیم **قولہ** فاراد بلال ان یقیم الخ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ حضرت بلال ہمیشہ اذان فجر کی پڑھتے تھے اور اقامت بھی اور انکو یہ خیال تھا کہ جو شخص دائمی موذن ہو وہ بہ نسبت دوسرے کے احق ہے ۔ اگر احیانا وہ غائب ہو اور اسکی غیبت میں دوسرا شخص اذان کہے پھر بھی اسکا حق اقامت میں باقی رہتا ہے چنانچہ اسی گمان پر باوجود اذان کہنے حارث صدائی کے حضرت بلال نے اقامت کہنی شروع کی ۔ ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دوسرے کے حق میں تصرف کرتے ۔ معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان کہتے تھے ۔ اور اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت بلال کو معلوم نہ ہوا اس وجہ سے اقامت کہنا شروع کیا ۔ یہ وجہ نہ تھی کہ ہمیشہ کہتے تھے ۔ اپنا حق سمجھکر اقامت کہنے لگے تھے ۔ تو اس سے ہم اس امر میں تطویل نہ کرینگے ۔ کیونکہ ابو داؤد میں حدیث وارد ہے ۔ جس سے انکا موذن ہونا ثابت ہوتا ہے ۔

صفحہ ۲۸ **باب** ماجاء فی کراھیۃ الاذان بغیر وضوء ۔ یہ بھی کراہت تنزیہ پر محمول ہے ۔ کیونکہ جب قرآن مجید وغیرہ اذکار محدث کو جائز ہیں تو اذان کے حرام ہونے کی کوئی وجہ خاص نہیں ہو سکتی ۔

باب ۔ ما جاء فی الاذان باللیل قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث غیر محفوظ ۔ اصل تو یہ ہے
کہ امام صاحب اور امام شافعی صاحب میں اختلاف ہے کہ اگر اذان قبل وقت ہو تو اسکا
اعادہ ضروری ہے یا نہیں ۔ امام شافعی صاحب کے نزدیک ضروری نہیں اور انکی
سند بھی حدیث ابن مکتوم کی ہے ۔ وجہ استدلال کی یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بلال
رات کو اذان کہتا ہے یا کہا کریگا اسکی اذان پر اکل و شرب چھوڑ دیا کرو ۔ ابن مکتوم کی اذان
سے کھانا ترک کیا کرو ۔ اگر اذان رات کی فجر کے واسطے منع ہوتی، تو یوں امر نہ فرماتے
اور پچھلی رات کو اور نماز قابل اذان کے نہیں جسکے واسطے وہ اذان حضرت بلال کی
کہی جاوے ۔ معلوم ہوا کہ قبل الوقت اذان جائز ہے ۔ اور اعادہ ضروری نہیں ۔ اور
امام صاحب کی دلیل حماد کی روایت ہے ۔ بدینوجہ کہ حضرت بلال نے رات کو اذان
کہدی آپ نے انکو حکم دیا کہ ان العبد ینام یعنی جا کر عذر کر دو کہ بندہ دیکھنے میں بھول
گیا تھا ۔ رات کو سوتے سوتے خیال ہوا کہ شاید صبح ہو گئی اس خیال سے اذان
قبل الوقت مجھسے ہو گئی ۔ اگر اذان قبل الوقت جائز ہوتی تو اس اعتذار کی کیا حاجت
تھی ۔ اب صاحب ترمذی کو مشکل پڑی کہ اس حدیث سے خلاف معلوم ہوتا ہے
باوجودیکہ رواۃ جانبین کے ثقہ ہیں تو گویا تعارض ہوا ۔ صاحب ترمذی نے جواب
دیا کہ ھذا حدیث غیر محفوظ ۔ یعنی یہ حدیث محفوظ نہیں اور پہلی حدیث محفوظ ہے
غیر محفوظ اصطلاح محدثین میں اسکو کہتے ہیں کہ ثقہ الثقہ کے اور کئی ثقات کے خلاف
روایت کرے ۔ اور منکر اسکو کہتے ہیں کہ غیر ثقہ خلاف ثقہ کے روایت کرے ۔ اور
محفوظ اور غیر محفوظ جب مقابل ہوں تو محفوظ معمول بہ ہوتی ہے ۔ چونکہ حماد وغیرہ رواۃ
حدیث ثانی کے ایسے نہ تھے کہ انکی تضعیف کیجاوے اسلئے ان کی توجیہ کی کہ اسطرف بہت
ثقات ہیں اور اسطرف ایک ثقہ ۔ شاید حماد سے سہو ہو گیا ہو ۔ اور اسی حدیث مقطوع
کو جو کہ عبد العزیز سے منقول تھی سہواً ابن عمر کیطرف منسوب کیا ۔ امام صاحب کیطرف
سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت بلال کا موذن فجر ہونا ثابت ہے ۔ کما مر ۔ پھر جب
انسے عذر کروایا معلوم ہوا کہ وہ اذان جائز نہ تھی ۔ اور حدیث ابن ام مکتوم سے صاف

ظاہر ہے کہ پہلے اذان صبح کو کافی نہ تھی اسلئے ابن ام مکتوم سے دوسری اذان کہلوائی
جاتی تھی۔ اور حضرت بلال کا رات کو اذان کہنا اسلئے تھا کہ لوگ تہجد کے لئے بیدار ہو جائیں
چنانچہ اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بلال کی اذان سے لیٹا بیٹھ جائے اور سوتا جاگ
جائے۔ تو یہ حضرت بلال کا اذان دینا دائمی نہ تھا بلکہ خاص رمضان میں تھا۔ اور
اسوقت صبح کے موذن ابن ام مکتوم تھے۔ اور حضرت کو نہ منع کرنے سے یہ غرض تھی
کہ لوگ رات کو بیدار ہو جایا کریں۔ یا کوئی اور حکمت تھی۔ اور جن دلوں حضرت بلال
سے معذرت کرائی گئی تھی ان دلوں فجر کے موذن حضرت بلال تھے۔ اوران کا فجر
کا موذن ہونا ثابت ہے۔ اور یہ حدیث سے مستفاد نہیں ہوتا کہ ہمیشہ رات کو
کہا کرے گا پس معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مورد وہ وقت ہے کہ جسمیں حضرت
بلال فجر کے موذن تھے۔ اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ جب حدیث شریف میں آیا ہے
کہ جو شخص سات برس اذان کہے وہ نار دوزخ سے بری ہے۔ اسوقت سب صحابہ
کو موذن ہونے کا شوق تہا اسیواسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قرعہ ڈال لیا کرو۔
پس تعارض نہ ہوا۔ اور امام صاحب کا مذہب بھی ثابت ہوا۔ اور کسی بڑے ثقہ کو
ساہی کہنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ باقی شافعیہ کیطرف سے یہ اعتراض ہو سکتا
ہے۔ کہ بالاجماع اذان صلوۃ مکتوبہ کے واسطے مشروع ہوئی ہے۔ تہجد کیواسطے
اذان کا ہونا کہیں ثابت نہیں۔ اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ سنیت اذان کی شاید
مکتوبہ کے ساتھ مختص ہو اور تہجد کے واسطے بطور اباحت یا استحباب کے ہو۔

باب ماجاء فی کراھیۃ الخروج من المسجد **قولہ** قال ابو عیسٰی ھٰذا
عند نا لمن لہ عذر الخ چونکہ ابراہیم نخعی پر اعتراض وارد ہوتا تہا کہ انہوں نے خلاف
حدیث کے کیونکر کہدیا۔ ان کے قول کی توجیح کردی کہ یہ ہمارے نزدیک اس
شخص کے واسطے ہے کہ جسکو عذر خروج کا ہو۔ اور جب اقامت ہو جاوے تو
اسوقت گویا صاحب عذر کو بھی نہ جانا چاہئے۔ کیونکہ اس میں بہت مطعون ہونے
کی بات ہے۔

باب ماجاء فی الاذان فی السفر **قولہ** فاذن واقیم تغلیباً فرمایا اسلئے کہ کوئی اذان کہتا ہے اور کوئی کہلواتا ہے۔

صفہ ۲۹ **باب** ماجاء فی فضل الاذان **قولہ** قال ابوعیسیٰ سمعت الجارود یقول سمعت وکیعا الخ اس میں لوگ کہتے ہیں کہ امام صاحب پر سخت طعن کیا کہ اہل کوفہ کی حدیث صرف جابر جعفی سے منقول ہے اور وہ ضعیف ہے ,, حاشا وکلا،، حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی طعن نہیں۔ کیونکہ وہ خود جابر کو رد کرتے ہیں اور باسناد منقول ہے کہ فرماتے تھے۔ کہ میرے نزدیک جعفی کی حدیث مقبول نہیں۔ علاوہ اسکے سفیان ثوری جو ان کے نزدیک بہت مسلم ہے وہ اسکو مقارب الحدیث فرماتے ہیں۔ اگر طعن ہو تو سفیان ثوری پر ہے۔ اور یہ کسکا منہ ہے کہ سفیان ثوری پر اعتراض کرے۔ نہیں بلکہ یہ قضیہ مہملہ کے طور پر ہے۔ بعض لوگ غیر مستند اسکی احادیث کو قبول کرتے تھے انہیں پر طعن ہے۔ اور یہ حماد بن زید ہے۔ **قولہ** قال ابوعیسیٰ وسمعت ابا زرعۃ یقول الخ ہر چند منقطع ہے مگر چونکہ ایکدفعہ سماع ان کے نزدیک ثابت ہے اسلئے انہوں نے اسکو ترجیح دی۔ اور اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انقطاع کو خیال کیا۔

باب ماجاء فی کراھیۃ ان یاخذ المؤذن علی الاذان اجرا الخ ہر چند متقدمین تک یہی امر تھا۔ مگر متاخرین نے جب دیکھا کہ اگر ایسا ہی رہا تو احکام شرعیہ بالکل فوت ہو جاینگے۔ اسلئے کہ فی زماننا شوق و ذوق عبادات کا نہیں ہے۔ بدیں ضرورت عبادت پر اجرت کو جائز کہا۔ معلوم ہوا کہ اس استثنا کی وجہ ضرورت تھی۔ اس پر قیاس کرکے آجکل جیسے قرآن شریف وغیرہ پر اجرت لیتے ہیں بالکل جائز نہیں۔ کیونکہ کوئی ضرورت داعی نہیں۔

صفہ ۳۰ **باب** ماجاء فی فضل الصلوات الخمس **قولہ** کفارات لما بینھن مالم یغش الکبائر یعنی اگر کبائر بیچ میں نہ ہوں بلکہ صرف صغائر ہوں تو یہ انکا کفارہ ہو جاتی ہیں۔ اور کبائر ہو جاویں تو پھر کبائر باقی رہتے ہیں اور صغائر کا کفارہ

ہوجاتا ہے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ اگر کبائر بیچ میں نہوں تو صغائر کا کفارہ ہوجاتی ہیں
اور اگر ہوں تو نہیں جیسے ظاہراً معلوم ہوتا ہے۔

باب ماجاء فی فضل الجماعۃ۔ بعض روایات میں ستائیس[۲۷] درجے فضیلت
کے بیان کئے اور بعض میں پچیس[۲۵] اور اس میں کچھ منافات نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے
کہ پہلے آنحضرت صلعم کو پچیس[۲۵] درجے فضیلت معلوم ہوئی ہو۔ اور بعد اسکے ستائیس
درجے بذریعہ وحی کے معلوم ہوئی ہو۔ اور یوں بھی ہوسکتا ہے کہ پچیس[۲۵] درجہ فضیلت
محض فضل ربی ہو اور ایک درجہ ثواب اجتماع کا اور ایک درجہ ثواب اسقاط فرض کا
ہو اور بعض روایات میں محض اول کا بیان کیا گیا اور بعض میں یعنی ان دو درجات
کا بیان کیا گیا۔ فلا منافاۃ۔

باب ماجاء فیمن سمع النداء فلا یجیب۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت
سنت موکدہ ہے بلکہ واجب ہے۔ اسلئے یہ تغلیظ کہ ان آدمیوں کو جلادوں جو لوگ
جماعت میں نہیں آتے۔ بغیر واجب کے نہیں ہوسکتی۔ اسلئے کہ آدمی کا جلانا کسی
حالت میں جائز نہیں۔ اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ دوسری جماعت جائز
نہیں۔ اسلئے کہ اگر دوسری جماعت کو فضیلت یا جواز ہوتا تو آنحضرت صلعم یہ نفرماتے
کہ میری مسجد میں جماعتِ نماز کھڑی ہو اور میں جاکر ان لوگوں کو جلادوں۔ بلکہ یوں
فرماتے کہ جماعت کھڑی ہو اور لوگوں کا انتظار کروں۔ اگر وقت میں حاضر ہوکر انہوں
نے جماعت کرکے نماز پڑھ لی تو فبہا ورنہ جاکر ان کے گھروں کو آگ لگادوں اسلئے
کہ آدمی کو آگ میں جلانا ایسی آسان بات نہیں کہ باوجود فضیلت اور جماعت ثانیہ
اور ثالثہ کے جلدی کیجاوے۔

قولہ قال مجاھد وسئل ابن عباس رض عن رجل یصوم النھار الخ اس حدیث
کی یہی تاویل ہوسکتی ہے کہ جب جماعت واجب ہوئی اور تارک جماعت فاسق
ہے اور فاسق فی النار ہے گو علی الدوام نہو اور دوام اس حدیث سے مستفاد
نہیں ہوتا۔ مگر بعض لوگوں نے اس قضیہ کو دائمہ خیال کیا ہے۔ بہذا اللفظ [illegible]

ہیں تاویل کی۔ **باب** ما جاء فی الرجل یصلی وحدہ ثم یدرک الجماعۃ **قولہ** حدثنا احمد بن منیع نا ھشیم الخ اس مقام میں یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ دو شخص گھر میں نماز پڑھکر مسجد میں باتیں کرنے کو آئے تھے۔ اسکی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تحقیق نفرمائی۔ باوجودیکہ مسجد میں باتیں کرنا جائز نہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اور دوسری روایت میں بھی مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ہم سمجھتے تھے کہ حضور نماز پڑھ چکے ہونگے اور مسجد میں آنا بغرض زیارت وغیرہ ضرورت سے ہوگا۔ اس حدیث سے بھی مستفاد ہوتا ہے کہ جماعت ثانیہ ایک مسجد میں جائز نہیں بدینوجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترک جماعت میں اسقدر تغلیظ فرماتے تھے کہ جلانے کے لائق ہے تارک جماعت؛ جیسا آپ نے ان کو تارک جماعت خیال فرمایا تو بہت غضب سے بلایا جب انہوں نے اپنا عذر بیان کیا آپ نے معذور رکھا۔ اور اس امر کی تقریر کردی کہ اگر مسجد میں نماز جماعت ہو چکے تو گھر میں پڑھ لے اور ان سے یہ قصور ہوا کہ جماعت میں شامل نہ ہوئے تھے۔ اسکی تقریر نہ کی بلکہ کہا کہ ایسے موقع میں جماعت میں شامل ہو جایا کرو۔ اگر دوسری جماعت مسجد میں جائز ہوتی تو آنحضرت اسکی تقریر نہ فرماتے یہی فرماتے کہ تم یہاں آکر جماعت کر لیتے۔ علاوہ اسکے اگر مسجد محلہ میں دوسری جماعت کو جائز کہا جاوے تو یہ قطعی امر ہے کہ جماعت اولی میں سستی اور افتراق ہوگا۔ جب دو آدمی آئے اور جماعت کر لی، اس خیال سے بہت کمی جماعت میں ہو جاوے گی اور تقلیل جماعت مکروہ تحریمہ ہے اسلئے کہ جماعت واجب۔ اور ترک واجب مکروہ تحریمہ۔ اور جو مقدمہ مکروہ تحریمہ کا ہو۔ وہ بھی مکروہ تحریمہ ہے۔ فان مقدمۃ الشیٔ فی حکمہ، کما فی اصول الفقہ۔

باب ما جاء فی الجماعۃ فی مسجد قد صلی فیہ مرۃ **قولہ** حدثنا ھناد نا عبدۃ الخ یہ حدیث مجوزین جماعت ثانیہ کی مستدل ہے۔ مگر اسکا جواب یہ ہے کہ جماعت ثانیہ ما نحن فیہ سے خارج ہے۔ کیونکہ یہ جماعت متنفل بمفترض ہے۔ اور متنازع فیہ جماعت مفترض بمفترض ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں ثواب جماعت نہیں ملتا۔

صرف اجتماع کا ثواب ملتا ہے۔ بخلاف جماعت مفترض بمفترض کے کیونکہ اسمیں جانبین حصول ثواب جماعت کیواسطے محتاج ہیں جو جماعت سے رہگیا وہ دوسرے کو تلاش کریگا۔ اور علی العکس اسمیں تفریق اور تقلیل جماعت ہوگی۔ اور جماعت مفترض اور متنفل ہیں یہ بات متصور نہیں کہ یہ افتقار جانبین ہیں ہو ایسا کون شائق ہے کہ مسجد میں بغرض حصول ثواب اجتماع نفلوں کے واسطے بیٹھا رہے۔ چنانچہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ باوجود فرمان آنحضرت صلعم کی اسقدر لوگوں میں سے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسکے ساتھہ شامل ہوئے۔ کوئی حضرت ابوبکر کے ساتھہ ہو تو یہ جماعت قائم ہو۔ اسمیں تقلیل جماعت اور تفریق اصلا نہیں۔ قطع نظر ان سب امور کے ہم مقلدین کو امام صاحب کا قول مستند ہے۔ اور فتاوی ظہیریہ میں منقول ہے کہ ابوحنیفہ رح کے نزدیک جماعت ثانیہ مکروہ تحریمہ ہے۔

صفا ۳۱ **باب** ماجاء فی الصف الاول **قولہ** خیر صفوف الرجال اولہا الخ یہاں شر سے مراد شر اضافی ہے۔ کیونکہ جب اول صف کو ثواب زیادہ ملا تو دوسری اور تیسری بہ نسبت اسکے شر ہے۔ گو فی نفسہ خیر ہو۔ اور علی ہذا اگر شر اور خیر باعتبار قرب اور بعد عورات کے لیجاوے۔ کما ھو المشہور

باب ماجاء فی اقامۃ الصفوف **قولہ** او لیخالفن اللہ بین وجوھکم۔ یعنی تسویہ صفوف کرو اور ظاہری اعضاؤں کو باہم ملاؤ کہ یہ باعث اتصال قلوب ہوتا ہے۔ ورنہ تمہارے وجوہ میں مخالفت پڑجائیگی۔ یعنی ایک دوسرے سے منہ پھر جائینگے اور مخالفت ہو جائیگی۔

باب ماجاء فی کراھیۃ الصفوف بین السواری **قولہ** فاضطرنا الناس، یعنی لوگوں نے ہمکو مضطر کر دیا۔ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ لوگ ان کے آگے آکر کھڑے ہوگئے تھے۔ جیسے بدوی لوگوں کی عادت ہے۔ صف بین السواری کی وجہ کراہت مشہور یہ ہے کہ انقطاع صف بسبب ستون کے لازم آئے گا۔ اور انقطاع صف میں شیطان داخل ہو جاتا ہے۔ اسلئے ستون کی جگہ جنات کیواسطے چھوڑی جاتی

تھی۔ مگر اسمیں یہ خدشہ ہے کہ اگر انقطاع صفوف اس کراہت کی وجہ سے تھی تو ...
میں بھی کراہت لازم آئے گی کیونکہ وہ بھی مثل ہمارے مکلف ہیں۔ ظاہر وجہ یہ معلوم
ہوتی ہے کہ آنحضرت کے زمانے میں ستون خط مستقیم پر نہ تھے تو اس سے یہ لازم آتا
تھا کہ جماعت لوٹ جائے اور یہ انقطاع کہ بیچ میں ستون حائل ہو مکروہ نہیں۔
اندر جب جماعت ہوتی ہے تو لوگ باہر ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانے میں عورتیں حجروں میں نماز جماعت کی پڑھتی تھیں اور اسکو کوئی فقیہ مکروہ
نہیں کہتا۔ اسکی تائید یہ ہے کہ جب سلطان عبدالمجید خاں سلطان روم نے مسجد نبوی
میں ستونوں کو خط مستقیم پر بنوانا چاہا علماء حرمین نے اسکی ممانعت کی۔ چنانچہ عمارت
جدید بھی ویسی ہی بنائی گئی۔

باب صفحہ ۳۲ ماجاء فی الرجل یصلی ومعہ رجال ونساء **قولہ** والیتیم۔ یتیم حضرت انس
کے چھوٹے بھائی کا نام ہے۔ **باب** من احق بالامامۃ **قولہ** حدثنا ھذا دالیں
حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً اقرأ اور مایجوز بہ الصلوۃ کا عالم مقدم کیا جائے چنانچہ
امام محمد صاحب کا مذہب یہی ہے۔ اور امام صاحب اور امام شافعی صاحب وغیرہ
کے نزدیک اولاً عالم امام ہونا چاہیئے۔ تو وہ اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ آنحضرت
کا اخیر فعل وقول اول کا ناسخ ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر وقت
میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو جو کہ زیادہ عالم تھے امام بنایا اور ابی بن کعب
جو سب سے اقرأ تھے انکو امام نہ بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ یا
یوں کہا جاوے کہ اقرأ کے معنے یہاں عالم بالتفسیر کے ہیں۔ کیونکہ حروف وغیرہ ادا
کرنے کو اکثر عالم بتجوید کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اول عالم بالتفسیر کو امام بنانا چاہیئے
اور اگر اسمیں سب برابر ہوں تو دوسرے علموں سے ترجیح دیجائیگی۔ چنانچہ فاعلمہم بالسنۃ
کے یہی معنی ہیں

قولہ فاذا اذن فارجوان الاذن فی الکل یعنی اگر اذن دیا جاوے تو میرے نزدیک
اذن جلوس علی التکرمہ اور امامت رجل فی سلطانہ دونوں میں برابر

صفہ ۳۳ باب ۔ ماجاء فی ترک الجہر ببسم اللہ الخ **قولہ** ولم ار احدا یعنی میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے حدث فی الاسلام کو بہت برا جانے اور سمجھنے والا اپنے باپ سے زیادہ نہیں دیکھا ۔ ولیعنی "منہ" البغض کا صلہ ہے یہ دلیل امام صاحب کی ہے اس امر پر کہ تسمیہ جزء فاتحہ کا نہیں کیونکہ اگر جزء فاتحہ کا ہوتا تو ضرور اسکا بھی جہر ہوتا ۔ اسکے کوئی معنے نہیں کہ ساری صورت جہر سے پڑھی جاوے اور ایک جزء میں اخفا ہو۔

باب من رأی الجہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم **قولہ** یفتتح صلوٰتہ ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم" امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل جزئیت بسم اللہ اور جہر پر کہ صحابہ کا فرمانا کہ آنحضرت صلعم کا افتتاح صلوۃ بسم اللہ سے تہا اس طرح معلوم ہوا تہا کہ وہ آنحضرت صلعم کے تسمیہ کو جہراً سنتے ہونگے اگر اخفاء ہوتا تو کیونکر جانتے کہ آنحضرت صلعم افتتاح تسمیہ سے کرتے ہیں ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ضرور نہیں کہ صحابہ کو جہر سے معلوم ہوا ہو احتمال ہے کہ اعلیٰ درجہ کا اخفا نہو اس سے قریب کے لوگوں نے سن لیا ہو ۔ یا بیان جواز کے لئے ایک دفعہ جہراً پڑھ لیا ہو یا قولاً فرما دیا ہو کہ میں افتتاح صلوۃ تسمیہ سے کرتا ہوں ۔ جب یہ عبارت محتمل اسقدر احتمالات کی ہوئی تو استدلال ناتمام رہا۔

باب فی افتتاح القراءۃ بالحمد للہ رب العٰلمین **قولہ** معناہ انہم کانوا یبدأون بقراءۃ الخ اسکی تاویل کا محصل یہ ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ لفظ الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے ۔ بلکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ الحمد للہ رب العالمین یعنی سورۂ فاتحہ سے شروع کرتے تھے ۔ اور الحمد للہ اس سورۃ کا نام ہے ۔ بہت سی سُوَر ایسے اسامی سے مسمیٰ ہیں جو کہ وسط میں مذکور ہیں ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بسم اللہ کا جہر نہیں کرتے ہونگے ؛

صفہ ۳۴ باب ماجاء انہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ۔ اسکا جواب تحقیقی یہ ہے کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ "فاقرأوا ماتیسر من القرآن" ۔ اور ماتیسر عام ہے

شامل ہے اقرء سورہ اور الحمد للہ وغیرہ کو اسکا مقتضی یہ ہے کہ ماتیسر فرض ہے ۔ اور حدیث
کا مقتضے یہ ہے کہ خاص سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ بھی فرض ہونا چاہئے ۔
اب اگر قرآن شریف میں تخصیص کی جائے تو گویا یہ خاص اس عام کے عموم کا ناسخ
ہوا ۔ اور ناسخ منسوخ کا ہم درجہ ہونا چاہیئے یا زیادہ ۔ اور خبر واحد ظنی الثبوت ہے اور
قرآن شریف قطعی الثبوت ہے ۔ اور ظنی قطعی کا معارض نہیں ہو سکتا ۔ اور نہ ناسخ ،
پس اس طرح پر جمع کرنا چاہیئے کہ خبر واحد مثبت وجوب فاتحہ ہے اور آیت مثبت
فرضیت مطلق قرات ہے ۔ باقی رہا چونکہ لاصلوۃ عام ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ
کوئی نماز بغیر فاتحہ کے نہیں ہوتی ۔ پس مقتدی کو بھی سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیئے ۔ اسکا
جواب یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے
اور جب ایک دفعہ تخصیص ہو جائے تو اس عام سے قیاساً اور افراد بھی نکالے جا سکتے
ہیں ۔ چنانچہ اس عام سے اُس مصلی کو نکالتے ہیں جو کہ امام کے ساتھ رکوع میں ملا
نہ ہو ۔ ہم اسپر قیاس کر کے مقتدی کو نکالتے ہیں ۔ اور اگر یوں کہا جاوے ۔ کہ امام
شافعی کے نزدیک جب یہ کلیہ ہے کہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے تو ماتیسر بھی
ایسے ہی ہے ۔ ہر چند یہ قطعی الثبوت ہے مگر قطعی الدلالت نہیں ۔ اور حدیث
اگرچہ قطعی الثبوت نہیں مگر قطعی الدلالت ہے تو ۔ دونوں من وجہ ضعیف من وجہ
قوی ہوئے ۔ اب یہ ناسخ اسکے عموم کے معارض ہو سکتا ہے ۔ تو اسکا جواب یہ
ہے کہ منسوخ ناسخ پر مقدم ہونا چاہیئے ۔ اور یہاں حدیث مقدم ہے ۔ اسلئے
کہ آنحضرت صلعم نے ابتداء تعلیم نماز میں یہ فرمایا تھا ۔ اور فاقرؤا ماتیسر مدنی ہے ۔
اور نماز مکہ شریف میں پانچ برس پہلے فرض ہو چکی تھی ۔ اور یہ حدیث ،، من له امام
فقرأة الامام قراءة له ،، نص ہے اس امر پر اور اسکی تضعیف غلط ہے ۔ چنانچہ استاد
مسلم نے مصنف ابن ابی شیبہ میں اسکی تصحیح کی ہے ۔

باب ما جاء فی التامین **قوله** ومد بها صوته ۔ یہ قول دلیل جہر آمین پر نہیں ہو سکتا
کیونکہ امتداد صوت خفض میں بھی ہو سکتا ہے ۔ اور ممکن ہے کہ خفض اسدرجہ کا

ہو کہ قریب کا آدمی سن لے ہاں رفع اور جہر اس امر پر نص ہیں۔ اب صاحب ترمذی کے نزدیک گویا حدیث شعبہ اور سفیان میں تعارض ہوا اسلئے ایک کو ترجیح دینی پڑی اور در حقیقت یہ تعارض نہیں اسلئے کہ خفض اور مد میں منافات نہیں۔ اور نقل بالمعنی شائع اور ذائع ہے کما ہو المنقول عن سفیان الثوری اور شعبہ کی حدیث مستند باسناد صحیح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے اور اسکے طرق متعدد ہیں۔ اگر بالفرض ضعیف بھی ہو تو کئی طریق روایت ہونے سے قوی ہو گئی۔ علاوہ بریں خود ابو سفیان کی روایت میں مذکور ہے۔ وخفض بھا صوتہ **قولہ** واخطأ شعبۃ فی مواضع۔ جواب اول تو یہ ہے کہ دو جگہ غلطی کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ تمام جگہ غلطی کرے ورنہ چاہیئے کہ اگر کوئی ایک جگہ غلطی کرے تو تمام جگہ غلطی کا حکم لگا دیا جائے۔ اور دوسرے غلطیوں کا جواب جو نقی نے حاشیہ بیہقی میں دیا ہے۔ **قولہ** فقال عن حجر ابی العنبس وانما ھو حجر بن العنبس۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جیسے حجر بن العنبس ہے ایسے ہی ابو العنبس ہے اسکے بیٹے کا نام عنبس ہے اور عرب میں شائع ہے کہ دادا کے نام پر پوتے کا نام رکھتے ہیں۔ اور تعدد کنیت میں کوئی استحالہ نہیں۔ **قولہ** وزاد فیہ عن علقمۃ اسکا جواب یہ ہے کہ حجر جیسے شاگرد وائل کا ہے ویسے ہی اسکے بیٹے علقمہ کا بھی ہے ایک جگہ روایت بیٹے سے کی اور دوسری جگہ باپ سے روایت کی۔ ہاں ایک خدشہ ہوتا ہے کہ صاحب فتح القدیر نے اسمیں یہ غلطی بیان کی ہے کہ علقمہ کو اپنے باپ وائل سے لقا نہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یا تو یہ سہو کاتب کا ہے۔ یا صاحب فتح القدیر سے لغزش ہوئی۔ اسلئے کہ خود صاحب ترمذی کتاب الحدود میں نص کرتا ہے کہ علقمہ کو اپنے باپ سے لقاء اور تلمذ حاصل ہے۔ البتہ اسکے بھائی عبد الجبار کو لقا نہیں کیونکہ عبد الجبار بعد وفات اپنے باپ کے چھ مہینے کے پیدا ہوا ہے۔ اور ابو داؤد وغیرہ میں علقمہ اپنے باپ سے سمعت کے ساتھ روایت کرتا ہے

باب ما جاء فی السکتتین **قولہ** واذا فرغ من القرأۃ۔ اس سے یہ وہم ہوتا

تہا کہ شاید بعد فاتحہ اور سورت کے سکتہ ہوگا۔ قتادہ نے اسکی شرح کردی۔ یعنی بعد ولا الضالین کے سکتہ ہے۔

صفحہ ۳۵ **باب** رفع الیدین عند الرکوع **قال ابن المبارک**۔ یہ عبداللہ بن مبارک کا قول ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ حدیث عدم رفع کی ثابت نہیں کیونکہ ہناد وغیرہ رواۃ اسکے سب ثقہ ہیں۔ ہاں عاصم بن کلیب کو مرجیہ میں سے کہتے ہیں۔ شاید اسکی وجہ سے یہ حدیث ثابت نہو۔ اول تو اسکی طرف یہ نسبت غلط ہے۔ علاوہ اسکے وہ بہت سی صحیح حدیثوں کا راوی ہے۔ خود صاحب بخاری اس سے سوائے کتاب بخاری کے اور تصانیف میں نقل کرتا ہے۔ اور مسلم میں بھی اسکی روایات ہیں۔ سوائے اسکے اور طریق سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔ الغرض اسکی صحت میں کلام نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جانبین میں احادیث ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ثابت ہیں۔ اسمیں کلام ہے کہ اخیر فعل کیا ہے۔ مگر آجتک فریقین سے یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ اخیر فعل کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اخیر فعل رفع ہے۔ اور اس حدیث کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امام صاحب کے نزدیک عدم رفع۔ بہرحال سب ائمہ کے نزدیک یہ ہی مسلم ہے کہ رفع الیدین واجب نہیں برتقدیر ثبوت کے مستحب اور اولی ہے۔ پس معلوم کرنا چاہیئے کہ یا تو رفع الیدین اول ہوگا اور عدم رفع اخیر۔ چونکہ استحباب اسکا مسلم ہے اور یہ احتمال قوی ہے کہ رفع کو منسوخ مقرر کیا جاوے۔ کیونکہ جیسے رفع رکوع اور قیام کے وقت حدیث میں آیا ہے ایسے ہی حدیث ہذا میں رفع بین السجدتین بھی آیا ہے اور وہ بالاتفاق منسوخ ہے۔ غالب ہے کہ جنس رفع میں نسخ ہو۔ اور یہ جواب دینا کہ حدیث رفع بین السجدتین کی ضعیف ہے مردود ہے۔ کیونکہ رفع بین السجدتین کی حدیث ضعیف نہیں ہے۔ البتہ وہ حدیث کہ جس سے بقاء رفع بین السجدتین سمجھا جاتا ہے ضعیف ہے۔ پس عدم رفع یا تو ناسخ ہے۔ پس رفع مکروہ تحریمہ ہوا۔ یا

عدم رفع برائے بیان جواز کے ہے تاکہ لوگ رفع کا وجوب نہ سمجھ لیں۔ تو اس تقدیر پر رفع اولی ہے اور مستحب، اور اگر پہلے عدم رفع تھا اور پھر رفع ہوا۔ پس رفع واسطے بیان جواز اور استحباب کے ہوا کیونکہ وجوب کا کوئی قائل نہیں۔ بہر تقدیر رفع دائر ہوا درمیان حرمت اور جواز اور استحباب کے، اور قاعدہ اصول یہ ہے کہ جب کوئی امر درمیان حرمت اور غیر حرمت کے دائر ہو تو احتیاطاً حرمت کو ترجیح دیجاتی ہے باقی رہا یہ کہ جب مثبت اور نافی جمع ہوں تو مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔ تو بیان رفع یدین کو ترجیح ہونی چاہیے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ وہاں ہے کہ جہاں نفی مشاہد نہ ہو۔ اور یہاں عدم رفع مشاہد ہے کیونکہ ارسال یدین مشاہد ہے۔ اور معہذا یہاں ہر ایک من وجہ وجودی اور من وجہ عدمی ہے۔ کیونکہ عدم رفع کے معنی یہ ہیں کہ ارسال کیا اور کلیہ تقابل ایجاب سلب اور عدم ملکہ میں ہے۔ اور ما نحن فیہ میں تقابل تضاد ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ عبداللہ بن مسعود رض شاید بھول گئے ہیں جیسے تطبیق میں انسے سہو ہوا ہے۔ تو جواب اسکا یہ ہے کہ اگر اسطرح احتمالات عقلیہ سے صحابہ کیطرف کذب کی نسبت کیجاوے تو یہ احتمال ہر صحابی پر ہو سکتا ہے پھر حدیث پر کیا اعتماد رہا۔ ہاں اگر دلیل قطعی سے ثابت ہو تو مضائقہ نہیں۔ جیسے تطبیق میں انکو نسخ معلوم نہیں ہوا تھا۔ خاصکر ایسے صحابی کی نسبت جنکے واسطے حضرت نے فقاہت کی دعا کی ہو۔

صفحہ ۳۸ باب ماجاء فی فضل بناء المسجد **قوله** من بنى لله مسجداً بنى الله له بيتاً في الجنة۔ دوسری حدیث نے اسکی شرح کر دی کہ مماثلت فی البیتیت ہے اور مماثلت فی المقدار مراد نہیں۔ کیونکہ حدیث ثانی سے معلوم ہوا کہ خواہ مسجد صغیر ہو یا کبیر جنت میں اسکے واسطے بیت بنایا جاوے گا۔ یا یوں کہا جاوے کہ فی التعبد بیت مراد ہے۔

باب ماجاء فی کراهية البيع والشراء **قوله** عن ابيه عن جده۔ یہاں ابیہ کی ضمیر راجع ہے طرف عمرو کے، اور جدہ کی ضمیر راجع ہے طرف شعیب کے

بخلاف باقی جگہوں کے کہ انمیں دونوں ضمیریں ایک کیطرف راجع ہوتی ہیں۔

باب مَاجَاءَ فِی المَسْجِدِ الَّذِیْ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی۔ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں مسجد اسس علی التقویٰ کا مصداق مسجد نبوی کو فرمایا ہے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ مسجد قبا کہ فرمایا۔ باوجود تنازع کے دونوں کیونکر صحیح ہوسکتے ہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ مسجد قبا کا ہونا مسلم تھا۔ اسمیں نزاع تھا کہ مسجد نبوی بھی ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری مسجد بھی ہے۔

باب مَاجَاءَ لَا یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ شَیْءٌ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خر کے گذرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی کیونکہ ابن عباسؓ نے اپنے گدھے کو صف کے سامنے چھوڑ دیا۔ اور امام کے سُترے کے اندر گویا کہ چھوڑا۔ معہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے انکار نہ کیا۔ اور سُترۃ الامامِ سُترۃ المقتدی ،، کے معنے یہ ہیں کہ اگر سترے سے باہر کوئی چیز گذرے تو جیسے امام کو مضر نہیں ویسے ہی مقتدی کو بھی مضر نہیں۔ اور امام احمد بن حنبل صاحب کے نزدیک سگ سیاہ کے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بوجہ اسکے کہ آنحضرت صلعم نے اسکو شیطان فرمایا ہے۔ اور عرب میں کالا کتا غیر محتاط اور نکما ہوتا ہے۔ اور گدھا سے نہیں ٹوٹتی۔ چنانچہ حدیث ابن عباس سے معلوم ہوا۔ اور عورت کے گذرنے سے بھی نہیں ٹوٹتی۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آگے سوتی تھی اور آنحضرت صلعم نماز پڑھا کرتے تھے۔

باب مَاجَاءَ فِی ابْتِدَاءِ القِبْلَۃِ ،، ایک احادیث میں نماز صبح ہے۔ اور ایک میں عصر۔ درحقیقت یہ دو واقعہ ہیں۔ ایک مسجد قبا کا اور ایک مسجد قبلتین کا اور نماز میں تعلیم و تعلم لازم نہیں آتا۔ کیونکہ تعلیم و تعلم مفسد نماز جب ہوتا ہے کہ محض کہنے سے نماز میں کوئی کام کرے۔ اور اگر کہنے کے بعد اپنی رائے سے یقین کرکے کوئی کام کرے تو وہ مفسد نماز نہیں ہے۔ یہاں پہلے مشہور تھا کہ قبلہ آجکل متغیر ہوا چاہتا ہے۔ جب انکو خبر ملی تو انہوں نے اپنی رائے سے جزم

کر کے منہ پھیر لیا۔

صفہ ۴۹ **باب** ماجاء ان صلوٰۃ القاعد علی النصف **قولہ** ومن صلٰہا نائما فلہ نصف اجر القاعد۔ بالاجماع ثابت ہے کہ تندرست اور صحیح کی نماز نوافل و فرائض لیٹے ہوئے جائز نہیں ہوتی۔ اور مریض کی سب نمازیں اسطرح جائز ہیں۔ اور اسکا ثواب پورا ملتا ہے۔ پس اس حدیث کا محمل مشکل ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل وہ مریض ہے کہ جسکو بیٹھکر غیر محتمل تکلیف نہیں ہوتی چنانچہ مورد حدیث اسپر شاہد ہے اسلئے کہ سائل عمران بن حصین ناسور سے ایسے ہی علیل تھے۔ اور حدیث میں کچھہ اضطراب نہیں کہ ایک روایت میں کلمہ من صلی عام ہے۔ اور ایک روایت میں صلی، باوجود اتحاد قضیہ کے۔ کیونکہ نقل بالمعنے شائع و ذائع تہی اور عموم کے ساتھہ تعبیر میں اشارہ ہوتا ہے اس امر کیطرف کہ اس نوع کے سب افراد مراد ہیں۔

صفہ ۵۳ **باب** ماجاء فی الرجل یسلم فی الرکعتین من الظهر والعصر۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ قبل نسخ کلام کے ہے۔ مگر اسمیں یہ اشکال باقی ہے کہ یہ امر تاریخ کے قطعی علم پر موقوف ہے اسلئے احناف سے اسکا جواب کما حقہ نہ ہوسکا۔ لہذا صاحب علیؒ نے اسکا جواب شافی یوں دیا ہے کہ یہ واقعہ بعینہ حضرت عمر رض کے وقت میں پیش ہوا۔ حضرت عمر رض نے استیناف نماز کیا باوجودیکہ اسقدر صحابہ جلیل القدر موجود تہے۔ کسی نے اس پر انکار نہ کیا۔ پس معلوم ہوا کہ کلام مطلقاً ناقض نماز ہے۔ اور امام نووی کا یہ اعتراض کہ کلام مکہ میں منسوخ ہوا۔ اور یہ واقعہ مدینہ میں ہوا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ زید بن ارقم انصاری مدینہ میں مسلمان ہوئے۔ ان کے زمانے میں کلام کرنا جائز تہا۔ چنانچہ جب وہ ایک سفر سے واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا حضرت نے جواب نہ دیا اور بعد نماز کے نسخ کلام کو بیان فرمایا۔

صفہ ۵۵ **باب** ماجاء فی الصلوٰۃ علی الدابۃ فی الطین والمطر۔ امام صاحب

کے نزدیک فرائض بوقت ضرورت دابہ پر جائز ہیں۔ مگر جماعت جائز نہیں۔ اسکی تاویل یوں فرماتے ہیں کہ قولہٗ واقام یعنی اقامت کہی آپ نے واسطے نماز کے۔ مگر نماز منفرداً ہی قولہٗ فیصلی بھم۔ اسکے یہ معنے نہیں کہ جماعت کرائی بلکہ یہ معنی ہیں کہ ان کے ساتھ نماز پڑھی وہ بھی نماز پڑھتے تھے قولہٗ فتقدم علی راحلتہ۔ یعنی اپنے راحلہ کو آگے کرلیا نہ یہ کہ جماعت کیواسطے کھڑے ہوئے۔

صفحہ ۵۶ **باب** ما جاء اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ۔ امام صاحب کے نزدیک فجر کی سنتیں باوجود قائم ہونے جماعت کے جائز ہیں بشرطیکہ جماعت میں ایک رکعت ملجاوے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ امام صاحب کو یہ مدنظر ہوا کہ جماعت سنت موکدہ بلکہ بعض علماء کے نزدیک واجب ہے۔ اور فجر کی سنتوں کی بھی تاکید ہے حتی الوسع دونوں خصلتوں کو حاصل کرنا چاہیے۔ اور یہ نظائر شرعاً ثابت ہیں کہ نصف کو کل کا حکم دیا گیا ہے اگر ایک رکعت ملگئی تو گویا دونوں ملگئیں۔ اور صحابہ کا فعل اسپر سند قوی ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما قراءت ہوتے ہوئے الگ جاکر پڑھ لیا کرتے تھے۔

باب ما جاء فی من تفوتہ الرکعتان قبل الفجر یصلیھما بعد صلوٰۃ الصبح۔ قولہ فلا اذن۔ ظاہر معنے یہ ہیں کہ فلا باس اذن۔ یعنی فجر کی سنت بھی پڑھنا ہے تو کچھ خوف نہیں جیسے امام شافعی صاحب فرماتے ہیں۔ لیکن امام صاحب کے مخالف ہے اسلیئے وہ اسکی تاویل کرتے ہیں فلا اذن اسے فلا تعد اذن۔ یعنی پھر کبھی ایسا نہ کرنا اور دوسرے یہ کہ نہی نماز ان اوقات کی عام ہے اور غایۃ ما فی الباب اس حدیث سے جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور جب امر جواز اور حرمت میں دائر ہو تو احتیاطاً ترجیح حرمت کو دیجاتی ہے۔

ابواب الوتر

صفحہ ۶ باب ماجاء فی الوتر من اول اللیل واٰخرہ قولہ فانتھی وترہ حین مات فی وجہ السحر، امام شافعی صاحب کے نزدیک یہ فعل اخیر ناسخ ہے پہلے افعال کا۔ مگر امام صاحب فرماتے ہیں کہ ناسخ جب ہوتا ہے کہ پھر اسکا خلاف نہو اور حال یہ کہ صحابہ باوجود علم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اول رات میں پڑھتے تھے۔ باب ماجاء فی الوتر بخمس قولہ لایجلس فی شیٔ منھن ،، یہ قول مجتہدین ائمہ کے خلاف ہے کیونکہ یہ کسی مجتہد کا مذہب نہیں کہ پانچ رکعت بعد ایک جلسہ ہو اور وہ بھی اخیر میں۔ لیکن امام صاحب کے نزدیک اسکی تاویل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت پڑھکر سوجاتے تھے اور بعدہ پانچ رکعت پڑھتے تھے۔ انمیں نہیں بیٹھتے تھے۔ اور جلوس سے مراد جلسہ استراحت ہے نہ جلسہ تشہد، باقی پانچ رکعت میں تین رکعت وتر اور دو رکعت نفل ہیں۔ یا یوں کہا جاوے کہ بیچ کا جلسہ کسی رکعت میں نہ بیٹھتے تھے کیونکہ کل رکعتیں شفعہ ہوا کرتی تھیں۔ اور ہر شفعہ میں ایک ہی جلسہ اخیر کا ہوا کرتا تھا۔ لیکن پانچ کہ انکے اخیر میں ہی بیٹھتے تھے۔ اور اس تقدیر پر الّا بمعنے لکن ہے۔ یعنی واسطے استثناء کے نہیں جو متصل اور منقطع کہا جاوے۔ بلکہ واسطے استدراک کے ہے۔ کہ پہلے کلام سے وہم ناشی ہوا کہ بیچ کا جلسہ نہیں کرتے تھے پچھلے کا کیا حال ہے۔ الّا سے اس وہم کو دور کر دیا۔

صفحہ ۶ باب ماجاء فی الوتر برکعۃ قولہ والاذان فی اذنیہ ،، یہ کنایہ ہے جلدی سے یعنی ایسے پڑھتے تھے کہ گویا اقامت سن رہے ہیں کیونکہ جب کوئی اقامت سنے تو جلدی کرتا ہے ورنہ خلاف لازم آوے گا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ کہ جبتک حضرت جماعت کے واسطے نہیں نکلتے تھے تب تک اقامت نہیں ہوتی تھی۔

صفہ ۶۳ **باب** صلوٰۃ الضحیٰ **قولہ** ابو نعیم وھم فیہ ،، یعنی ابو نعیم راوی نے اسکے نام میں وہم کیا اور ابن خمار کہا۔ اور اسمیں خطا کی۔ ثم ترکہ ،، یعنی جب لوگ طعن کرنے لگے تو باپ کے نام کو چھوڑدیا صرف نعیم کہا۔

صفہ ۶۴ **باب** ماجاء فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم **قولہ** وعلینا معھم ،، یعنی ہم یوں کہتے تھے کہ، اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وعلینا معھم،،

باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم **قولہ** عن العلاء بن عبد الرحمن بن یعقوب عن ابیہ عن جدہ ،، یعنی علاء پوتے یعقوب نے اپنے دادا سے روایت کی۔ اس سے یعقوب کا لقا حضرت عمرؓ سے ثابت ہوگیا۔

ابواب الجمعۃ

صفہ ۶۴ **باب** ماجاء فی الاغتسال یوم الجمعۃ **قولہ** والوضوء ایضاً ،، یعنی اتنی جلدی کی کہ صرف وضو کیا اور غسل چھوڑدیا۔

باب ماجاء من کم یوتی الی الجمعۃ **قولہ** قلت نعم حدثنا الخ احمد بن الحسن کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ ہاں حضرت سے حدیث آئی ہے۔ یہ کہکر احمد بن الحسن نے حدثنا سے حدیث بیان کرنی شروع کی۔

صفہ ۶۵ **باب** ماجاء فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب الخ امام صاحب کے نزدیک نماز پڑھنی اس وقت میں حرام ہے، اور اس حدیث کی تاویل انکے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو منظور تہا کہ اسکو کپڑے ملجاویں وہ ننگا تہا اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے اور اس سے دو رکعت نماز پڑھوائی تاکہ لوگ اسکے حال کو دیکھیں اور اسکو کپڑا خیرات کریں۔ چنانچہ بعد نماز کے آنحضرت نے فرمایا کہ مجھکو اسکے حال کی غور منظور تھی۔ مگر کسی نے خیال نہ کیا۔ سب لوگ کپڑے خیرات کرو۔

ابواب العیدین

صفہ باب فی صلوٰۃ العیدین قبل الخطبۃ **قولہ** ویقال اول من خطب
وجہ اسکی یہ ہے کہ مروان اہل بیت کی مذمت خطبوں میں بیان کیا کرتا تھا۔ لوگ اس عذر
سے چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ لہذا پہلے خطبہ پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

باب ما جاء فی التکبیر فی العیدین۔ امام صاحبؒ کے نزدیک تکبیرات نو ہیں۔ جیسے
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ احادیث مختلف
ہیں۔ بعض میں سولہ تک ہی آیا ہے اسلئے عبداللہ بن مسعود رضؓ کے قول کو اختیار کیا۔
اور امام صاحب کے نزدیک اگرچہ زیادتی ثقہ معتبر ہوتی ہے مگر تکبیرات چونکہ خلاف
قیاس ہیں اسلئے حتی الوسع تقلیل ہونی چاہئے۔

ابواب السفر

صفہ **باب** التقصیر فی السفر **قولہ** لایصلون قبلہا ولا بعدہا۔ یعنی علی وجہ التاکد
نہیں پڑھتے تھے اب تخالف اٹھ گیا۔

صفہ **باب** ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین **قولہ** واخر المغرب حتی غاب الشفق
ہر چند پہلی حدیث میں پہلے امام صاحب کی تاویل اوفق ہے۔ مگر حدیث ہذا میں جمع حقیقی
معلوم ہوتی ہے۔ لہذا اسکی تاویل یہ ہے کہ شفق سے مراد سرخی ہے اور امام صاحب کے
نزدیک شفق بمعنے بیاض تک وقت باقی رہتا ہے۔ تو گویا موافق قول امام صاحب کے مغرب
اپنے وقت میں پڑھی گئی۔ لیکن قول صاحبین مفتی بہ ہے۔ لہذا عمدہ توجیہ یہ ہے کہ دوسری
حدیث میں اسی قصہ میں آیا ہے ”وصلی المغرب وجلس ثم غاب الشفق“ اس سے معلوم ہوا کہ
یہاں غاب الشفق بمعنے مجازی ہے۔ یعنی کانہ غاب الشفق فافہم۔

صفحہ۳۷ باب فی صلوۃ الکسوف،، امام صاحب کے نزدیک دو رکعت دو رکوع سے ہیں۔ وجہ انکی یہ ہے کہ درحقیقت یہ واقعہ ایک ہے مع ہذا روایات میں اسقدر اختلاف ہے۔ چونکہ آفتاب بالکل سیاہ ہوگیا تھا حتی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا رات ہوگئی تھی اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال مبارک ضبط نہ ہو سکے لہذا اصل نماز مشروعہ کے موافق روایت کو قبول کرنا چاہئے اور کوئی نماز ایسی نہیں کہ ایک رکعت میں کئی رکوع ہوں۔ باقی رہا امام شافعی صاحب تعدد واقعہ کا جواب دیتے ہیں لیکن وہ پایہ ثبوت کو نہیں پہونچ سکتا۔ کیونکہ ایک دفعہ کسوف مدینہ منورہ میں اس سال ہوا تھا جب حضرات ابراہیم صاحبزادے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تھا چنانچہ تواریخ میں منقول ہے اور وہ دسویں سال ہجری میں ہوا تھا اور موافق قاعدہ ریاضیہ کے ممکن نہیں کہ ہر سال میں ہر دو کسوف واقع ہوں۔

صفحہ۳۷ باب صلوۃ الخوف قولہ قال لی اکتب الخ قال کی ضمیر یحیی بن سعید قطان کیطرف راجع ہے۔ اور فحدثنی عن شعبۃ پر معطوف ہے۔

صفحہ۴۲ باب فی خروج النساء الی المساجد،، اس باب کا اور کراہت بزاق کا سجود القران کے درمیان ہونا سہو کاتب سے ہے۔ پھر یوں ہی منقول ہوتا رہا۔ حدیث احدی عشرۃ سجدہ کی ظاہرہ امام مالک صاحب کے موافق معلوم ہوتی ہے لیکن سورۂ نجم کا سجدہ انکے مخالف ہے۔ کیونکہ مفصلات میں یعنی سورۂ ص سے اخیر تک انکے نزدیک کوئی سجدہ نہیں۔

صفحہ۴۲ باب ماذکر فی الرجل یدرک الامام ساجدا کیف یصنع،، وعن ابن مرۃ یہ معطوف ہے الحجاج بن ارطاۃ پر۔

صفحہ۴۲ باب ماذکر فی قراءۃ سورتین فی رکعۃ قولہ کل القران قرأت غیر ھذا یعنی عبد اللہ بن مسعود رضنے اس رجل سے کہا کیا تو سب قرآن انکے سوا پڑھ چکا ہے کہ اسکا سوال کرتا ہے۔

ابواب الزکوٰۃ

صفحہ ۷ **باب** ما جاء فی منع الزکوٰۃ من التشدید **قولہ** الاٰمن قال ھکذا ے من فعل ھکذا **قولہ** کلما نفدت اخراھا عادت علیہ اولٰھا یعنی جب اخیر گائے یا اونٹ اسکو مار چکیگا قطار میں سے جو پہلے گائے یا اونٹ تہا لوٹ کر آجاوے گا۔ اور ایسا ہی ایک حلقہ سا بنا رہے گا۔

صفحہ ۸۱ **باب** ما جاء فی زکوٰۃ مال الیتیم **قولہ** ولا یترکہ حتی تاکلہ الصدقۃ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مستند زکوٰۃ علی مال الیتیم پر یہ حدیث ہے۔ مگر امام صاحب کے نزدیک اسکے معنی نفقہ یتیم ہے۔ اور حدیث میں جو چیز کہ نفس پر خرچ کیجاوے اسپر بھی صدقہ کا اطلاق آیا ہے۔

صفحہ ۸۲ **باب** ما جاء فی الخرص **قولہ** حدثنا محمود بن غیلان الخ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خرص فی الزراعۃ، چنانچہ آجکل معروف ہے، جائز ہے۔ لیکن امام صاحب کے نزدیک حرام ہے بسبب شبہ ربوٰ کے۔ لہذا ان کے نزدیک اسکی تاویل یہ ہے۔ کہ یہ عشر اور خراج کے بارے میں وارد ہے۔ اور چونکہ یہاں کوئی مبادلہ حکمی نہیں بلکہ اسکے حق میں سے شارع لیتا ہے۔ اسلئے شبہ ربوٰ نہیں۔ بخلاف خرص فی المقاسمہ معروف کے کہ اسمیں بسبب مبادلہ کے شبہ ربوٰ ہے۔ اور یہاں حضرت نے یہ زمین اہل خیبر کے ملک میں کر دی تہی اس لئے خرص عشر اور خراج میں ہوا۔ مگر صحاح سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض زمین انکی ملک کر دی تہی اور بعض میں شرکت فی المضارعۃ تہی۔ ناچار امام صاحب کو یا نسخ کا قائل ہونا پڑے گا۔ یا اور کوئی تاویل کرنی پڑے گی۔

باب من تحل لہ الزکوٰۃ **قولہ** قال خمسون درھما۔ چونکہ یہ تفسیر غنا کے مخالف ہے اور تفسیر غنا کی جو کہ باعث حرمت یعنی زکوٰۃ کا ہوتا ہے اور سب لوگ اس غنا کو بقدر نصاب کے بیان کرتے ہیں اسلئے حکیم بن جبیر میں کلام کرنی پڑی کہ یہ تفسیر غنا کے مخالف ہے سبب

ثقات کے، مگر اسکی تاویل ظاہر ہے۔ کہ یہ غنا حرمت لینے زکوۃ کا نہیں، مگر حرمت سوال کا ہے۔ چونکہ یہاں سائل کا قوت یومیہ پچاس درہم کا تہا۔ اسلئے اسکے لئے غنا حرمت سوال کی تفسیر کردی۔ اب اسکے مخالف بہی نہ ہوا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے، کہ جب قوت ایک روز کا ہو تو سوال حرام ہے۔ کیونکہ زمانہ ہر روز بہ نسبت اور اشخاص کے مختلف ہے۔ پس جن لوگوں نے اس حدیث سے حرمت زکوۃ لینے کا غنا پچاس درہم خیال کیا ہے انکو صدقہ اور حرمت سوال کا فرق معلوم نہیں ہوا۔ پس یہ حدیث موافق اس تاویل کے سب کی معمول بہ ہوگئی۔ مگر اب حدیث ترجمۃ الباب کے موافق نہوئی۔ **قولہ** قال سُفیانُ سَمِعتُ زُبَیْدٌ الخ یہ تردید ہے قول عبد اللہ بن عثمان کی، یعنی شعبہ کے نہ حدیث کرنے کی کیا وجہ ہے۔ صرف حکیم ہی روایت نہیں کرتا بلکہ زبید بھی محمد بن عبد الرحمن سے روایت اس حدیث کی کرتا ہے۔ **قولہ** قالَ نعم یعنی، لا یحدث لانہ تکلم فیہ کما نص المؤلف ھٰذا قالَ الاستاذ ومَنْ قالَ معناہ نعم یعنی یحدث شعبۃ عَنْ حکیم لکن تکلم شعبۃ فیہ مُثبتا وَمَا ترکہٗ مُطلقا فقدْ خالفَ سَوْق الکلام **قولہ** خمسُونَ درهَمًا لم تحل لہ الصدقۃ، ممکن ہے کہ کہا جاوے، یعنی علٰے وجہ السوال،، لکن یخالف تقسیم الترمذی

صفحہ ۸۳ **باب** من لاتحلّ لہ الصّدقۃ **قولہ** لاتحل الصّدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی۔ ای لایحل سوال الصدقۃ او یقال لایحل لذی مرۃ علٰے وجہ السوال والا کیف یستقیم لایحل الصدقۃ لذی المرۃ اذا کان محتاجا

صفحہ ۸۴ **باب** مَاجَاءَ فی فضل الصدقۃ **قولہ** وَقالَ اسحٰق بن ابراہیم انما یکون یعنی تشبیہ بالاجسام جب لازم آتی ہے اگر کوئی کہے کہ یہ تاکید یعنی اسکے ہاتہہ، ہمارے ہاتہہ جیسے ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ یوں کہا جاتا ہی کہ،، لہٗ یَدٌ وَسَمْعٌ بلا کیف ،، یعنی ہم اسکی کیفیت نہیں جانتے۔ **باب** مَاجَاءَ فی المتصدّق و یرث صدقتہ **قولہ** اَنْ اَصُوْمَ عنہا الخ یہاں سے مراد کفارہ ہے۔ اور کفارہ بہی حکما روزہ ہے۔

صفحہ ۸۵ **باب** مَاجَاءَ فی صدقۃ الفطر ،، حضرت معاویہؓ کی عادت تہی کہ بخوف کمی بیشی حدیث کے مرفوع نہیں کرتے تہے۔ بلکہ بطور مسئلہ بیان کردیتے تھے۔ بنا برعلیہ یہ انکا اندازہ کرنا اپنی رائے سے تہا۔ اور ابو سعید خدریؓ کی اپنی پہلی عادت کے موافق تطوعا دیتے رہے۔ یا یہ خیال کیا کہ حضرت معاویہ اپنی رائے سے کہتے ہیں۔

صفحہ ۸۶ باب ماجاء فی النھی عن المسئلۃ قولہ الا ان یسأل الرجل سلطانا۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ سلطان بیت المال سے دیتا ہے۔ اور بیت المال سے لینا ہر مسلم محتاج کا حق ہے۔ اپنا حق لینے میں کچھ قباحت نہیں۔

ابواب الصوم

صفحہ ۸۹ باب ماجاء فی کراھیۃ الصوم فی السفر قولہ اولئک العصاۃ۔۔ اصل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم غزوہ میں تشریف لیگئے تھے اسوقت حضرت نے تکلیف سنکر پانی نوش فرمایا۔ بعض نے افطار کیا اور جو قوی تھے وہ برابر روزہ رکھتے تھے۔ حتی کہ جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو حضرت نے سب کو افطار کا حکم دیا معہذا بعض نے افطار نہ کیا۔ انکی شان میں فرمایا۔ اولئک العصاۃ۔ کیونکہ ایجاب حضرت پر عمل نکیا اس تقدیر پر امام شافعی صاحب کی تاویل کی کچھہ ضرورت نہیں۔

باب ماجاء فی الافطار للحبلی والمرضع قولہ فقال ادن فکل۔۔ یہ فرمان آنحضرت صلعم کا اسواسطے تہا کہ آپ کو خیال تہا کہ شاید گھر سے بہ نیت سفر آیا ہے ورنہ اسکا گھر قریب تہا صرف آنحضرت صلعم سے ملنے آیا تہا۔

صفحہ ۹۱ باب ماجاء فی الصوم عن المیت قولہ اکنت تقضیہ۔۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ روزہ میت کیطرف سے رکہا جاوے۔ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ادا کرنا چاہئے اور ادا کفارے کے ذریعے سے بہی ہوسکتا ہے۔

صفحہ ۹۱ باب ماجاء فی افطار الصائم المتطوع قولہ حدثنا الخ اس حدیث سے امام شافعی صاحب سند لاتے ہیں کہ افطار سے، روزہ نفل میں قضا نہیں آتی جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر امام صاحب کے نزدیک اسکی تاویل یہ ہے کہ لایضرک ای لاجناح علیک کیونکہ وہ یہی خیال کرتی تہیں کہ بجبر گناہ ہوا۔ چنانچہ انی اذنبت فاستغفرلی سے ظاہر ہے۔ قولہ قالت قلت لا قال فانی صائم۔۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ نفل میں رات کو نیت شرط نہیں۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ لسبب اس لحاظ کے روزہ نفل کو استثنا کرتے ہیں۔۔ اسمیں رات کو نیت ضروری

نہیں۔ باقی رہا روزہ رمضان کا کہ اسمیں اور روزہ نذر مطلق میں نیت رات سے شرط ہے۔ اب امام صاحب کیطرف سے یہ جواب ہو سکتا ہے کہ جیسے آپ نفلی کو خارج کرتے ہیں ہم اسی طرح اسی پر قیاس کرکے روزہ فرض کو بھی خارج کرتے ہیں۔

صفہ ۹۲ **باب** ماجاء فی ایجاب القضاء **قولہ** حدثنا احمد بن منیع الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ نفل کو دعوت کیواسطے افطار کرنا جائز ہے اور قضا بھی لازم آتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ممکن ہے روزہ قضا ہو اسلئے حضرت نے قضا کیواسطے فرمایا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ پہلے ام ہانی کی حدیث سے معلوم ہوا کہ قضا کی افطار سے گناہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ام ہانی نے کہا کہ مجھکو گناہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا تم قضا تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قضا کے افطار سے گناہ ہوتا ہے۔ باب ما نحن فیہ میں اگر اپر قضا ہوتی اور وہ حضرت کے سامنے کھاتے اور آپ منع نہ فرماتے تو گویا حضرت نے گناہ کی تقریر کی۔

باب ماجاء فی کراھیۃ الصوم فی النصف الباقی من شعبان لحال رمضان، ای توجہ رمضان واحصاء ھلال رمضان لئلا یشتبہ رمضان، اب یہ حدیث متعارض نہ ہوئی اس حدیث کے کہ جسمیں آیا ہے کہ واسطے فضیلت رمضان کے شعبان میں روزے رکھنا چاہیے اب اس تطبیق کی حاجت نرہی کہ کراہیت نصف میں، اور فضیلت کیواسطے نصف اول میں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ تقیید بلا قرینہ ہے۔

باب ماجاء فی وصال شعبان برمضان **قولہ** ولعلہ تعشی واشتغل ببعض امرہ، ای لعل ھذا الرجل اکل الغداء واشتغل ببعض مایحتاج الیہ فکیف یصدق قام فلان لیلتہ اجمع بحسب التدقیق العقلی لان ھذہ الاوقات خالیۃ عن الصیام،

صفہ ۹۵ **باب** فی صوم ثلثۃ من کل شھر، **قولہ** بسام الصیرم سام اللفظ المکتوب فی الترمذی والحاشیۃ التی تحتہ لیسا بصحیحین کما یشھد بہ التقریب،

صفہ ۹۶ **باب** ماجاء فی لیلۃ القدر **قولہ** یطلع الشمس لیس لہا شعاع لان اشعۃ الشمس تتلاشی عند انوار ھذہ اللیلۃ **قولہ** فی تسع یبقین الخ ای بعد اخراج لیلۃ ثلثین فانہا مشکوک الوجود والعدم والمعنی ان یعد من جانب الاخر فحینئما یختتم علی دلتسع فھو اول لیلۃ یجتھد

فیہ لابتغاء لیلة القدر وھی لیلة احدی وعشرین ۔۔

صفہ ۹۹ **باب** ما جاء فی تحفة الصائم ۔۔ ای ای شیئ یعطی للصائم علی وجه التحفة والمراد بالدھن العطر وبالجمر البخور الذی یقال له فی الفارسیة عود سوز ۔۔

ابواب الحج

صفہ ۱۰۰ **باب** ما جاء فی ثواب الحج **قوله** صحیح غریب من حدیث عبد الله بن مسعود رض ای من بیان عبد الله بن مسعود رض فیه اشارة الی ان الغریبیة من تلامذة عبد الله بن مسعود رض

باب کم حج النبی صلی الله علیه وسلم **قوله** ثلث حجج ۔ قد ثبت فی اصول الفقه ان مفهوم العدد غیر معتبر عند المجتهدین من المحققین فالقول بانه صلعم حج ثلث حجج لاینفی الزیادة ۔ **قوله** وجاء علی من الیمن ببقیتها فیها جمل لابی جهل ۔ فیه ان جمل ابی جهل لم یذبح فی حجة الوداع وانما ذبح فی العمرة الحدیبیة التی نقضت من البین وقضاها فی العام القابل ولذلک سمی عمرة القضاء وجوابه لعل هذا من غلط الراوی او معناه من جملة البدنة التی ذبحها فی العمرة هذه الجمل ۔۔

صفہ ۱۰۱ **باب** ما جاء فی افراد الحج **قوله** افراد الحج ۔ فیه ان زوج النبی صلعم تقول افرد الحج مع انه کان قارنا والواقع واحد لان هذه الاختلافات فی حجة الوداع جوابه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اظهر عن العائشة اولا الی اراد الافراد ثم نوی بالعمرة ایضا ثم لم یبین عندها ثانیا ما نوی

باب ما جاء فی التمتع **قوله** حدثنا قتیبة الخ معلوم کرنا چاہئے کہ اس حدیث سے کئی امر مستفاد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ آنحضرت صلعم نے تمتع کیا اور دوسرے یہ کہ حضرت عمر رض نے منع فرمایا باوجود خود حضرت عمر رض نے تمتع کیا تھا۔ اور یہ دونوں امر خلاف واقعہ ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم نے قران کیا تھا۔ اور ضحاک کے قول سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رض نے تمتع کیا۔ اور وہ کہہ چکے تھے کہ جو شخص خدا کے حکم سے جاہل ہے وہ تمتع کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رض کے نزدیک تمتع کرنا حرام ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عمر رض نے تمتع کیا۔ لہذا سمجھنا مطلب اس حدیث کا ایک تقریر

پر موقوف ہے جو بطور مقدمہ کے ذیل میں مندرج ہے وھو ہذا ۔ تمتع کے معنی تین ہیں ۔ ایک
اصطلاحی یعنی مواقیت سے عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ میں جاکر حلال ہوکر پھر احرام حج کا باندھے
دوسرے لغوی یعنی فائدہ مند ہونا اور یہ معنے تمتع اصطلاحی قران اصطلاحی پر بھی صادق ہیں
تیسرے یہ کہ مواقیت سے احرام باندھے اور اسکو توڑ کر عمرہ کا احرام باندھے اور پھر حج کرے ۔ یہ
تیسرے معنی حرام ہیں ۔ صرف حجۃ الوداع میں مشروع ہوا تھا ۔ پھر حرام کردیا گیا ۔ وجہ اسکی یہ
ہوئی کہ اول لوگوں کے دلوں میں یہ امر راسخ تھا کہ ایام حج میں عمرہ کرنا زنا سے بھی زیادہ برا ہے ۔
ہر چند آپ نے اسکی مشروعیت بیان فرمائی مگر تاہم ایسی گڑی ہوئی بات کا نکالنا آسان نہ تھا ۔
اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغرض اس بیان کے حجۃ الوداع میں منادی کرکے سب
اہل اسلام کو، جمع کیا جنکی تعداد قریب ایک لاکھ آدمی کے تھی ۔ اور جو لوگ حج کا احرام باندھ کر
آئے تھے اسکا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام کرادیا ۔ چنانچہ اس حج میں تین قسم کے آدمی تھے ۔ ایک
متمتع اصطلاحی دوم قارن سوم متمتع بمعنے ثالث ۔ چونکہ ضحاک نے حرمت تمتع کو سنا تھا ۔ اس
سے یہ خیال کرلیا گیا تھا کہ تمتع مطلقاً حرام ہے ۔ کیونکہ حضرت نے حرام کردیا ہے اور آنحضرت
کا فرمان فرمان خدا ہے اسلئے حضرت عمرؓ نے فرمایا من جمل امر اللہ الخ اور حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ افراد بہ نسبت قران اصطلاحی اور تمتع کے اولیٰ ہے اسلئے کہ اس میں
مشقت کم ہے ۔ والعطایا علے متن البلایا ۔ اور بمعنی ثالث کو حرام کہتے تھے اسلئے حضرت عمرؓ
مطلق تمتع کو منع فرماتے تھے ۔ بعض کو نہی تحریم ۔ حضرت ضحاک نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی نہی اور حضرت عمرؓ کی نہی کو یہ خیال کرلیا کہ نہی تحریمی ہے ۔ اور مطلق تمتع کے حق میں ہے ۔ اسلئے
حضرت سعد سے نزاع کی ۔ حضرت نے در جواب اسکے یہ فرمایا کہ حضرت نے کیا ہے یعنی تمتع
لغوی ، اور در حقیقت وہ قران اصطلاحی تھا اور ہمنے بھی کیا یعنی تمتع اصطلاحی ، بعض افراد تمتع
کو حضرت نے کیا ۔ اور بعض کو ہمنے ساتھ حضرت کے کیا ۔ اور آپ مطلق تمتع کو حرام جانتے ہیں ۔
باقی رہا مقام اثبات میں معنے ثالث کا تعرض نہ کیا اب اشکال بالا مندفع ہوا ۔ اور جواب سوال کے
موافق بھی ہوگیا ۔ **قولہ** والاول من نہی معاویۃ ، ای منع معاویۃ بالتشدید ورنہ مطلق منع
پہلے بھی تھا جیسے معلوم ہوچکا **قولہ** داخطأ فیہ ضل ، یعنی با دخال سعید بن المنکدر و عبد الرحمٰن

بن یربوع لرفع الانقطاع ہکذا۔

صفہ ۱۳۰ **باب** ماجاء فی کراھیۃ تزویج المحرم، امام صاحب رح کے نزدیک تزویج محرم جائز ہے۔ اور ابن عباس رض کی حدیث انکی مستند ہے کیونکہ مجتہد صحابی ہیں۔ اور امام شافعی رح صاحب کے نزدیک تزویج منع ہے۔ انکی سند حدیث میمونہ رض اور حدیث ابو رافع رض ہے۔ لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تاویل شافعیہ کی نہیں بن سکتی۔ کیونکہ تمام کتب سیر میں مرقوم ہے کہ حضرت سرف میں بلا احرام کبھی نہیں آئے اور نکاح قطعاً سرف میں ہوا اور بعد عود کے پانچویں روز شب زفاف تھی۔ باقی رہا ابو رافع کے قول کے یہ معنے ہیں کہ حالت احلال میں نکاح کے پیغام وغیرہ ہوتے تھے اور میں قاصد تھا اور حضرت میمونہ رض اپنے حال کو بھول گئی ہوں۔

صفہ ۱۴۴ **باب** ماجاء فی اکل صید المحرم **قولہ** اَوْ یُصَدُ لکم الحدیث امام شافعی صاحب رح اس سے استدلال لاتے ہیں کہ اگر کوئی محرم کی نیت سے شکار کرلے وہ بھی محرم کو نا جائز ہے۔ کیونکہ او یصد لکم، اسپر بھی صادق آتا ہے۔ لیکن امام صاحب رح اسمیں تخصیص کرتے ہیں کہ اگر بالامر ہو تو نا جائز ہے۔ ورنہ جائز۔ اور انکی سند ابو قتادہ کی حدیث ہے چنانچہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اسکو پورا کردیا ہے۔ **قولہ** حدیث جابر حدیث مفسر، یعنی جابر رض کی حدیث کھلم کھلا صاف ہے۔ اور اسپر دال ہے کہ اگر نیت بھی ہو تو بھی جائز نہیں۔

باب ماجاء فی کراھیۃ لحم الصید للمحرم **قولہ** حدثنا قتیبۃ الخ اس حدیث سے امام شافعی صاحب رح استدلال لاتے ہیں کہ اگر محرم کی نیت سے کوئی شخص لاوے تو وہ بھی محرم کو نا جائز ہے۔ کیونکہ وہ حضرت صلعم کی نیت سے لائے تھے اسلئے حضرت نے قبول نہ کیا۔ امام صاحب یوں جواب دیتے ہیں کہ حمار وحشی زندہ تھا اسلئے حضرت نے نہیں لیا محرم کو تملک صید جائز نہیں اور اگر حضرت فرماتے کہ جاکر ذبح کر لاؤ تو امر ہو جاتا۔ باقی رہا بعض روایات میں لحم اور پاؤں بھی آیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ثقہ کی زیادتی معتبر ہوتی ہے اسلئے اس روایت کو لیا۔ اور بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ خون بہتا آتا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ زندہ تیر کھائے ہوئے تھا۔ علاوہ اسکے یہ روایت لحم کی بھی غیر محفوظ ہے۔

باب ماجاء فی صید البحر للمحرم **قولہ** فاستقبلنا رجل من جراد ای جماعۃ من جراد،

امام شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے سند لاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ۔۔ فانہ صید البحر
یعنی یہ صید بحر کیطرح محرم پر حلال ہے اسکو کہا تو معلوم ہوا کہ صید البر سے جراد مستثنیٰ ہے ۔ اسکے
کھانے سے کفارہ لازم نہیں آتا ۔ لیکن امام صاحب اسکا جواب اسطرح پر دیتے ہیں ۔ کہ حضرت
عمرؓ کا قول ہے تمرۃ خیر من جراد ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ ہونا چاہیئے ۔ اور صید البر
کی نہی قران شریف میں عام ہے خبر واحد سے کیونکر تخصیص ہوسکتی ہے ۔ اور ۔۔ فانہ صید البحر ۔۔
کے معنے یہ ہیں کہ صید البحر کیطرح بلا احلال کئے کھانا جائز ہے ۔ باقی رہا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم حج
اور عمرہ میں تھے ۔ اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ محرم ہی ہوں ، جائز ہے کہ یہ حالت قبل احرام کے
ہو اور آدمی جب سے گھر سے نکلتا ہے تب سے حج و عمرہ میں کہلاتا ہے ۔

صفحہ ۱۰۱ **باب** ماجاء فی الضبع یصیدھا المحرم **قولہ** حدثنا احمد بن منیع الخ
اس حدیث سے امام شافعی صاحب استدلال کرتے ہیں کہ کفتار کا کھانا جائز ہے ۔ مگر امام صاحب
اسکا جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ ہاں صید ہے لیکن راوی نے
اپنے اجتہاد سے سمجھ لیا کہ جب صید ہوا تو اسکا کھانا جائز ہے اور فہم راوی معتبر نہیں اور قال نعم
کے معنے یہ ہیں کہ ہاں حضرت نے کہا کہ ہاں شکار ہے اور اقالہ کی ضمیر صید کیطرف راجع ہے ۔
اور یہ تاویل اسلئے کیجاتی ہے کہ حرمت ہر ذی ناب کی منصوص ہے ۔

صفحہ ۱۰۵ **باب** ماجاء فی کراھیۃ رفع الیدین عند رؤیۃ البیت ۔۔ امام صاحب کے
نزدیک مکروہ نہیں بلکہ سنت ہے اور انکی سند وہ حدیث ہے کہ جسکو عینی نے مرفوع بیان
کیا ہے ۔ **قولہ** من الحجر الی الحجر ۔ یعنی من الحجر الاسود الی الحجر الاسود ۔۔

صفحہ ۱۰۶ **باب** ماجاء فی الصلوٰۃ بعد العصر و بعد الصبح الخ اس حدیث کے یہ معنی نہیں
ہیں کہ جسوقت چاہے پڑھے بلکہ اس فرمان کی یہ وجہ ہے کہ کعبہ کے گرد تمام قریش کے گھر تھے
اور بہت جلد دروازہ بند کر لیتے تھے ۔ اسلئے حضرت نے فرمایا کہ جسوقت کوئی نماز کیواسطے
رات کو یا دن کو آوے اسکو مت روکو اور ظاہر ہے کہ نماز اوقات غیر مکروہہ میں ہوتی ہے

صفحہ ۱۰۷ **باب** ماجاء فی فضل الحجر الاسود **قولہ** سمعت مسافعا الحاجب ۔ ای
سمعت مسافعا الذی کان حاجبا و الحاجب بدل من المسافع ۔۔

صفہ۱۰ باب ماجاء فی الوقوف بعرفات قولہ ونحن وقوف بالموقف مکانا یباعدہ عمرو ،، یزید بن شیبان کہتا ہے کہ ہم ایک جگہ موقف میں کھڑے تھے۔ قولہ یُباعدہ عمرو ،، یہ قول سفیان کا ہے۔ یعنی یزید بن شیبان ایسے مکان میں تھے کہ جس کا بعد عمرو بن دینار نے بیان کیا۔

صفہ۱۰ قولہ وجاء آخر فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی ذبحت قبل ان ارمی الخ امام صاحب کے نزدیک رمی کی تقدیم ذبح پر واجب ہے اور دم لازم آتا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک موافق ظاہر حدیث کے دم نہیں آتا۔ مگر امام صاحب اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں لا حرج، یعنی کوئی فرض قضا نہیں ہوا جسکا انجبار دم سے نہ ہو سکتا ہو۔ اور انکی سند حدیث ابن عباسؓ کی ہے جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے ،، وعلیہ دم ،، اگرچہ یہ حدیث غیر مرفوع ہے مگر امر غیر عقلی میں صحابی کا قول رفع پر محمول ہوتا ہے۔

باب فی الافاضۃ من عرفات قولہ مثل حصی الخذف، یعنی مثل مارنے کنکری کے جیسے کنکری چھوٹی ماری جاتی ہے بڑے ڈھیلے کی کوئی ضرورت نہیں۔

باب ماجاء من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج قولہ من جاء لیلۃ جمع قبل طلوع الفجر فقد ادرک الحج ،، جو شخص عرفات میں مزدلفہ کی رات کو فجر سے پہلے پہنچ گیا اسکو فرض حج کا ملگیا۔ دسویں رات کو مزدلفہ کی رات اسلئے کہا کہ اسمیں لوگ مزدلفہ میں آجاتے ہیں۔ قولہ ایام منی ثلثۃ ،، یعنی خالص منیٰ کے تین دن ہیں اسلئے یوم نحر بھی منیٰ کا دن ہے۔ مگر خاص منیٰ کا دن نہیں

صفہ۱۰۹ باب ان الافاضۃ من جمع قبل طلوع الشمس قولہ اشرق ثبیر، ثبیر ایک پہاڑ کا نام ہے یعنی اے ثبیر روشنی کر دے۔

باب کیف ترمی الجمار قولہ استقبل الکعبۃ وجعل یرمی الجمرۃ علی حاجبہ الایمن ،، حضرت عبداللہ ایسی جگہ پر کھڑے تھے کہ وہاں سے منا دائیں طرف اور کعبہ بائیں طرف تھا۔ اسلئے کسیقدر بائیں طرف متوجہ تھے استقبال حقیقی نہ تھا۔

صفہ۱۱۱ باب ماجاء اذا عطب الھدی مایصنع بہ، قولہ انحرھا ثم اغمس نعلھا ،، یعنی اسکو ذبح کر ڈالے اور اسکے نعل کو یعنی قلادہ کو گلے سے اتار کر خون میں غوطہ دیکر اسکے

کو ہاں پریشان کردے۔ تاکہ جو شخص غنی ہو وہ اسکو نہ کہاوے اور معلوم ہو جاوے کہ ہدی اپنے موقع پر ذبح ہوئی ہے اور اسکا کھانا اس قافلہ کے لوگوں کو جائز نہیں جسمیں کہ صاحب ہدی تہا۔

صفہ ۱۱۱ **باب** مَا جَاءَ فِی طَوَافِ الزِّیَارَةِ بِاللَّیْلِ **قوله** اخر طواف الزیارۃ الی اللیل ،، یہ عبارت بظاہر وجیہ نہیں کیونکہ آنحضرت صلعم نے طواف زیارت قبل ظہر اور بعد زوال یوم نحر کے کیا تہا۔ پہر آخر کے کیا معنے ہوئے۔ اور بعض لوگ یوں توجیہ کرتے ہیں آخر ای بیّن تاخیر طواف الزیارۃ الی اللیل ،، مگر یہ بہی مستقیم نہیں۔ کیونکہ طواف بلا دم و کراہت امام صاحب کے نزدیک بارہ تاریخ کی شب تک جائز ہے۔ اور امام شافعی صاحب کے نزدیک تیرہ تاریخ کی شب تک پہر بہی الی اللیل مستقیم نہوا۔ کیونکہ متبادر عبارت ترمذی لیل یوم نحر کی ہے۔ مگر اسکی توجیہ اسطرح پر ہو سکتی ہے کہ اخّر طواف الزیارۃ الی اللیل ای بیّن استحباب طواف الزیارۃ الی اللیل یوم النحر ،،

صفہ ۱۱۳ **باب** مَا جَاءَ فِی الْاِشْتِرَاطِ فِی الْحَجِّ ،، اشتراط کے معنے یہ ہیں کہ دل میں احرام کیوقت یہ نیت کرے کہ اگر میں کسی باعث سے محصر ہو گیا تو وہیں حلال ہو جاؤنگا۔ امام شافعی صاحب کے نزدیک یہ اشتراط عدم لزوم دم میں موثر ہے اور امام صاحب کے نزدیک نہیں ہے اور وہ اس حدیث سے استدلال لاتے ہیں کہ آپ نے اشتراط کیواسطے فرمایا۔ مگر امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ یہ تو نہیں فرمایا کہ اسوقت تجہپر دم بہی نہ آئیگا۔ اسکا دل خوش کرنے کیواسطے اجازت دی یعنی اشتراط کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اور امام صاحبؒ کی مستدل حدیث ابن عمرؓ ہے۔ الیس حسبکم سُنَّة نبیکم ،، یعنی تمکو اپنے نبی کی سنت کافی نہیں ہے۔ کہ وہ دم دیکر حلال ہوتے تہے۔

صفہ ۱۱۴ **باب** مَا جَاءَ مَا تَقْضِی الْحَائِضُ مِنَ الْمَنَاسِكِ **قوله** فقال له عمر خررت من یدیك ،، وجہ اسکی یہ ہے کہ عمرو بن اوس نے حضرت عمرؓ سے مسئلہ پوچہا تہا انہوں نے اپنی رائے سے موافق مضمون حدیث کے بیان کر دیا۔ اسکے بعد عمرو بن اوس نے بیان کیا کہ مجہکو اسمیں حدیث بہی معلوم ہے۔ حضرت عمرؓ اسپر ناراض ہوئے کہ تو نے باوجود معلوم ہونے حدیث کے مجہکو حدیث نہ بتلائی اور نہ مسئلہ دریافت کیا۔ اگر میں اپنی رائے سے مخالف مضمون حدیث کے بیان کرتا تو گناہ اسکا تجہپر ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کے پاس مسئلہ کی نص ہو تو دوسرے

عالم سے وہ نص بیان کرکے استفسار کرے ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی رائے سے مخالفت میں پڑجاوے۔

صفہ ۱۱۱ **باب** ماجاء ان القارن یطوف طوافا واحدا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک طواف اور سعی دونوں کیواسطے کافی ہے۔ مگر امام صاحب کے نزدیک علیحدہ علیحدہ ہونا چاہئے اور انکی سند وہ حدیث ہے جو کہ ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنن کبیر نسائی میں منقول ہے۔ اور حضرت جابر رضہ اپنے علم کے موافق فرماتے ہیں چونکہ حجۃ الوداع میں آدمیوں کی کثرت تھی ممکن ہے کہ پہلے حضرت ایک طواف بعد سعی کے کرچکے ہوں بعد میں حضرت جابر رضہ نے دیکھا ہو۔

صفہ ۱۱۵ **باب** فی الرخصۃ للرعاۃ **قولہ** قال مالک ظننت انہ قال فی الاول منہما ثم یرمون یوم النفر۔ یعنی نحر کے دن رمی کرے اور گیارھویں رمی کرکے چلاجاوے کیونکہ بعد نحر کے دنوں میں سے پہلا دن گیارہویں ہے۔ اور تیرھویں تاریخ کو آکر بارھویں اور تیرھویں تاریخ کی رمی کرے اور اسکی ایک اور یہ صورت ہے کہ دسویں تاریخ کو رمی کرکے چلاجاوے پھر بارھویں تاریخ کو آکر گیارہویں اور بارھویں کی رمی کو جمع کرے۔

ابواب الجنائز

صفہ ۱۱۶ **باب** ماجاء فی عیادۃ المریض **قولہ** واسمہ ابی فاختۃ۔ یہ کنیت ابی ثویر کی ہے۔

صفہ ۱۱۷ **باب** ماجاء فی الحث علی الوصیۃ **قولہ** حق امرء الخ یعنی مسلمانوں کا حق ہے کہ دو رات اسپر بغیر وصیت کے نگذریں یعنی ایک رات معاف ہے۔

صفہ ۱۱۸ **باب** ماجاء فی غسل المیت۔ ام عطیہ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے بال تین ضفیرہ کئے جائیں۔ مگر چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقیہہ ہیں انسے اسکے خلاف مروی ہے۔ اسلئے امام صاحب نے حضرت عائشہ رضہ کے قول کو اختیار کیا اور ام عطیہ کا قول اسپر محمول ہے کہ انہوں نے اپنی رائے سے کہا تھا۔ کیونکہ وہ حضرت کیطرف نسبت نہیں

کریں۔ قولہ ولا ادری یہ ہشیم کا قول ہے۔
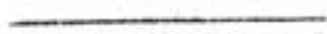
صفہ ۱۲۱ باب ماجاء فی المشی خلف الجنازۃ، امام شافعی صاحب کے نزدیک مشی امام جنازہ افضل ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک مشی خلف جنازہ افضل ہے۔ امام شافعی صاحب اس حدیث سے استدلال لاتے ہیں کہ حضرت صلعم اور ابوبکر اور عمرؓ آگے چلتے تھے۔ مگر امام صاحب کی دلیل دوسرے اکثر صحابہ کا تعامل۔ اور حدیث قولی، اور ان حضرات کا فعل اسپر محمول ہے کہ لوگوں کی تکلیف کے خوف سے کرتے تھے۔

صفہ ۱۲۲ باب ماجاء فی التکبیر علی الجنازۃ قولہ قال احمد واسحق اذا کبر الامام علی الجنازۃ خمسا فانہ یتبع الامام، امام صاحب کے نزدیک متابعت نہ کرے بلکہ خاموش کھڑا رہے۔

صفہ ۱۲۳ باب ماجاء این یقوم الامام من الرجل والمرأۃ۔ امام صاحب کے نزدیک مرد اور عورت میں سینے کے مقابل کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور وسط سر کی روایت اسوقت آئی ہے جب عورات میں نعش کا رواج نہ تہا۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ اسوقت نعش کا رواج نہ تہا۔ اور علاوہ اسکے میت کا وسط سینہ ہے۔ کیونکہ ہاتھ پاؤں اور ٹانگیں انسان کے جز نہیں بلکہ سر سے لیکر فخذ تک اصل انسان ہے اور سینہ اسکے وسط میں واقع ہے۔

صفہ ۱۲۴ باب ماجاء فی الثوب الواحد یلقی تحت المیت فی القبر قولہ وقال محمد بن بشار فی موضع اخر حدثنا، یہ حدثنا باریک خط سے ہونا چاہیئے۔ اسلئے کہ یہ مقولہ محمد بن بشار کا ہے۔

صفہ ۱۲۵ باب ماجاء فی زیارۃ القبور للنساء قولہ لوشہدتک مازرتک یعنی میں اگر تیری زندگی میں حاضر ہوتی تو اب زیارت نکرتی۔ امام صاحب کے نزدیک تاویل کی حاجت نہیں۔ کیونکہ الا فزوروھا، میں تبعًا عورتوں کو اجازت ہوگئی ہے۔ مگر اہل ظاہر کے نزدیک حرمت عورتوں کیلئے باقی ہے۔ اسلئے اسکی تاویل یوں کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضؓ کے نزدیک یہ جائز تہا کہ محرم کیلئے ایکدفعہ زیارت قبر کی جائز ہے اگر زندگی میں ملاقات نہ ہو

ابواب النکاح

صفہ ۱۷۱ **باب** ماجاء فی تزویج الابکار **قولہ** ان عبداللہ مات وترک سبع بنات الخ یعنی میرا باپ عبداللہ مرگیا ہے اور سات بیٹیاں چھوڑی ہیں پس لایا میں ایسی عورت کو جو کہ انکی خبر گیری کرے۔ فدعالی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا کی۔

باب ماجاء لانکاح الابولی۔۔ امام صاحب کے نزدیک بالغہ پر جبر نہیں۔ اور بغیر ولی کے نکاح کرسکتی ہے۔ اس حدیث کا یوں جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث تعمیم جنس کیواسطے نہیں ہے۔ بلکہ ایک خاص نوع کے افراد کی نفی ہے۔ یعنی نکاح غیر بالغہ اور جاریہ کے، ورنہ دوسری حدیث ،، الایم احق بنفسہا،، اسکی معارض ہوگی۔ اور امام شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسکی توجیہ کرتے ہیں کہ ولی بغیر اسکی اجازت کے نہیں کرسکتا۔ الفاظ حدیث کے اس سے آبی ہیں۔ کیونکہ اگر یہ معنی ہیں کہ ولی بغیر اسکے اذن کے نہیں کرسکتا اور وہ بغیر ولی کے نہیں کرسکتی تو وہ احق کہاں رہی اور اگر یہ غرض نہیں تو ہمارا مطلب اس سے صاف ظاہر ہے اور اسکا جواب یوں بھی ہوسکتا ہے کہ تسلیم کرلیا جاوے عموم اس حدیث کا کہ کوئی نکاح بغیر ولی کے کامل نہیں ہوسکتا ہے۔ نفی کمال کی مقصود ہے نہ نفی وجود نکاح کی۔ اور باطل کے معنے یہ ہیں کہ وہ قریب البطلان ہے۔ اسلئے کہ اسنے اگر غیر کفو میں نکاح کرلیا تو ولی فسخ کرسکتا ہے اسلئے ابتک اسکی تمامیت نہیں۔ افعال عامہ ہرچند اخبار میں نکالتے ہیں مگر قرینہ مقام سے کبھی فعل خاص ہی مقدر مان لیا جاتا ہے اور یہاں دوسری حدیث قرینہ موجود ہے۔

قولہ وروی شعبۃ والثوری عن ابی اسحٰق عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، یہاں ابی موسیٰ کا لفظ اول سہو کاتب سے لکھا گیا ہے بعد یوں ہی منقول ہوتا چلا آیا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ ابو موسیٰ کی جگہ ابو بردہ کا لفظ ہونا چاہئے ورنہ اگلی عبارت ،، سمعت سفیان الثوری یسئال ابا اسحٰق سمعت ابا بردۃ۔ اسکے مخالف ہوگی۔ یہاں وہم ہوتا ہے کہ شاید ابا بردہ سہو کاتب سے ہوگیا ہے۔ مگر مقدمہ ابن صلاح نے اس وہم کو دفع اور دور کردیا ہے۔ اس تقریر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ترمذی کا آگے قول ہے والاصح ،، اسکے معنے یہ ہیں، ای

لا یصح ذکرا بی موسی لانہ نقل عن الثوری مرسلا۔ اسکے نیچے حاشیہ بھی غلط ہے۔ محشی کو شاید وہم ہو گیا **قولہ** کل خطبۃ۔ ای کل امر ذی بال ۔

باب ماجاء فی مھور النساء **قولہ** فانہا لوکانت مکرمۃ الخ یعنی اگر مہر دنیا میں باعث اللہ زیادہ باعث عزت ہوتا تو نبی اللہ اولی تھے کہ آپ کے گھر میں بہت زیادہ مہر باندھا جاتا۔

صفحہ ۱۳۳ **باب** ماجاء فی المحل والمحلل لہ **قولہ** عن عامر یہ عامر شعبی ہی کہا جاتا ہے۔ **قولہ** وقال سفیان اذا تزوج المرأۃ لیحللہا ثم بدا لہ ان یمسکہا فلا یحل الخ وجہ اسکی یہ ہے کہ انکے نزدیک نکاح ابتداء سے ہوا ہی نہیں۔ اسلئے اگر رکھنا چاہے گا تو اور نکاح کرنا پڑے گا۔

صفحہ ۱۳۵ **باب** ماجاء ان لا یخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ۔ فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے امام شافعی صاحب استدلال لاتے ہیں کہ مطلقہ ثلثہ کا نفقہ عدت میں ضروری نہیں۔ اسکا جواب امام صاحب کیطرف سے یہ ہے کہ وہ خود کہتی ہیں کہ وضع لی عشرۃ اقفزۃ یہ دس قفیز نفقہ کے طور دئے تھے اور وہ زیادہ مانگتی تھی۔ اور لم یجعل لہا سکنی ولا نفقۃ کے یہ معنے ہیں ای سوی تلک الاقفزۃ۔ اور فقال صدق، کے یہ معنے ہیں یعنی سچ کہا۔ اسکے سوا اور نفقہ اسپر واجب نہ تھا اسلئے کہ نفقہ ہر ایک پر حسب حیثیت ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم کو معلوم تھا کہ اسکی لیاقت اس سے زیادہ کی نہیں۔ اور امام صاحب کی دلیل حضرت عمرؓ کی حدیث ہے۔ اور حضرت عمرؓ کے قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انکے پاس کوئی حدیث بھی ہے۔ کیونکہ فرماتے ہیں سنۃ نبینا اور یہ بھی انکے قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ خبر واحد معارضہ کتاب کا نہیں کر سکتی۔ اسیواسطے امام صاحب خبر واحد سے کتاب کے عام اور مطلق کو خاص اور مقید نہیں کرتے ہیں۔ اور یوں بھی جواب ممکن ہے کہ جیسے آپ سکنے کے بارے میں تسلیم نہیں کرتے اس حدیث کو ہم نفقہ میں بھی کتاب اللہ پر عمل کرینگے۔

باب ماجاء فی القسمۃ للبکر والثیب **قولہ** قال ولو شئت۔ ۔ اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکنہ قال السنۃ۔ قال کی ضمیر ابی قلابہ کیطرف راجع ہے۔ اور ولکنہ کی ضمیر حضرت انس کیطرف۔ **قولہ** قالوا اذا تزوج الرجل امرأۃ بکرا علی امرأتہ اقام عندھا سبعا امام شافعی صاحبؒ کے نزدیک یہ سات دن مختص ہیں۔ اسکے بعد عدل کرنا چاہیئے۔

لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سات دن متواتر اسکی تسکین اور رفع توحش اور زوال نسبت کے لئے ہیں اسکے بعد سات دن دوسری عورت کے پاس رہے۔ اسلئے کہ احادیث و دلائل تعدیل کے مطلق ہیں، ثم قسم بینھما بالعدل کے معنے یہ ہیں کہ پھر دونوں میں تقسیم کرے یعنی جیسے اسکے یہاں سات دن رہا ہے ویسے ہی اسکے یہاں سات دن رہے اور علی ہذا القیاس تاکہ عدل ہوجاوے۔

صفحہ ۱۳۶ **باب** ماجاء فی الزوجین المشرکین۔ جس وقت مشرکین اور مسلمین کے باہم مناکحت حرام نہ تھی اسوقت حضرت نے اپنی بیٹی زینب رض کی شادی ابی العاص سے کردی تھی۔ بعدہ حضرت نے ہجرت کی۔ ابی العاص مکہ میں بحالت کفر رہے۔ چھ سال کے بعد مسلمان ہوئے۔ چونکہ حضرت نے زینب کی طبیعت کو پہلے خاوند کیجانب راغب پایا اسلئے انسے پھر جدید نکاح کردیا۔ اور سب مجتہدین کا مذہب ہے کہ عدت میں مسلمان ہونے سے نکاح جدید کی حاجت نہیں اور بعد عدت کے ضروری ہے۔ لیکن بعض روایات میں آیا ہے کہ ابی العاص کو بعد چھ سال کے بالنکاح الاول زینب دیدی گئی۔ اسلئے بعض نے اسکی تضعیف کی۔ مگر تضعیف کی حاجت نہیں حدیث صحیح بالنکاح الاول کے یہ معنے ہیں۔ اے بسبب النکاح الاول یعنی چونکہ پہلے نکاح سے ایک طرح کا استحقاق حاصل تھا اسلئے روکی گئی۔ اور لم یحدث کے معنی یہ ہیں کہ نکاح جدید بلا سبقت نکاح آخر نہ ہوا۔

ابواب الرضاع

صفحہ ۱۳۷ **باب** ماجاء فی لبن الفحل **قولہ** یحل للغلام ان یتزوج الجاریۃ ای الجاریۃ التی شربت اللبن من ضرۃ ام الغلام الرضاعیۃ۔ اور رضاع میں حضرت عائشہ رض کے بیان کے موافق پانچ مصہ شرط ہیں۔ مگر جواب ظاہر ہے کہ یہ روایت قراء سبعہ کی قرات میں موجود نہیں ہے۔ جو کہ متواتر ہیں اور شاذہ مطلق کو مقید نہیں کرسکتی اور نسخ کا علم حضرت کو نہیں تھا۔

باب ماجاء فی شہادۃ المرأۃ الواحدۃ فی الرضاع۔ اس صورت میں حضرت کو بذریعہ وحی کے معلوم ہوگیا تھا۔ **قولہ** قال وسمعتہ من عقبۃ ولکنی لحدیث عبید احفظ۔ یہ قول عبداللہ

بن ابی ملیکہ کا ہے۔ یعنی مجھکو یہ حدیث بلاواسطہ عقبہ سے ملی ہے لیکن بالواسطہ میرے نزدیک احفظ ہے۔ **قولہ** وحدیث ابن عیینۃ غیر محفوظ قال فی اسد الغابۃ تحت بیان حجاج الاسلمی ورواہ سفیان بن عیینۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن حجاج الاسلمی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ فعلم انہ ترک من بین عروۃ وحجاج الاسلمی ابنہ حجاج بن حجاج الاسلمی وھذا خطأ اقول جمیع نسخ الترمذی الذی فی بلادنا والذی طبع فی مصر ایضا عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن حجاج بن حجاج الاسلمی عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ لعل ھذہ العبارۃ عن سھو الکاتبین"

صفحہ ۱۳۸ **باب** ماجاء فی الامۃ تعتق ولھا زوج **قولہ** لو کان حرا لم یخیرھا "یہ قول عروہ کا ہے چنانچہ اور روایت میں نص ہے قال عروۃ الخ عروہ نے اپنی رائے سے کہا تھا حضرت عائشہ رض سے منقول ہے کہ وہ حر تھا۔ اور ابن عباس رض سے منقول ہے کہ وہ عبد تھا۔ اسمیں اسطرح پر توافق ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ پہلے عبد تھا پھر بعد کو آزاد ہو گیا۔ ما کان کے اعتبار سے عبد کہا گیا اور روایت حضرت عائشہ رض میں باعتبار حالت موجودہ کے حر کہا گیا۔ اور یہ ممکن نہیں کہ پہلے حر ہو پھر عبد ہو جاوے۔ امام صاحب کے مذہب کی تائید ہو گئی "اور توافق نکیا جائے تب بھی امام صاحب کی غرض حاصل ہے کہ عائشہ رض حر کہتی ہیں انکے قول کو ترجیح ہونی چاہئے اسلئے کہ وہ اپنی خادمہ کے حال سے زیادہ واقف تھیں۔ **قولہ** واللہ لکانی "یہ ابن عباس رض کا قول ہے۔ یعنی گویا اب میں مدینہ کی گلیوں میں اسکے ساتھ پھر رہا ہوں۔ کنایہ ہے۔ یعنی اسوقت مجھکو ایسا رحم آیا کہ ابتک وہ حالت میرے پیش نظر ہے۔ **قولہ** یترضاھا "اسکی ضمیر زوج بریرہ کی طرف راجع ہے۔

ابواب الطلاق واللعان

صفحہ ۱۴۱ **باب** ماجاء ان الطلاق قبل النکاح **قولہ** ولا طلاق له فیما لا یملک "
بعض اوہام خیال کرتے ہیں کہ امام صاحب کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص تعلیق کرے قبل

نکاح وہ طلاق بعد النکاح واقع ہو جاویگی۔ یہ قول اس حدیث کے خلاف ہے۔ حاشا وکلا ہرگز خلاف نہیں۔ کیونکہ طلاق کے دو معنے آتے ہیں۔ ایک وہ جو صفت زوج کی ہے یعنی تطلیق دوسرے وہ جو صفت عورت کی ہے۔ حدیث میں اگر صفت عورت کی مراد ہے تو معنے یہ ہوئے کہ یہ صفت عورت میں قبل نکاح نہیں آتی۔ بیشک امام صاحب کے نزدیک بھی نہیں آتی۔ وقوع اور اتصاف بعد ملک کے ہوتا ہے۔ اور اگر تطلیق مراد ہے تو یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ قبل ملک یہ فعل نہیں ہوتا کیونکہ فعل محسوس مبصر ہے اسکی نفی کیونکر ہو سکتی ہے البتہ یہ مراد ہوگی کہ اس فعل کا اثر شرعی قبل ملک نہیں ہوتا۔ اور شارع کو سوائے حکم شرعی کے حقائق اشیاء سے کیا غرض ہے۔ تو یہی امام صاحب کے خلاف نہیں۔ کیونکہ انکے نزدیک بھی اثر قبل ملک نہیں ہوتا۔ باقی رہا تعلیق قبل نکاح امام صاحبؒ اور امام شافعی صاحبؒ میں متنازع فیہ ہے۔ ہر ایک اپنے قاعدہ پر مبنی کرتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہی سمجھا۔ جو کچھ امام صاحب فرماتے ہیں۔ اسلئے منصوبہ میں تعلیق کو جائز نہیں رکھا۔ اور تحقیق منصوبہ کی اسلئے کی کہ اسوقت انکے نزدیک یہی جزئی پیش ہوئی تھی اور نہ عدم ملک دونوں میں موجود ہے۔

صفحہ ۱۴۲ **باب** ما جاء فی الجد والھزل فی الطلاق **قولہ** من حبیب بن اذرک غلط ہے اردک چاہئے۔

باب ما جاء فی الخلع **قولہ** وامرت ان تعتد بحیضۃ۔ یہ تا وحدت کی نہیں ہے۔ اور مراد حیض سے جنس حیض ہے۔ اس سے مقصود نفی طہر کی ہے۔ یعنی عدت حیض سے ہونی چاہیئے۔ باقی تعداد دوسری جگہ سے ثابت ہے۔

صفحہ ۱۴۳ **باب** حدثنا قتیبۃ **قولہ** فاستانف الناس الطلاق۔ یعنی ہر ایک نے طلاق کو از سر نو شروع کیا۔ پہلی محسوب نہوئی تاکہ جیسے مثلاً ایک دی ہو وہ دو کا مالک نہو جاوے بلکہ ہر ایک تین کا مالک رہا۔

صفحہ ۱۴۴ **باب** ما جاء فی کفارۃ الظہار۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ربع صاع فی مسکین ہونا چاہئے اور امام صاحب کے نزدیک ایک صاع ضروری ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ایسے حادثہ میں ساٹھ صاع بھی آئے ہیں۔ اور زیادتی ثقہ کی احتیاطاً مسلم ہونی چاہئے۔

صفحہ ۱۴۴ **باب** مَاجَاءَ فِی اللّعان **قولہ** ان تکلم تکلم بامرٍ عظیم۔ یعنی اگر کلام کریں امرِ عظیم ہے۔ اسلئے کہ بر تقدیر عدم ثبوت کے خوف حد قذف کا ہے۔ اور اگر سکوت کیا تو غیرت ہے۔

ابوابُ البیُوع

صفحہ ۱۴۶ **باب** مَاجَاءَ فِی کتابۃِ الشُرُوطِ ،، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعد ہجرت کے بائع ہونا ثابت نہیں ہے۔ اگر حضرت کو مشتری کہیں اور عدا ر بن خالد کو بائع بنا دیں۔ اور مشتری کے معنے بائع کے لیں۔ جیسے بعض توجیہ کرتے ہیں تو اسمیں یہ خدشہ ہے کہ کاغذ بائع لکھکر دیتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے لکھکر دینے کے کیا معنے۔ لہذا اسکی توجیہ یہ ہے کہ یہ بیع مقایضہ تھی۔ اسمیں ہر ایک بائع اور مشتری ہو سکتا ہے۔ مشتری کے کاغذ لکھدینے کا کیا حرج ہے۔

صفحہ ۱۴۷ **باب** مَاجَاءَ فِی النہی عن المحاقلۃ والمزابنۃ **قولہ** حدثنا قتیبۃ الخ حضرت سعد بن وقاص کی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے قیاس کیا۔ یعنی جب آنحضرت صلعم نے تمر اور رطب میں بسبب نقصان رطب کے بیع کو منع فرمایا۔ علی ہذا گیہوں اور جو میں بسبب نقصان جو کے منع ہوگی مگر مقیس اور مقیس علیہ دونوں احادیث مشہورہ کے خلاف ہیں اسلئے کہ تمر اور رطب کی بیع بشرط تساوی اور نقداً اور احادیث میں وارد ہے۔ علی ہذا گیہوں اور جو کی بشرط نقد جائز ہے۔ خواہ جو زائد ہوں یا گیہوں ،، لانہ اذا اختلف الجنسان فبیعوا کیف شئتم۔ امام صاحب اسکا جواب یوں دیتے ہیں کہ ابو عیاش راوی ضعیف ہے۔ چنانچہ کتاب العلل میں امام ترمذی بیان کرینگے۔ پس ان احادیث کے مقابل میں متروک ہوگئی۔ اور یوں بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ صورت مسئولہ میں نسیہ کی صورت تھی۔ نقصان ایک علاوہ بات سوائے ربٰو کے دونوں میں بیان کیگئی۔

باب ماجاء فی النہی عن بیعتین فی بیعۃ **قولہ** وھذا لتفارق ،، ہذا مبتدا اور تفارق خبر ہے۔ اور ہذا کا اشارہ اس صورت کیطرف ہے کہ جسکو امام شافعی صاحبؒ نے بیان کیا ہے۔ ظاہراً تو

ثمن معلوم کی صورت نہیں بن سکتی۔ مگر اسکی تاویل یہ ہے کہ ہکذا سے مراد کوئی کیفیت مجہولہ ہو۔ یا
یوں کہا جاوے کہ زید نے مثلاً عمرو سے کہا کہ میں اس دار کو تمہارے پاس چارسو روپیہ کو اس شرط
پر فروخت کرتا ہوں کہ تم اس غلام کو میرے پاس ایکسو روپیہ کو فروخت کرو اور اسکے ذہن میں
غلام پچاس روپیہ کا تھا۔ اپنے نزدیک اسنے غلام میں پچاس روپیہ نفع خیال کیا۔ اب ثمن مجہول
ہو گیا۔ کیونکہ اسکے ذہن میں اسکی قیمت ساڑھے چارسو روپیہ کی ہوئی اور علیٰ ہذا القیاس دوسرے
نے دار میں نفع سوچ لیا کہ ہر چند غلام میں سو روپیہ ملیگا مگر دار میں مجھکو نفع ہے۔ کیونکہ دار ساڑھے
تین سو روپیہ کا ہے۔ اب لا ابدای کلو احد منہما علیٰ ما وقعت علیہ صفقتہ صادق آگیا۔ اور ہذا
کا اشارہ ابیعک ہذا الثوب کیطرف ہی ہو سکتا ہے۔

صفحہ ۱۴۸ **باب** ما جاء فی کراھیۃ بیع ما لیس عندہ **قولہ** قال حدثنی ابی عن ابیہ حتی
ذکر عبد اللہ " اصل یہ ہے کہ شعیب اکثر روایات اپنے دادا سے کرتا ہے جہاں کہیں اپنے باپ سے
کرتا ہے وہاں نام لے لیتا ہے۔ اور اسکی کرسی یوں ہے " عمرو بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن
عمرو العاص " یعنی شعیب نے باپ سے روایت کی یہانتک کہ اپنے دادا عبد اللہ کا ذکر کیا۔ **قولہ**
قال اسحق بن منصور۔ اسحق بن منصور کے استاد دو ہیں۔ ایک احمد اور دوسرے اسحق بن
ابراہیم " قلت " کا لفظ جو حدیث ہذا میں مکرر آیا ہے اسکا فاعل اسحق بن منصور ہے اور قال
اسحق کما قال جو مکرر آیا ہے اس اسحق سے مراد اسحق بن ابراہیم ہے اور قال کی ضمیر امام احمد صاحب
کیطرف راجع ہے یعنی اسحق بن منصور کہتا ہے کہ اسحق بن ابراہیم نے کہا جیسے کہ احمد نے کہا۔

صفحہ ۱۵۰ **باب** ما جاء البیعان بالخیار ما لم یتفرقا **قولہ** لا یحل لہ ان یفارق صاحبہ خشیۃ
ان یستقیلہ۔ لا یحل بمعنی لا ینبغی۔ باقی تقریر ترمذی کے حاشیہ میں ہے۔

باب ما جاء فی المصراۃ **قولہ** من اشتری الخ اصل میں جزئیت ہے اور ایسے ہی ایک دو
وقوعہ اور بھی ہوئے ہیں۔ چونکہ نقل بالمعنی شائع تھی اسلئے راوی اپنے فہم کے موافق کلیہ کے
طور پر بیان کرتا ہے۔ اکثر نصوص کے مخالف ہے اسلئے ضمان بموجب تعدی ہونا چاہیئے۔
اسکی کیا وجہ ہے کہ دودھ خواہ کسی قدر ہو ایک صاع تمر دلوائے جائیں یا اور مثل اسکے اور
کلیتا حدیث میں مذکور ہے الغنم بالغرم۔ اسوقت اگر یہ چیز مرے تو ضمان مشتری سے ہے۔

اور یہی کہا جاوے گا کہ ملک مشتری کی ضائع ہوئی جب غرم اسپر ہے تو غنم کا مالک بھی وہی ہوگا۔ امام شافعی صاحبؒ اور امام صاحبؒ وغیرہما کے نزدیک اسکا خلاف قیاس ہونا مسلم ہے۔ مگر امام شافعی صاحبؒ اس نوع کو ان قواعد کلیہ سے خارج کرتے ہیں بخلاف قیاس اور امام صاحب صرف ان جزئیات کو خلاف قیاس خارج کرتے ہیں۔ اسلئے کہ خلاف قیاس میں تقلیل ہونی چاہیئے۔

صفحہ ۱۵۱ **باب** الانتفاع من الرھن ،، صورت متنازع فیہ وہ ہے کہ شرط کیا جاوے یا عرف ہو جیسے آجکل اس زمانے میں مروج ہے۔ اس حدیث سے یہ نہیں نکلتا کہ مرتہن کو نفع جائز ہے۔ بلکہ حضرت نے بیان فرمادیا کہ راہن پر نفقہ مرھون ہے۔ تو جسپر نفقہ ہے وہ سواری کرے اور دودھ پیوے۔ اور اگر بنظر ظاہر الفاظ حدیث سے عموم مستفاد ہو تو مفید مطلب نہیں اسلئے کہ اس سے یہ نہیں مستفاد ہوتا کہ علی وجہ الاشتراط انتفاع جائز ہے۔

باب ما جاء فی المکاتب اذا کان عندہ ما یؤدی قولہ حدثنا سعید بن عبد الرحمن المخزومی ،، امام شافعی صاحب اس حدیث سے استدلال لاتے ہیں کہ غلام سے پردہ نہیں۔ اسلئے کہ آپ نے فرمایا جب مکاتب کے پاس مال بقدر کتابت ہو اسوقت پردہ کرنا چاہیئے معلوم ہوا کہ پہلے پردہ نہ تہا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ پردہ کامل مراد ہے اسلئے کہ پہلے پردہ کامل نہ تہا۔ بلکہ اسقدر تہا کہ گھر میں منہ چھپائے بیٹھی رہیں اور اب اندر گھسکر چھپ رہنا چاہیے۔ تاکہ پہلے ہی عادت ہو جاوے۔

صفحہ ۱۵۱ **باب** ما جاء اذا افلس للرجل غریم فیجد عندہ متاعہ ،، امام صاحب کے نزدیک مثلاً اگر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی اور قبضہ کرا دیا پھر عمرو مفلس ہو گیا اب زید کو حق نہیں ہو سکتا ورنہ بہت سے نصوص کے خلاف ہوگا۔ اسلئے کہ جب قبضہ کرا چکا پھر بائع کا کیا باقی رہا۔ لہذا اسکی تاویل انکے نزدیک یہ ہے کہ اگر کسی کا غریم مفلس ہو گیا اور اس شخص نے اپنا سلعہ جو کہ مشتری کی ملک میں تہا بعینہ پایا یعنی ہنوز اضافت نہ بدلی تہی۔ بعینہ کے یہ معنے نہیں کہ ذات میں فرق نہ آوے۔ بلکہ یہ معنے ہیں کہ اضافت وہی رہے اور اسباب ہرچند بائع کے پاس ہے مگر عندہ یعنی عند المشتری صادق آتا ہے کیونکہ عند اسکو نہیں چاہتا کہ گھر میں یا جیب میں ہو

پس خلاصہ ترجمہ یہ ہوا ادجل رجل سلعتہ حال کونہا عندہ ای عند المشتری بعینہا ای دجدھا بعینہا۔۔

باب ماجاء فی ان العاریۃ مؤداۃ **قولہ** حدثنا محمد بن المثنی الخ قال قتادۃ حضرت حسن نہیں بہولے بلکہ قتادہ بھول گئے۔ حسن نے جو کچھ پہلے فرمایا تہا اسکا مطلب یہ تہا کہ عاریت کی چیز جبتک باقی رہے گی واجب الاداء ہے۔ اور جو کچھ پھر کہا تہا اسکا مطلب یہ تہا کہ اگر وہ گم ہوجاوے گی تو وہ امین ہے کچھ دینا نہ پڑے گا۔

صفحہ ۱۵۳ **باب** ماجاء فی کراہیۃ عسب الفحل **قولہ** وقد رخص قوم فی قبول الکرامۃ یعنی ایک قوم نے خوشی کے طور پر دینے میں رخصت دی ہے۔

باب ماجاء اذا اختلف البیعان **قولہ** والمبتاع بالخیار۔۔ یعنی مشتری کو خیار ہے چاہے اسکے قول پر عمل کرے یا خود قسم کہاوے۔ دونوں تراد کریں۔ مگر اس حدیث میں مشتری کا حال متروک ہے۔

صفحہ ۱۵۴ **باب** ماجاء من الرخصۃ فی اکل الثمار للمار بہا۔۔۔ اور اختلاف مواشی دونوں عرف پر مبنی ہیں۔ جہاں عرف ہو وہاں کا یہ حکم ہے ورنہ ہرگز جائز نہیں۔ اور اضطرار کی حالت میں سب کچھ جائز ہے۔ اور یہ تاویل ادنی نہیں ہے۔

صفحہ ۱۵۵ **باب** ماجاء فی النہی عن بیع الخمر **قولہ** عن یحیی بن عباد عن انس ان اباطلحۃ کان عندہ۔۔ ای کان عندہ خمر انہوں نے اسکو قصہ کے طور پر بیان کیا۔ اور مجہ سے روایت کے طور پر نہیں بیان کیا۔

صفحہ ۱۵۶ **باب** ماجاء فی بیع العرایا **قولہ** ومعنی ہذا عند بعض اہل العلم۔۔ یعنی بعض اہل علم کے نزدیک حدیث کے معنی یہ ہیں کہ حضرت نے عرایا پر توسیع کا ارادہ کیا کیونکہ انہوں نے شکایت کی تہی کہ ہمکو رطب کھانے کو نہیں ملتی۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ کسی پر ترحم کے سبب سے ربو حلال نہیں ہوتی۔ بلکہ عرایا عاریت سے مستفاد ہے۔ عرایا وہ لوگ تہے کہ باغوں کے مالک انکو پہل کھانے کو دیدیتے تھے۔ چونکہ یہ ہبہ ثمر تہا اور ابھی قبضہ نہیں ہوا تہا پھر صاحب درخت نے اپنی تکلیف کے سبب اس وعدے کے ایفاء کو بعوض ثمر اندازے سے برضا عرایا

کے مقرر کردیا۔ درحقیقت یہ بیع نہ تھی بلکہ بیع جب ہوتی کہ ثمر عرایا کی ملک ہوتا اور ملک جب ہوتی کہ قبضہ ہوتا۔

صفہ ۱۶۲ **باب** ماجاء فیمن تزوج امرأۃ ابیہ۔ امام صاحب کے نزدیک یہ حدیث دلیل ہے کہ حد نہیں آتی۔ کیونکہ حضرت نے تعزیر دی اور حد نہیں لگائی۔

ابواب الاحکام

صفہ ۱۶۲ **باب** ماجاء فی الرجلین یکون احدھما اسفل من الآخر فی الماء **قولہ** اسق یا زبیر۔ اصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے زبیر سے فرمایا کہ پہلے تھوڑا پانی پلا کر اپنے جار یعنے ہمسایہ کو دیدے۔ اسنے جب حضرت کو طعن کیا حضرت نے فرمایا کہ پہلے خوب بھر کر پھر اسکو دے وجہ اسکی یہ تھی کہ پہلے استحساناً یہ حکم فرمایا تھا جب اسکو برا معلوم ہوا تو اصل حکم شرعی فرما دیا۔ کہ اگر تو اس احسان پر راضی نہیں تو اصل شرعی معاملہ کر۔

صفہ ۱۶۳ **باب** ماجاء فیمن یعتق ممالیکہ عند موتہ۔ امام شافعی صاحب کے نزدیک قرعہ ایجاد حق کیواسطے ہے اور انکی مستدل یہی حدیث ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اصل میں اس شخص نے سبکو آزاد کیا تھا، آنحضرت نے بعض کو عبد رہنے دیا اور بعض کو آزاد کیا تو گویا آنحضرت نے چونکہ اسکی ملک فی الجملہ باقی تھی اسلئے قرعہ سے بعض کو غلام بنا دیا۔ جیسے حر کا غلام بنانا منسوخ ہے ایسے ہی قرعہ کا مثبت حق ہونا بھی منسوخ ہے۔ قرعہ تطییب قلب کیواسطے باقی ہے۔ اور اگر کوئی یوں کہے کہ ثلث غیر معین آزاد ہوا تھا قرعہ سے اسکی تعیین کیگئی، حر کو غلام نہیں بنایا گیا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ ثلث شائع آزاد ہوگا کوئی مرجح نہیں جو اسکو بعض معین میں لے آتا۔ ایجاد عبدیت فی الحر ہے۔ علاوہ اسکے یوں بھی غرض حاصل ہے کہ جب ہر غلام کا ثلث غیر معین آزاد ہوا باقی میں سعایۃ کرائی جاوے۔ یہ عین مذہب ہے۔ بہرکیف نسخ تسلیم کرنا پڑے گا۔

باب ماجاء من زرع فی ارض قوم بغیر اذنہم **قولہ** فلیس لہ من الزرع شئ ولہ نفقتہ، امام شافعی صاحب یوں فرماتے ہیں کہ غاصب کا فعل لغو ہے۔ کھیتی میں اسکو کچھ نہیں ملیگا

صرف اپنا بذر نکال لے نفقۃ اسے بذرہ، اور امام صاحب کے نزدیک اسلئے یہ معنے ہیں کہ، من الزرع شیٔ حتی یودی الضمان ولہ نفقتہ، ای لہ بقدر النفقۃ جائز قبل اداء الضمان، ای لیس لہ ان یستعمل، وجہ اسکی یہ ہے کہ نمو مزارع کی ملک کا ہوا بذریعہ قوت زمین، مغصوب منہ کو یہ پہنچ سکتا ہے کہ اس قوت کا اجر مثل لے، اسکے نظائر بہت سے ہیں۔ کہ درخت اکھڑوا کر بونے والے کو دیا گیا یہ کہیں نہیں ہوا کہ نمو کسی کی ملک کا غیر کو دیا جاوے۔

صفہ ۱۶۹ **باب** ما جاء فی اللقطۃ وضالۃ الابل والغنم۔ بعض جگہ میں سال بسبب کثرت مال کے آیا ہے۔ ورنہ اصل یہ ہے کہ مالک کے نہ آنے کا ظن غالب ہو جاوے۔ علی حسب اختلاف الاموال۔ امام صاحب کے نزدیک لقطہ کا مال غنی کو کہانا جائز نہیں۔ امام شافعی صاحب کے نزدیک جائز ہے۔ اور وہ ابی بن کعب اور حضرت علی کی حدیث سے استدلال لاتے ہیں۔ اول کا جواب یہ ہے کہ ابی بن کعب پہلے فقیر تھے، چنانچہ جب ابوطلحہ رضؓ نے بیرحا کو صدقہ کیا اس وقت اپنے چچا کے لڑکوں کو دیا تہا۔ ممکن ہے کہ یہ قصہ فقر کی حالت میں ہو۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ گھر میں آئے تھے۔ گھر میں سب بال بچونکو بسبب بہوک کے بے قرار پایا گھبرا کر باہر گئے اسوقت دینار ملا تہا اضطرار کیحالت میں استعمال کیا تہا اور ایسے وقت میں ہمارے نزدیک جائز ہے۔ علاوہ اسکے حضرت صلعم نے ضمانت کر لی تہی۔ جب صاحب مال آیا اسیوقت سے ارشاد فرمایا تہا کہ میرے ذمہ ہے۔ درحقیقت قرض کے طور ہو گیا تہا۔

صفہ ۱۶۹ **باب** ما جاء فی الوقف **قولہ** فتصدق بہا عمر، یعنی حضرت عمر رضؓ نے لکھوا دیا تہا انہا لاتباع اصلہا الخ **قولہ** قال ابن عوف فحدثنی بہ رجل اخر انہ قراھا، یعنی رجل آخر نے وقف نامہ کو جو کہ ادیم سرخ سے تہا پڑھا اسمیں غیر متاثل تہا یہ لفظ نقل بالمعنے حدیث تہی۔

صفہ ۱۶۹ **باب** ما جاء فی القطائع **قولہ** وسألہ عما یحمی من الاراک، یعنی حضرت سے سوال کیا کہ شجر کا اراک کو احاطہ کر کے قطیعہ بنا لوں۔

ابواب الدیات

صفحہ ۱۶۶ **باب** ماجاء فی الدیۃ کم ہی من الابل **قولہ** عن خشف بن مالک، امام صاحب نے اس حدیث کو لیا ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ روایات متعارض آئی ہیں۔ اور حدود وغیرہ میں حتی الوسع قلت یعنی چاہیے اور علاوہ بریں فقیہ ابن مسعود اور ابن عمر کی روایت تہی اسلئے امام صاحب نے اسپر عملدرآمد کیا۔ اور خشف میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں کہ مجہول الحال ہے اور انکے نزدیک مجہول الحال ہونیسے امام صاحب کا جہل لازم نہیں آتا۔ انکو اسکی تحقیق ہوگئی ہے۔ اور علی ہذا عبد میں بہی امام صاحب کے نزدیک بنی مخاض نہیں ہے۔ باقی جزعہ وغیرہ پچیس پچیس ہونگے۔

صفحہ ۱۶۷ **باب** ماجاء فی الدیۃ کم ہی من الدراہم **قولہ** انہ جعل الدیۃ اثنا عشر الفا،، امام صاحب کے نزدیک دس ہزار درہم ہیں۔ مگر یہ وزن سبعہ ہے جو کہ آنحضرت صلعم کیوقت میں رائج تہا۔ درحقیقت مخالفت نہی کیونکہ وزن سبعہ کے دس ہزار کی مقدار بارہ ہزار سکہ قدیم کے برابر پہونچ جاتی ہے۔

باب ماجاء فی العفو **قولہ** والآخر علی معاویۃ،، آخر سے مراد ہر مدعی ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ رض کے اعتبار سے وہی آخر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مدعی نے حضرت معاویہ رض سے قصاص لینے میں ہٹ کیا تہا۔

صفحہ ۱۶۸ **باب** ماجاء فیمن یقتل نفسا معاہدا **قولہ** وان ریحہا لتوجد من مسیرۃ سبعین خریفا،، یعنی جنت کی بو ستر برس کے فاصلے سے معلوم ہوتی ہے مگر اس شخص کو نہ پہونچے گی۔

باب ماجاء فی حکم ولی القتیل **قولہ** فکان ذا النسعۃ،، کان کی ضمیر قاتل کیطرف راجع ہے یعنی اس شخص کو ذو نسعہ کہتے تھے۔

صفحہ ۱۶۹ **باب** ماجاء فی دیۃ الجنین غرۃ عبدا او امۃ، غرہ دیت کے بیسویں حصے کو کہتے ہیں۔

صفحہ ۱۶۹ باب ماجاء لا یقتل مسلم بکافر قولہ لا یقتل مسلم بکافر، کافر سے مراد حربی ہے۔ کیونکہ ذمی کے حق میں کلیتہً دماءُھم کدمائنا آیا ہے اور بعض روایات میں ذمی کا استثناء بھی آیا ہے۔

صفحہ ۱۷۰ باب ماجاء فی القسامۃ۔ قسامت کے بارے میں روایات مختلف آئی ہیں۔ بعض میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے انسے دریافت کیا کہ تمہارے پاس بینہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مدعا علیہم سے قسم لیجائیگی۔ اور بعض میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بعد نہ ہونے بینہ کے یوں فرمایا تھا کہ قسم کھاؤ، اولیاء مقتول نے اعراض کیا۔ آنحضرت صلعم نے مدعا علیہم کو قسم کیواسطے فرمایا۔ چونکہ روایت اول موافق قاعدہ کلیہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر، کے ہے۔ اسلئے امام صاحب نے اسکو اصل ٹھہرایا اور ثانی کی تاویل کی کہ یہ استفہام انکاری کے طور پر آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔

ابواب الحدود

صفحہ ۱۷۱ باب ماجاء فی التلقین فی الحد قولہ حدثنا قتیبۃ الخ تلقین اس حدیث سے باعتبار خبر محذوف کے نکلتی ہے جسکا ذکر روایتِ ابوہریرہ رض میں ہے۔ یا یوں کہا جاوے کہ احق بالبلغنی سے بھی نکلتی ہے کیونکہ استفسار سے غرض یہ تھی کہ وہ انکار سیکھہ جاوے۔

صفحہ ۱۷۲ باب ماجاء فی تحقیق الرجم قولہ وقامت البینۃ اذ کان حمل ظاھرا او الاعتراف۔ بعض نے اوکان حمل کو منسوخ کہا اسلئے کہ صرف حمل سے رجم نہیں آتا۔ کیونکہ اسمیں احتمال وطی بالشبہہ اور اکراہ وغیرہ کا ہے۔ مگر منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تاویل یہ ہے کہ او حمل جملہ معترضہ کے طور پر واقع ہوا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے، قامت البینۃ او الاعتراف اذ کان حمل ای مع احدھما، اور اسکے ذکر سے غرض یہ ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف حمل سے رجم آتا ہے۔

صفحہ ۱۷۳ **باب** منہ ای من الرجم **قولہ** لقد تابت توبۃ، جب حضرت نے اس عورت پر نماز جنازہ پڑھی، صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اسکو رجم کیا پھر نماز کیوں پڑھی آپ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ اسنے توبہ کر لی ہے۔ اگر محض حد ساترہ ہوتی بلا توبہ تو آپ یوں ارشاد کرتے،، اسلئے میں نے نماز پڑھی کہ اسکو حد لگا لی گئی،، اور ماعزؓ پر نہی پڑھنے سے معلوم ہوا کہ ستر کلی کے واسطے توبہ ضروری ہے۔ اور یہی مذہب ہمارے امام صاحبؒ کا ہے۔ اور امام شافعیؒ حدود کے ساترہ ہونے پر اس حدیث سے استدلال لاتے ہیں کہ ومن اصاب من ذلک شیئا فعوقب علیہ فہو کفارۃ لہ،، امام صاحب اسکا جواب یوں دیتے ہیں کہ اس سے مطلق ستر ثابت ہوتا ہے اور مطلق ستر یوں بھی ہو سکتا ہے کہ فی الجملہ تخفیف ہو اور متنازع فیہ ستر کلی ہے اور مسلمان کی ہر تکلیف پر مطلق تخفیف ہوا کرتی ہے۔ علی ہذا ایمان بھی۔

صفحہ ۱۷۴ **باب** ماجاء فی حد السکران **قولہ** فضربہ بجریدتین،، اور بعض روایات میں نعلین بھی آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب نعلین اور جریدتین چالیس مرتبہ ماری جائینگی تو اسی چوب ہو جاوینگی۔ اس سے حضرت عمرؓ نے بسبب کثرت ظہور فساد کے اپنے زمانے میں اسی درے مقرر فرمائے۔ **قولہ** کاخف الحدود ثمانین،، ثمانین بدل ہے اخف الحدود سے۔ اور چونکہ حضرت عمرؓ نے بمشورہ جمیع صحابہ کے مقرر کیا تھا تو گویا اسپر اجماع ہو گیا۔

صفحہ ۱۷۵ **باب** ماجاء فی الرجل یقع علی جاریۃ امرأتہ۔ اس حدیث میں یہ وہم ہوتا ہے کہ جب حلت عورت کی جانب سے ہوئی اگر بسبب شبہ کے حد رجم ساقط ہوئی پھر سو درے مارنیکے کوئی معنے نہیں ہیں۔ مگر یہ کہا جاوے کہ بطور تعزیر کے تھا لیکن ایک اشکال اور باقی رہا کہ تعزیر حد سے کم ہونی چاہئے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اول حدیث سے تصفیہ ہوا کہ جسمیں یہ مضمون آیا ہے کہ تعزیر حد سے کم ہونی چاہئے۔ یا یہ کہ حضرت عمرؓ اور نعمان بن بشیرؓ کا مذہب یہ تھا کہ تعزیر اگر حد سے زیادہ ہو کچھ حرج نہیں۔ اور انکو اس امر کی خبر نہ تھی کہ زیادتی تعزیر حد پر منسوخ ہو گئی۔

صفحہ بَاب مَاجَاءَ فِی المرأۃ اذا استکرهت علی الزنا ۔ پہلے رجل پر حکم رجم دینے کی یہ وجہ تھی کہ جب ناگہانی اس عورت نے اسکو پکڑوادیا وہ مخبوط الحواس ہوگیا حتی کہ اس سے بجز اقرار کے اور کچھ نہ ہوسکا ۔ آخرالامر حضرت نے رجم کا حکم دیا ۔ معترض تیر بے پیر ۔ لاتسأل الامارۃ یعنی قضا وغیرہ ۔

صفحہ بَاب مَاجَاءَ فِیمَن یَقعُ عَلَی البَهِیمَۃِ قولہ ما وقد عمل بها ذلک ۔ یہ واو حالیہ ہے اور جملہ حال ہے ۔

بَاب مَاجَاءَ فِی حَدِّ اللوطی ،، امام صاحب کے نزدیک لواطت میں حد نہیں اسلئے کہ حد تحدید شرعی کا نام ہے اسمیں کمی وبیشی نہیں ہوسکتی ۔ اور لواطت کے بارے میں روایات مختلف آئی ہیں ۔ معلوم ہوا کہ یہ سب تعزیر بمقتضائے وقت دی گئی ۔ ورنہ حد میں اختلاف کے کیا معنے ۔

ابواب النذور والایمان

صفحہ بَاب مَاجَاءَ فِی الاستثناء فی الیمین قولہ اخطأ فیہ عبد الرزاق اختصرہ من حدیث معمر ۔ وجہ غلطی کی یہ ہوئی کہ بعض روایات میں حضرت سلیمان کے قصے کے بعد یوں آیا ہے ،، لو قال ان شاء اللّٰہ لم یحنث ،، یہاں حنث کے معنے بے مرادی کے تھے ۔ عبد الرزاق کو حنث کے معنے میں اشتباہ ہوگیا اسلئے اسمیں سے اختصاراً اس حدیث کو بیان کیا ۔

بَاب من یحلف بالمشی ولا یستطیع ۔ اس حدیث میں عورت کو ہدی کا حکم دیا ۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ منجملہ شروط کے امر ملتزم کو ترک کردیا ۔ اور حج کے کمال کی تتمیم دم سے ہوتی ہے اور دوسری جگہ عورت سے تین روزے رکھوائے وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ تنگدست تھی ۔

بَاب فی کراھیۃ النذر ،، امام صاحب کے نزدیک نذر عبادت ہے اگر نذر فی المعصیت نہ ہو ۔ اور حدیث میں کراہت نذر محمول ہے اسپر کہ ناذر نذر کو صارف تقدیر سمجھے ۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرمایا لا یغنی من القدر شیئاً ۔ چاہیئے کہ یوں نذر کرے اسلئے نذر کرتا ہوں کہ شاید تقدیر میں ہو کہ نذر سے یہ کام ہو جاوے گا ۔

صفحہ ۱۸۶ **باب** فی وفاء النذر ،، امام صاحب کے نزدیک کافر کی نذر منعقد نہیں ہوتی اسلئے بعد اسلام کے ادا کرنا لازم نہیں۔ اور آنحضرت صلعم کا حضرت عمر رض کو ایفاء کے واسطے فرمانا استحباباً تھا۔ اور بعض لوگ اعتکاف کے بغیر روزہ ہونے پر حضرت عمر رض کی حدیث سے حجت لاتے ہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ بعض روایات میں یوم بلیلۃ بھی آیا ہے۔ اور بعض میں صرف لیلہ ،، اسلئے ہم اسطرح پر جمع کرتے ہیں کہ عرب کے یہاں رات اصل ہے اور دن تابع ہے پس اصل کا خیال کر کے کہیں صرف رات کہدیا ہے اور مراد رات دن ہے۔ اور یہ اختلاف مبنی ہے اسپر کہ اقل اعتکاف شرعی کیا ہے۔

ابواب السیر

صفحہ ۱۸۸ **باب** من یعطی الفیٔ **قولہ** کان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یغزو بالنساء یعنی عورتوں کو جنگ میں ساتھ لیجاتے تھے۔

باب ھل یسھم للعبد **قولہ** فامرنی بطرح بعضھا الخ ای بطرح الکلمات لانھا لم تکن مناسبۃ للشرعیۃ ،،

باب فی اھل الذمۃ یغزون مع المسلمین **قولہ** عن ابی موسیٰ قال قدمت ،، حضرت ابو موسیٰ اپنی قوم کو ساتھ لیکر بعد فتح مکہ کے شامل ہوئے تھے۔ چونکہ قبل قسمت آئے تھے اسلئے انکو بھی حصہ ملگیا۔ یہ حدیث مناسب باب کے نہیں۔

صفحہ ۱۸۹ **باب** فی النفل **قولہ** تنفل سیفہ ،، یہ صرف آنحضرت صلعم کی خصوصیت تھی۔ **قولہ** وھو الذی رأی فیہ الرؤیا ،، حضرت نے اُحد کے دن خواب میں دیکھا کہ ایک تلوار میرے ہاتھ میں ہلتی ہے۔ پہلے ٹوٹ گئی پھر جڑ گئی اور میدان بدر کا یہ واقعہ خواب میں دیکھا تھا اور اس تلوار کا مصداق ذوالفقار تھی۔ چونکہ جنگ بدر میں اسکی تعبیر یہ تھی کہ شکست ہو کر فتح ہوگی۔ **قولہ** ینفل فی البدأۃ الربع وفی القفول الثلث ،، بدء اسکو کہتے ہیں کہ امام فوج کو آگے بھیجے کہ تم جنگ کرو ہم آتے ہیں اور قفول اسکو کہتے ہیں کہ امام فوج کو کہے کہ ہم چلتے ہیں تم پیچھے

فلاں قلعہ کو فتح کرکے چلے آئے۔ یہ بہت مشکل ہے۔ اور فصل کے معنے بدأ کے ہیں اس قول میں اذا فصل۔

باب ما جاء فی طعام المشرکین **قوله** ضارعت فیه النصرانیة لان النصاری یتحرجون عن طعام من لم یکن من ملتهم فقال لا یتخلجن فی صدرک شیء فشابهت بهم والمشابهة بهم لیس بمستحسن فقط علم ان ضارعت جواب النهی۔

صفحہ ۱۹۱ **باب** ما جاء فی قبول هدایا المشرکین۔ اصل بات یہ ہے کہ ہدیہ اگر بطور عجز اور مغلوبیت کے دیں وہ لینا جائز ہے اور اگر بطور محبت اور زیادتی مودت کے ہو وہ لینا جائز نہیں ہے۔ اب تدافع بین الحدیثین دور ہوگیا۔ نسخ کہنے کی کچھ حاجت نہیں رہی۔

باب ما جاء فی النزول علی الحکم۔ نزول علی الحکم اسکو کہتے ہیں کہ کفار قلعہ محصورہ سے اتر آویں۔ اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ امام کہے کہ تم میرے حکم پر اتر آؤ۔ اور دوسرے یہ کہ امام کہے کہ تم میرے حکم پر آؤ میں جو چاہوں سو کروں۔ پہلی صورت میں امن ہو جاتا ہے اور دوسری صورت میں امن اور قتل میں اختیار ہے اور یہاں کفار سعد بن معاذ کو اپنا حلیف خیال کرکے اتر آئے تھے اسلئے حضرت نے انسے حکم دریافت کیا تھا۔

صفحہ ۱۹۲ **باب** فی اخذ الجزیة من المجوس **قوله** انظر مجوس من قبلك۔ انظر بصیغہ امر ہے اور مجوس من قبلک مفعول۔

باب ما جاء فی بیعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم **قوله** قال کنا نبایعه۔ فیقول فیما استطعتم آنحضرت صلعم تعلیم فرماتے ہیں کہ بیعت کرو اطاعت کی فیما استطعتم اور علی ہذا عورتوں کو بھی فرمایا فیما استطعتن واطقتن۔

صفحہ ۱۹۲ **باب** ما جاء فی کراهیة المقام بین اظهر المشرکین۔ لفظ اظہر کا زائد آیا کرتا ہے۔ **قوله** فاعتصم ناس بالسجود، ای ناس من المسلمین الساکنین فی الکفار سجلا باعتماد ان یجتنبن القتلة عنهم ناجین عن القتل حیث نظروا ناسا یصلون لان الصلوة علامة الایمان

صفحہ ۱۹۳ **باب** ما جاء فی ترکة النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت فاطمہ وغیرہا کا سوال اسلئے تھا کہ شاید فرمان حضرت صلعم کا لا نورث مختص ہے باموال منقولہ کے ساتھ

اسلئے غیر منقولہ میں وہ جو سے کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے سمجھا دیا کہ عام ہے۔ پھر حضرت عمر رض کے وقت میں بھی تنازع اس غرض سے تھا کہ شاید حضرت عمر رض کے نزدیک ہو۔ پھر جب حضرت عمر رض نے تعمیم بیان فرمائی۔ انکو یقین ہوگیا کہ ہم خطا پر ہیں۔ مگر حضرت عمر رض نے عباس اور علی رضی اللہ عنہما کو زمین فدک کی تولیت دیدی تھی۔ حضرت علی کا عملدرآمد ہوا ہو گیا تھا عباس رض کو کوئی شخص نہیں جانتا تھا کہ انکی بھی تولیت ہے۔ اسلئے پھر تقسیم تولیت کے واسطے آئے تھے۔ حضرت عمر رض نے جواب دیا کہ تقسیم نہیں ہو سکتا اور نہ وقف نہیں رہے گا۔ اور حدیث ہذا میں اس آخریں نزاع کا بیان ہے۔

صفحہ ۱۹۲ باب۔ ماجاء قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولہ ان ہذہ لا تغزی بعد الیوم یعنی پھر اسمیں غزا نہوگی یعنی کافر مسلط ہو جاویں اور پھر مسلمان جہاد کریں گے کہ یہ بات نہوگی اور مخلوقات کی غرض حقیقت نہیں۔

باب فی الساعۃ الخ۔ ۔۔۔ اسمیں حسن غلطہ نہیں۔

صفحہ ۱۹۳ باب۔ ماجاء فی وصیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القتال قولہ ثلث خصال تیسری خصلت فضیلت جزیہ ہے مگر وہ اس روایت میں متروک ہے۔

ابواب فضائل الجہاد

صفحہ ۱۹۳ باب۔ ماجاء فی فضل الصوم یہاں صوم و نفقہ و خدمت فی الجہاد مراد ہے ورنہ مناسبت ابواب الجہاد سے نہیں۔

صفحہ ۱۹۴ باب۔ ماجاء فی من شاب شیبۃ۔ جو شخص بوڑھا ہو اسیقدر مرحلہ جہاد اسلام سے جہاد ہی مستفاد ہوتا ہے۔

صفحہ ۱۹۵ باب۔ فی الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ قولہ ولقاب قوسین احدکم او موضع ۔۔ یعنی جگہ بقدر کمان، یا جگہ ہاتھ رکھنے کیقدر۔

باب فضل الشہداء قولہ ورجل مومن جید الایمان ولقی العدو فکانما یضرب جلدہ

بشوك طلع من الجبن، یعنی دشمن سے ملا اس حال میں کہ بسبب نامردی کے ایسا گھبراتا تھا جیسے کسی کی جلد پر طلع کا کانٹا مارا جاوے **قوله** وقال عطاء بن دینار لیس به بأس، قال کی ضمیر محمد بن اسمعیل بخاری کیطرف راجع ہے۔

صفحہ ۲۰۰ **باب** ماجاء فی الرجل یبعث سریة۔ باب اسکا کہ ایک رجل سریہ بنا کر بھیجا جاوے۔ اور سریہ جیش سے ایک دو تک بھی اطلاق آتا ہے۔

باب ماجاء فی الصف والتعبیة **قوله** وحین رأیته کان حسن الرای، رأیته اور کان اور ضعف، کے ضمائر محمد بخاری کیطرف راجع ہیں۔

صفحہ ۲۰۲ **باب** ماجاء فی الثبات **قوله** ولم یر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانا فیہ ہے۔ **قوله** فتلقاهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایکدن شہر مدینہ کے باہر کچھ شور و غل معلوم ہوا۔ آنحضرت صلعم ابوطلحہ کے گھوڑے پر جسکو لوگ بسبب چال کے کم ہونے کے مندوب کہتے تھے سوار ہو کر تنہا چلے گئے اور لوگونکو لوٹتے وقت ملے اور فرمایا کہ واپس چلو کوئی خوف کی بات نہیں، اور لوگ اس گھوڑے کو مندوب کہتے تھے ہمنے تو اسکو دریا پایا خدا کی قدرت اس روز سے دریا ہی ہو گیا۔ مندوب یعنی ردکیا گیا۔

باب ما یستحب من الخیل **قوله** خیر الخیل الادهم الاقرح الارثم، یعنی اچھا گھوڑا کالا ہے جسکی پیشانی سفید، الارثم یعنی اوپر کا لب بھی سفید ہو سفیدی اوپر کے لب تک کھیدی ہو۔ **قوله** ثم الاقرح المحجل طلق الیمین، یعنی پھر سفید پیشانی تین پاؤں سفید طلق الیمین یعنی داہنا ہاتھ مطلق ہو۔ یعنی بدن کے رنگ ہو۔ **قوله** فان لم یکن ادهم فکمیت۔ علی هذه الشیة یعنی اگر نہیں تو کمیت ہو اسی طریقہ پر یعنی کمیت کے ساتھ بھی یہی دونوں قسم اسیطرح ہوں جیسے ادہم کی ملائی گئی۔ **قوله** ما اختصنا، ای علی وجه التاکید،،

صفحہ ۲۰۶ **باب** ماجاء فی الثوب الاحمر للرجال **قوله** بعید ما بین المنکبین

یعنی مابین المنکبین جگہ دور تہی سینہ کھلا تہا۔ لم یکن بالقصیر ولا بالطویل اسی کا بیان ہے۔

صفحہ باب۔ ماجاء فی ذیول النساء قولہ قال یرخین شبرا۔ اپنی نصف ساق سے نیچے ایک بالشت چھوڑلیں، کہا پاؤں ننگے ہونگے فرمایا دو بالشت چھوڑلیں۔ قولہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم شبر لفاطمۃ شبرا من نطاقہا، نطاق اسکو کہتے ہیں کہ کپڑے کے اوپر سے باندھکر اسکا اوپر کا پلہ نیچے چھوڑ دیا جائے۔ اور نطاق ازار بند کو بھی کہتے ہیں۔ یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نطاق باندھکر بالشت سے اندازہ کرکے بتلادیا کہ یہانتک رکھا کرو۔

صفحہ باب۔ ماجاء فی الخضاب قولہ الحناء والکتم ملاکر لگاتے تھے یا یہ کہ الگ الگ کیونکہ صرف کتم سے پوری سیاہی نہیں ہوتی ہے کہ حنا پہلے لگائی جاوے۔

باب۔ فی الجمۃ واتخاذ الشعر قولہ اسمر اللون۔ اسمر نام ایک رنگ کا ہے کہ جسمیں سرخی سیاہی مائل ہوتی ہے۔ جہاں اسمر اللون آیا ہے وہاں صرف سرخی ہی مراد ہے۔ اب دوسری روایات کے مخالف نہوگا۔

باب۔ الاحتباء بالثوب، احتبا اسکو کہتے ہیں کہ غرارہ دار پاجامہ یا تہ بند باندھکر ٹانگیں کھڑی کرکے بیٹھے جسمیں شرمگاہ کھلجانے کا خوف ہے +

وتم بالخیر بعون اللہ وتوفیقہ تقریر الترمذی من الجلد الاول ویلیہ الثانی فالحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔

المجلد الثانی

ابواب الطب

صفحہ [illegible] باب ـ من قتل نفسه بسم وغیرہ ،، خالدًا مخلدًا کے معنے دوام عالم برزخ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ ابد کا اطلاق بہت سے معانی پر آتا ہے ـ مثلاً امور مستمرہ دنیاوی کو دائم و ابد کہتے ہیں ـ

باب ـ کراھیة التداوی بالمسکر قوله ولکنها داء الخ یعنی دوا ہونا غرض نہیں ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ اسمیں اسقدر مضرت ہے کہ جسکی وجہ سے دوائیت مغلوب ہوگئی سو اب وہ داء بنگئی ہے ـ

صفحہ [illegible] باب ـ ما جاء فی السعوط واللدود ـ لدود اسکو کہتے ہیں کہ دائیں یا بائیں کروٹ پر لٹا کر دوائی حلق میں ڈالیجاوے ـ اور کبھی مطلق دوائی ڈالنے کو بھی کہتے ہیں ـ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب کو لدود کروانا بطور قصاص نہ ہو سکتا تھا ـ کیونکہ آپ کے خلق عظیم سے یہ امر بعید ہے ـ بلکہ وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلعم نے دوائی ڈالنے سے منع فرما دیا تھا ـ باوجود منع کے صحابہ نے لدود کیا ـ حکم الٰہی یوں ہوا کہ ان لوگوں نے ہمارے رسول کے خلاف کیا ہے انکو لدود کرواؤ تاکہ مخالفت کی سزا ملے ـ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسلیئے چھوڑ دیئے گئے کہ وہ حضرت کے مشورے میں شریک نہ تھے ـ اور شرعًا وہ ماخوذ ہوتا ہے کہ جو مباشر کسی فعل کا ہو نہ کہ مشیر ـ

باب ـ ما جاء فی ترک الرقیة ،، اصل یہ ہے کہ توکل تین قسم ہے ـ ایک وہ کہ بابة الحیات

کو چھوڑ کر توکل کیا جاوے یہ توکل حرام ہے۔ جیسے کوئی مطلق کھانا چھوڑ دے دوسرے توکل ایسی چیز سے کیا جاوے جسکا نفع محسوس اور اغلب ہے مثلاً دوائی یہ توکل اعلیٰ درجہ کا ہے تیسرے توکل ایسی چیز سے کیا جاوے جسکا نفع عقل سلیم میں نہیں ہوتا۔ یہاں آنحضرت صلعم نے رقیہ اسلئے منع فرمایا کہ جب یہ شخص ایسے اسباب کیطرف مائل ہے تو معلوم ہوا کہ بالکل گرا ہوا ہے غریق کیطرح ادھر ادھر پاؤں مارتا ہے۔ "کمأۃ" یعنی کھیتی جو کہ موسم برسات میں زمین سے نکلتی ہے "درمن" ایک گھاس مشہور ہے۔ اسکی ہندی اساتذہ نے نہیں بتلائی۔

صفحہ ۲۹ **باب** ماجاء فی العسل **قولہ** کذب بطن اخیک۔ اسلئے کہ درحقیقت کثرت اسہال شفا کیواسطے تہا۔ بظاہر زیادتی معلوم ہوتی تھی۔ "ترتس" سپر یعنی ڈھال۔

ابواب الفرائض*

صفحہ ۳۰ **باب** ماجاء فی میراث الاخوۃ من الاب والام عن جابر بن عبد اللہ" دراصل اسوقت انکے کوئی اولاد نہ تھی۔ نو ہمشیرہ تہیں انہیں سے دو کی شادی ہو چکی تہی باقی ہمشیرہ بلا نکاح تہیں۔ جب بیمار ہوئے بسبب شدت بیماری کے انہیں کیواسطے مسئلہ دریافت کرتے تہے اور انکو ولد مجازاً کہدیا جیسے ہندی زبان میں سبکو بچہ علی العموم کہدیتے ہیں۔ **قولہ** فنزلت یوصیکم اللہ" یعنی باعتبار اپنے منتہٰی کے جو کہ اسی صورت کے اخیر میں ہے یعنی "یستفتونک" ورنہ یوصیکم اللہ" اس واقعہ سے پہلے اتری ہے۔ اس مضمون کی شاہد اگلی حدیث ہے۔

صفحہ ۳۱ **باب** میراث الجدۃ **قولہ** ثم جاءت الاخریٰ تخالفہا" یعنی پھر حضرت عمرؓ کیوقت اسکی مخالف جدہ آئی۔ اگر یہ جدہ لاب تہی تو وہ جدہ لام تہی۔ یا بالعکس۔ **قولہ** وزاد فی یعمر عن الزہری" سفیان کہتے ہیں کہ میرے استاد بھائی معمر نے زہری سے یہ لفظ زیادہ کئے ہیں۔ اور مجہکو زہری سے یاد نہیں اور وہ لفظ یہ ہیں "فان اجتمعتما" یعنی اگر تم دونوں جمع ہو اور پہلے درجے میں ہو کیونکہ جدۃ الجدہ کو میراث نہیں پہنچتی۔

باب ماجاء فی میراث الجدۃ مع ابنہا **قولہ** قال فی الجدۃ مع ابنہا" یہ امر خلاف مذہب

ائمہ ہے۔ اسکی تاویلات بہت ہیں۔ مگر عمدہ تاویل یہ ہے کہ جدہ ام الام تھی اور اسکا ابن میت کا ماموں تھا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ماموں نانی کا حاجب نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ وہم تھا کہ جیسے جدہ لاب کا حاجب ابن ہوتا ہے ویسے ہی شاید یہ بھی ہو۔

صفہ ۳۳ **باب** ماجاء فی ابطال المیراث بین المسلم والکافر۔ امام صاحب کے نزدیک مرتد بمنزلہ میت کے ہے کیونکہ شرعاً اسکو ارتداد پر قرار نہیں ہے اسلئے مسلم مرتد کا وارث ہوتا ہے ولاعکس لان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ۔

ابواب الوصایا

صفہ ۳۳ **باب** ماجاء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یوص **قولہ** قلت وکیف کتب الوصیۃ۔ یعنی کہا کہ اگر آنحضرت صلعم نے وصیت نہیں کی تو وصیت ضروری کیوں ہوئی اور ہم لوگ مامور کیوں ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت نے وصیت مطلق ترک نہیں کی۔ کتاب کی وصیت کی کہ اسپر عمل کرنا۔ پہلے انہوں نے وصیت بالمال کی نفی کی تھی اسلئے کہ انبیا کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے سامع نے مطلق کی نفی سمجھ لی۔

صفہ ۳۳ **باب** ماجاء لا وصیۃ لوارث **قولہ** وھی تقصع بجرتہا۔ یعنی جگالی کے لقمے کو چباتی تھی مگر لعاب ایک طرف کو پڑتا تھا یہ مطلب نہیں کہ عین کندھے پر پڑتا تھا۔

صفہ ۳۴ **باب** ماجاء فی الرجل یتصدق او یعتق عند الموت **قولہ** فقال اما انا فلو کنت لم اعدل بالمجاھدین۔ یعنی ابو درداء نے کہا کہ اگر میں تیری جگہ وصی ہوتا تو مجاہدین کے برابر کسی کو نکرتا گویا اشارہ کردیا کہ مجاہدین کو دینا چاہئے۔

صفہ ۳۵ **باب** ماجاء فی القافۃ۔ زید بن الحارثہ حر الاصل تھے۔ کفار نے کسی طرح انکو غلام بنا کر بیچ ڈالا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا نکاح ایک حبشن ام ایمن سے کردیا اس سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔ چونکہ حضرت زید سرخ رنگ تھے اور حضرت اسامہ بسبب والدہ کے کسیقدر سیاہ رنگ تھے اسلئے بعض عرب کہتے تھے کہ یہ زید کا بیٹا نہیں۔ اگرچہ آنحضرت

کو پہلے سے یقین تہا کہ یہ زید کا نطفہ ہے۔ مگر مجزز کے کہنے سے اسلئے خوش ہوئے کہ اب لوگوں کا طعن نہوگا۔ نہ یہ کہ آنحضرت صلعم نے قائف کے قول سے یقین کیا فاندفع استدلال الشافعیہ کہ وہ قائف کے قول سے نسل کا اثبات کرتے ہیں۔

ابواب القدر

صفحہ ۳۵ **باب** ماجاء فی الشقاء **قوله** قال وکیع الا ما قد کتب یعنی وکیع الا ما قد علم کی جگہ الا ما قد کتب بیان کرتے ہیں۔ باقی عبارت مقعدہ الخ مشترک ہے۔

صفحہ ۳۶ **باب** انما الاعمال بالخواتیم ؞ اس حساب سے خلقت بہت مہینے میں پوری ہوتی ہے اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دو مہینے میں خلقت تمام ہو جاتی ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ کلیہ نہیں ہے مہمل ہے۔ یہ اس حمل کا حال بیان فرمایا ہے جسکی مدت دو سال ہوا ورہم اکثر نو مہینے کا حمل دیکھتے ہیں۔

باب ماجاء کل مولود یولد علی الفطرۃ **قوله** فمن هلك قبل ذلك ؞ یعنی جو شخص شرک سے پہلے مرگیا اسکا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا جانے کہ وہ بڑا ہو کر کیا عمل کرتا کیونکہ بچہ کا عمل کے سبب حال معلوم ہو سکتا ہے۔ اور اسکا عمل معلوم نہیں پس ہاں کچہ نہیں کہہ سکتا۔ یا اسوقت کا ذکر ہے کہ جبتک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی کے نہ معلوم ہوا تہا بعدہ بذریعہ وحی کے معلوم ہو گیا۔

صفحہ ۳۷ **باب** ماجاء لاعدوی ولا ہامۃ ولا صفر ؞ ہامہ الو کو کہتے ہیں کہ اسکے سبب سے لوگ آبادی ویران ہونیکا زعم کرتے تھے۔ صفر نام ہے ایک مہینے کا قمری مہینوں سے جسکو ہندی میں تیرہ تیزی کہتے ہیں۔ محرم کے ماہ کے بعد اور ربیع الاول سے پہلے ہوتا ہے کہ لوگ اس ماہ کو منحوس سمجہکر گھونگنی غلہ کی پکا کر تقسیم کرتے ہیں اور یہ ہی معنے ہو سکتے ہیں کہ انکے زعم میں یہ تہا کہ ایک جانور آدمی کے اندر ہوتا ہے جہوک کیوقت بسبب قرب کے دوسرے کے شکم میں چلا جاتا ہے **قوله** البعیر اجرب الحشفۃ ید بنه ؞ یعنی اونٹ کھجلی والے کو ہم باڑے میں

یعنی شتر گاہ میں لے جاتے ہیں، دبن کے معنے شتر گاہ کے ہیں اور اجرب الحشفہ اسواسطے کہا کہ
اونٹ کو اول حشفہ سے جرب ہونی شروع ہوتی ہے۔

صفہ۳ باب ماجاء فی الرضاء بالقضاء باب قولہ فلقیت عطاء بن رباح الخ
سورہ زخرف کی اس آیت پڑھانے سے غرض یہ تھی کہ ام الکتاب کے معنے بیان کئے جاویں
جس سے قدر کا ثبوت ہے۔

ابواب الفتن

باب ماجاء فی تحریم الدماء والاموال قولہ حدثنا الخ قولہ لایجنی جان الا علی نفسہ
قریش کی عادت تھی کہ جب کسی قبیلہ کا کوئی آدمی جنایت کرے تو اس قبیلے کا جو شخص ملے
اسکو قتل کر دیتے تھے آپ نے رد کر دیا کہ کوئی کسی پر جنایت نہیں کرتا یہانتک کہ والد اور مولود
ایکدوسرے کے عوض پر مجنی علیہ نہیں ہوسکتے۔

باب ماجاء لایحل لمسلم ان یروع مسلما۔ یعنی مسلمان کو گھبراہٹ میں ڈالنا حلال نہیں
قولہ لاعبا جادا۔ ای لالاعبا ولا جادا۔

صفہ۳۹ باب النہی عن تعاطی السیف مسلولا۔ یعنی ایک کا دوسرے کو تلوار غلاف
سے جدا کرکے دینا، اسکی ممانعت اسلئے ہے کہ لگنے کا احتمال ہے۔

باب ماجاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر۔ یعنی عذاب کا اترنا جبکہ امر منکر دیکھکر تغیر
نہ کیا جاوے۔ قولہ عن ابی بکر الصدیق رضہ انہ قال یاایہا الناس الخ اس حدیث کا دوسرا
مضمون یہ ہے کہ اے ایمان والو اپنے نفسوں کو لازم کرو جب تم ہدایت والے ہوگئے تو جو
شخص گمراہ ہے وہ تمکو ضرر ندیگا اس سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی منکر کو دیکھکر کچھ کہو
مت تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا اسلئے حضرت صدیق نے فرمایا کہ تم صدر آیت کو پڑھا کرتے ہو
اسکا ظاہر مطلب نہ سمجھنا کہ ہمیں منکر امر دیکھکر خاموش رہنے سے کچھ نہ ہوگا۔ بلکہ حدیث میں
یوں آیا ہے۔ اذا راٰوا الظالم الخ باقیماندہ آیت اور حدیث میں تخالف نہیں۔ کیونکہ اہتدیتم

کا مصداق جب ہو سکتا ہے کہ اس حدیث پر عملدرآمد کرے۔

باب الامر بالمعروف **قولہ** اولیوشکن اللہ، منفصلہ مانعۃ الخلو ہے۔ اور اذا اکثر نسخوں میں غلطی سے متروک ہے **قولہ** وتجتلد وا بسیوفکم، یعنی اپنی تلواروں سے بہادری ظاہر کرو۔ **قولہ** انہ ذکر الجیش الذی الخ یعنی اس لشکر کا ذکر کیا گیا جو کہ بسبب چڑھائی کرنے کعبہ شریف کے خسف کیا جاوے گا۔ انمیں جو لوگ اکراہ سے شامل ہونگے انکا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ وہ عذاب سے نہ بچینگے مگر بعد موت کے اپنی نیت پر مبعوث ہونگے۔ یعنی کچھہ مواخذہ نہوگا۔

باب ماجاء فی تغیر المنکر **قولہ** فقال ابوسعید اما ھذا فقد قضی ما علیہ، ابوسعید نے فرمایا کہ اس شخص نے جو حق کہ اسکے ذمہ پر تہا پورا کردیا کیونکہ امر منکر دیکھکر منع کیا۔

صفہ **باب** منہ **قولہ** کمثل قوم استھموا، یعنی مثل اس قوم کے ہے کہ قرعہ ڈالکر کوئی اوپر چڑھا کوئی نیچے۔

باب سؤال النبی صلعم **قولہ** سنۃ عامۃ، یعنی قحط عام کہ جس سے تمام امت کی بیخ کنی ہو جاوے۔ **قولہ** ورجل اخذ فرسہ یخیف العدو، یعنی رباط پر بیٹھا ہو۔

باب ماجاء فی رفع الامانۃ، امانت کے یہ معنے ہیں کہ حقدار کو ایصال حق کیا جاوے خواہ اہل حق شارع ہو یا خلق اللہ **قولہ** حدثنا ھناد الخ یعنی حضرت نے ہمکو دو حدیثیں بیان کیں۔ ایک کو دیکھہ چکا ہوں دوسری کا منتظر ہوں۔ ایک یہ حدیث بیان کی تہی کہ امانت لوگوں کے دلوں کے وسط میں نازل ہوگئی۔ پھر قرآن اترا اور لوگوں نے پڑھا اور سنت کو سیکھا، یہ تو گویا امانت کا اترنا تہا۔ پھر امانت کے رفع کی خبر دی، فرمایا آدمی تھوڑا سا سوے گا۔ اور جب بیدار ہوگا امانت اسکے دلمیں سے جاتی رہے گی۔ صرف اسکا اسقدر اثر باقی رہیگا جیسے گٹھا ہاتھہ میں بسبب کام کے پڑجاتا ہے۔ کہ اوپر سے کسیقدر ناقص ہے مگر جزو بدن ہے اور کام کے لائق ہے۔ پھر تھوڑا سا سوئے گا امانت جاتی رہیگی صرف اسقدر اثر باقی رہیگا جیسے آبلے کا اثر کہ کوئی چنگاری تیرے پاؤں پر رڑکی پس آبلہ ڈالدے فتراہ منتبرا یعنی تو اسکو اونچا دیکھتا ہے کہ خوب بلند جگہ ہورہی ہے اور حال یہ ہے کہ اسمیں سوائے مادہ

فاسدہ کے کچھ نہیں ہے۔ پھر حضرت نے کنکر لیکر پاؤں پر لڑکائی گویا نقشہ کھینچکر بتلادیا۔ کتنا
پھر بیع کرینگے لوگ خرید وفروخت کرتے ہوئے کوئی ایسا نہ ہوگا جو امانت ادا کرے، یہانتک
کہ کہا جاویگا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امین آدمی ہے، یعنی بہت کم آدمی امین ہونگے اور یہانتک ہوگا
کہ آدمی کو کہا جاویگا کہ کسقدر بہادر اور ظریف اور عاقل ہے اور حالانکہ اسکے دلمیں ایک ذرہ ایمان
نہوگا۔ اور تحقیق میرے پر ایک زمانہ آیا کہ کچھ نہیں پرواہ کرتا تھا جس سے چاہتا تھا بیع وغیرہ کرتا
تھا کیونکہ اگر مسلمان ہوتا تو اسپر بدگمان ہونیسے اسکا دین روکتا تھا اور اگر یہودی یا نصرانی ہوتا
تو اسکا ساعی یعنی ذمہ دار یا ذمی ہونا مجھکو ظن فاسد سے روکتا تھا۔ بہرحال آجکے روز میں تم سے
بیع نہیں کرتا مگر فلاں فلاں سے۔

صفحہ ۴۱ **باب** لتركبن سنن من كان قبلكم، یعنی تم اپنے سے پہلے لوگوں یہودی
اور کافروں کی سنت اختیار کروگے جیسے حدیث سے معلوم ہوا کہ انواط کی خواہش صحابہ نے کی تھی۔

باب ما جاء فی کلام السباع، عذبۃ، اس پھندنے کو کہتے ہیں کہ کوڑے کے سرپر ہوتا ہے۔

صفحہ ۴۱ **باب** فی الخسف **قوله** ونار تخرج من قعر عدن، بعض روایات میں حضر موت
ہے اسمیں تخالف نہیں ہے کیونکہ عدن سے اٹھے گی اور حضر موت سے ہوکر عالم کو جمع کرکے
شام میں لیجاویگی۔

باب ما جاء فی طلوع الشمس **قوله** فانها تذهب، یعنی آفتاب جاتا ہے تاکہ اذن لیکر
عرش کے نیچے سجدہ کرے۔ پس اسکو اذن دیا جاتا ہے۔ **قوله** وکانها قد قيل لها، یہ مبالغہ
ہے گویا کہ اسکو کہدیا گیا ہے کہ طلوع کر ادھر کو جدھر سے آیا ہے۔

باب ما جاء فی خروج یاجوج وماجوج **قوله** ويل للعرب من شر، یعنی ویل ہے عرب
کیلئے شر سے جو کہ قریب آگئی ہے۔ آجکے دن یاجوج ماجوج کی دیوار میں سے اسقدر کھل گیا
ہے۔ اور سبابہ کو انگوٹھے کی گرہ پر ضم کرکے بتلادیا اور یہی عقدہ عشرہ کا ہے۔

صفحہ ۴۱ **باب** ما جاء فی الاثرۃ، اس صحابی کی تسلی یوں کردی کہ تو حوض کوثر پر
مجھے ملیگا اور یہ اشارہ کردیا کہ ابھی سے تیرا یہ حال ہے باوجودیکہ کوئی آثار اثرہ کے نہیں ہیں۔ اگر
وہ وقت ہوا تو کیا کرے گا۔

صفہ ۴۳ **باب** ماجاء ستکون فتنۃ کقطع اللیل المظلم، قریب ہے کہ فتنہ ہوگا مثل قطع رات کے، یعنی اسقدر تاریکی ہوگی جیسے بسبب قطعہ رات کے، ہوتی ہے **قولہ** فسبحان اللہ ماذا انزل اللیلۃ من الفتنۃ، ای انزل فی علمی، یعنی مجھکو انکے نزول کا علم دیا گیا ہے وکذلک الخزائن یارب کاسیۃ میں رب تکثیر کے واسطے ہے۔

باب ماجاء فی اتخاذ السیف من الخشب، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد معنی مجازی تھے بعضوں نے حقیقی تصور کیا تھا چنانچہ اہبان نے حقیقتاً لکڑی کی تلوار بنا رکھی تھی۔

صفہ ۴۴ **باب** حل تشاقیات، ڈومنی گانے والی، معازف، وہ ساز ہے کہ جو ہاتھ سے بجایا جاتا ہے۔ مزامیر، وہ ہے جو منہ سے بجایا جاوے۔

باب ماجاء فی قول النبی صلعم **قولہ** فما فضل احدھما علی الاخری، یعنی احدہما کا آخر پر کچھ فضل معتدبہ نہیں ہے۔

باب ماجاء اذا ذھب کسری فلا کسری بعدہ، یعنی جب کسریٰ چلا گیا پھر ان میں کسریٰ کا لقب نہ رہیگا اسلئے کہ پھر سلطنت اسلام ہو جاویگی۔

صفہ ۴۵ **باب** ماجاء فی ثقیف کذاب ومبیر، یعنی ثقیف قبیلہ میں ایک کذاب اور ایک مبیر یعنی ہلاک کرنیوالا ہوگا۔ **قولہ** ما قتل الحجاج صبراً، یعنی باندھکر یا قتل۔

باب ماجاء فی الخلفاء **قولہ** اثنا عشر امیراً، یعنی بارہ امیر سے کم ہونگے زیادہ کی نفی لازم نہیں آتی۔ یا یہ کہ بارہ خلفاء ہونگے۔ یعنی خلفاء کی عادت پر ہونگے۔ بعض نے یزید وغیرہ کو بھی شمار کیا ہے۔ کیونکہ اقامت حدود شرعیہ میں یہ لوگ مثل خلفاء کے تھے۔ بعض نے یوں کہا ہے کہ اتصال ضروری نہیں۔ انہوں نے یزید اور مروان وغیرہ فساق کو خارج کیا ہے۔ **قولہ** فسألت الذی یلینی، یعنی جب میں نے حضرت کی بات نہ سنی تو جو شخص میرے پاس تھا اس سے دریافت کیا۔

باب ماجاء فی الخلافۃ **قیل** لعمر بن الخطاب الخ حضرت عمر رضہ نے جواب دیا کہ اگر خلیفہ کردوں تو جائز ہے کیونکہ ابوبکر صدیق رضہ نے خلیفہ کیا اور اگر نکروں تو بھی جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے علے الاعلان کوئی خلیفہ نہیں کیا۔ مگر سنت حضرت کو پسند کرتا ہوں۔

صفحہ باب ماجاء ان الخلفاء من قریش۔ یعنی خلافت حق قریش کا ہے متغلب ہو کر خواہ کوئی چھین لے۔

صفحہ باب ماجاء فی المھدی۔ بعض روایات میں امام مہدی کے پانچ برس آئے ہیں اور بعض میں سات برس اور بعض میں نو برس۔ پس وجہ توافق کی یہ ہے کہ جنہوں نے پانچ برس کہے باعتبار جہاد کے کہا، اور کیونکہ جہاد پانچ برس تک کرینگے۔ جنہوں نے سات برس کہے انہوں نے دو برس خلافت کے جسمیں بسبب اشاعت اسلام کے جہاد نکرینگے وہ بھی شامل کر لیا۔ اور جنہوں نے نو برس کہا ہے وہ ان دو برس کو بھی شمار کرتے ہیں جسمیں حضرت عیسے علیہ السلام کی تبعیت میں رہینگے۔

باب ماجاء فی الدجال قولہ ومن سمع کلامی۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد خضر علیہ السلام ہیں۔ اور ممکن ہے کہ عالم جنات میں کوئی صحابی باقی رہے۔ قولہ تقاتلکم الیہود، حضرت عیسے علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا جب دجال کو مار کر فارغ ہونگے۔

صفحہ باب ماجاء فی علامات خروج الدجال، الملحمۃ العظمی، جنگ عظیم اس سنے اور فتح قسطنطنیہ سے مراد حضرت امام مہدی کے فتوحات ہیں۔

باب ماجاء فی فتنۃ الدجال فخفض فیہ ورفع، یعنی اونچ نیچ بیان کی۔ فافترقنا، یعنی آنحضرت صلعم کے پاس سے ہم لوگ چلے گئے، ثم رحنا، یعنی پچھلے پہر کیوقت آئے۔ قال غیر الدجال اخوف لی علیکم، یعنی مال کہ اسکے سبب بہت فساد اور شر پیدا ہوتے ہیں۔ قولہ فانا حجیجہ ای المخاصم، قولہ شاب قطط، یعنی جوان گھنگرو والے بال۔ قولہ فعاث، ای اوقع الفساد، قولہ یوم کسنۃ الخ تقریباً ساڑھے چودہ مہینے ہوتے ہیں۔ قولہ ثم یدعو رجلا شابا، یہ خضر علیہ السلام ہیں کہ اسکے بیچ میں سے دو ٹکڑے طولانی جانب سے کردیگا۔ قولہ یتھلل وجھہ، ای یضحک۔ انا حاکاً بالدجال قولہ اذا طأطأ راسہ۔ یعنی جب نیچا کرے منہ اپنا اور جسوقت اٹھاوے اسکو متقاطر ہوگا اسمیں سے موتی چاندی کا اور مثل لولو کے صفائی اور ملاحت میں عرب لوموتی کے ساتھ تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ قولہ بشرقی دمشق، اکثر روایات سے ثابت ہے کہ نزول حضرت عیسی علیہ السلام کا بیت المقدس میں ہوگا۔ اسلئے معنے یہ

ہیں کہ بیت المقدس کے مشرق کے منارے کی ہو کہ جانب دمشق واقع ہے۔ کیونکہ دمشق بیت المقدس سے مشرق کیجانب ہے **قولہ** ورنجہ نفسہ، یعنی سانس کی ہوا انتہا نظر تک جاوے گی **قولہ** ثم یمر تبہا، یعنی اسپر انکی دوسری جماعت گذریگی۔ چونکہ پہلی جماعت خالی کرگئی ہوگی اسلیئے دوسری جماعت کہے گی شاید کبھی اسمیں پانی ہوگا۔ **قولہ** ولا یکن لیعنی کوئی مانع بیت وبر یعنی خیمہ کو اور اینٹ کے گھر کو نہ چھوڑیگی۔ **قولہ** نشاب، بمعنے نیزہ اور یہاں تیر کے معنے ہیں۔ **قولہ** فیصبحون فرسی، فرسی کے معنے پچھڑے ہوئے۔ **قولہ** کالزلفة، اسے مثل عروس آراستہ، **قولہ** فیومئذ تاکل العصابة، یعنی اسدن ایک جماعت ایک انار سے سیر ہو جاوے گی اور اسکے چھلکے کی ٹوپی سے سایہ کرینگے۔

صفحہ **باب** ماجاء فی صفة الدجال **قولہ** کانہا عنبة طافیة۔

باب ماجاء ان الدجال لایدخل المدینة، قال الایمان یمان، یعنی یمن والے بہت صاحب ایمان ہیں اسلیئے انسبت کردیا ہے اس سے غیر کی نفی لازم نہیں آتی یا یہ کہ مدینہ مکہ سے یمن کیجانب ہے اور وہاں ایمان کو ترقی ہوتی ہے۔ **قولہ** والسکینة لاهل الغنم، یعنی بکری والوں میں غرور نہیں ہوتا اور فخر اور ریا چلانے والوں میں ہے۔ ایک صاحب خیمہ اور دوسرے صاحب وبر یعنی مالک شتر **قولہ** اذا جاء دبر احد، یعنی احد پہاڑ کے پیچھے آویگا۔

باب ماجاء فی ذکر ابن صیاد **قولہ** اما نحجاجا واما معتمرین، یعنی ہم اسوقت حاجی تھے اور یا عمرہ ادا کرتے تھے **قولہ** لقد هممت ان اخذ حبلا، یعنی میں قصد کرتا ہوں کہ ایک رسی لوں اور درخت سے باندھکر پھانسی لوں، بسبب اسکے کہ لوگ مجھکو دجال کہتے ہیں اور میرے بارے میں بہت کچھ بیان کرتے ہیں۔ بتائیے تو سہی اگر کسی اور پر میرا حال پوشیدہ ہو تو ہو مگر تم پر کیسے پوشیدہ ہو سکتا ہے۔ **قولہ** الست من اهل المدینة الخ کیا میں اہل مدینہ میں سے نہیں ہوں۔ اور اسوقت تمہارے ساتھ مکہ کو نہیں جا رہا ہوں؟ کہا ابو سعید نے ہمیشہ راستے بھر یہی باتیں کرتا گیا یہانتک کہ میں نے کہا کہ یہ بہتان لگایا ہے۔ تو دجال نہیں ہے۔ پھر کہا اے ابو سعید میں تمکو خبر سچی بتاتا ہوں، میں اسکے باپ کو اور اسکو جانتا ہوں۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اب کہاں ہے۔ ابو سعید ڈر گئے کہ شاید یہی نہو۔ کہا خدا تجھکو ہمیشہ

ہلاکت میں ڈالے۔ اور حضرت عمرؓ کا مذہب یہ ہے کہ یہ دجال موعود ہے۔ اور تمیم داری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کوئی اور ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کی دلیل یہ ہے کہ بعد حدیث تمیم داری کے بیں قسمیں کھاکر ابن صیاد کو دجال کہتا رہا آنحضرت صلعم نے منع نہ فرمایا اور ممکن ہے کہ تمیم داری کو عالم مثال میں اسکی روح دکھائی گئی ہو بسبب کسی مصلحت کے۔ **قولہ** قال ابن صیاد یاتینی صادق وکاذب،، یعنی مجھکو کوئی بات سچی معلوم ہو جاتی ہے، اور کوئی جھوٹی **قولہ** خلط علیک الامر، یعنی امر مخلوط ہے سچ اور جھوٹ میں **قولہ** انی خبأت لک الخ فرمایا تحقیق ہیں نے تیرے امتحان کیواسطے اپنے دلمیں ایک بات پوشیدہ کی ہے اسکو بتا، اور وہ آیت یوم تاتی السماء بدخان، کو پوشیدہ کیا تھا **قولہ** اخسأ فلن تعدو قدرک، یعنی مردود ہو تو اپنی قدر سے تجاوز نکریگا۔ کتاب میں یہ لفظ اخسأ متروک ہوگیا قلمی نسخوں میں موجود ہے۔ **قولہ** قال اری صادقین وکاذبا الخ کہا میں دیکھتا ہوں ایک سچی بات اور دو کاذب، اور دیکھتا ہوں دو سچی اور ایک جھوٹی **قولہ** فودعاہ، یعنی چھوڑ دیا اسکو حضرت عمر نے اور حضرت ابو بکر نے اور حضرت نبی صلعم نے **قولہ** ولہ ھمھمۃ، یعنی اسکو کوئی آواز آتی تھی یعنی کوئی خبیث اسکو کوئی خبر دے رہا تھا **قولہ** وانہ یدخل الامصار کلھا الا طائبۃ، بفتح طاء وسکون باء طابیۃ ھو المدینۃ،،

صفحہ۵ **باب** حدثنا محمود بن غیلان الخ **قولہ** قال حذیفۃ فتنۃ الرجل الخ حذیفہ نے خیال کیا تھا کہ حضرت عمرؓ چھوٹے فتنونکا سوال کرتے ہیں، فرمایا رجل کا فتنہ جو اہل وعیال وغیرہ میں ہے۔ اسکو نماز وغیرہ عبادات کفارہ کردیتی ہیں **قولہ** فقال عمرؓ یعنی کہا حذیفہؓ نے وہ دروازہ عمرؓ ہے۔ مگر ظاہرا معنے مختل ہوگئے ہیں۔ تاویل اسکی یہ ہے، کہ تیری روح اور فتنہ میں تیرا جسم دروازہ ہے۔ ٹوٹ جائیگا یعنی قتل کیا جائے گا مفتوح نہ ہوگا یعنی موت سے نہ مریگا۔

باب حدثنا قتیبۃ نا عبد العزیز بن محمد الخ لوگ اسلئے خاموش ہوگئے کہ حضرت کے مختار کرنے میں افشاء راز ہوگا **قولہ** من انکر ای باللسان ومن کرہ ای بالقلب **قولہ** ولکن من رضی وتابع فہو غیر سالم قال لا ما صلوا، ای لا تقاتلوھم ما دام یصلون الصلوۃ

باب حدثنا ابراهیم بن یعقوب الجوزجانی قال انکم فی زمان من ترک عشر ما امر بہ هلک الخ یہ غرض نہیں کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ دسواں حصہ ماموربہ کا چھوڑ دو تو ہلاک ہو جاؤ اور پھر ایسا زمانہ آئیگا کہ اگر دسواں حصہ بجالائیں تو رہائی پائیں۔ ورنہ آجکل دسواں حصہ ماموربہ کا کافی ہوگا۔ مثلاً ہم تین روزے بجائے تیس کے رکھہ لیا کریں اور کفایت ہوا کریں بلکہ اخلاص کا بیان مقصود ہے یعنی اگر دسواں حصہ اخلاص کا چھوڑ دو تو ہلاک ہو جاؤ۔ اور اگر وہ عشر بجالاویں تو چھوٹ جاوینگے کیونکہ وہ بڑے فتنے کا زمانہ ہوگا۔ **قولہ** رایات سود۔ یہ وہ لوگ مراد ہیں جو کہ حضرت امام مہدی رح کی مدد کیواسطے آئینگے۔

ابواب الرؤیا

صفہ **باب** ان رؤیا المؤمن جزء من ستۃ واربعین جزءا من النبوۃ۔۔ یہ بطور اسکے ہے کہ حضرت کو قبل نزول وحی کے چھ مہینے تک خواب صادق آتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم پر تیئیس برس تک وحی آئی اسکا چھیالیسواں حصہ چھ ماہ ہوتے ہیں، اور اور بعض روایات میں چالیس جز بھی آئے ہیں وہ بدیں معنے کہ جب عشرات کا بیان ہوتا ہے عرفاً آحاد متروک ہوتے ہیں۔

صفہ **باب** ذهبت النبوۃ وبقیت المبشرات **قولہ** قال نبتت۔۔ یہ بصیغہ مجہول انقطاع پر دال ہے۔

صفہ **باب** ما جاء فی تعبیر الرؤیا **قولہ** وهی علی رجل طائر ما لم یحدث بها فاذا تحدث بها سقطت۔۔ یعنی وہ خواب جانور کے پاؤں پر ہے۔ یعنی ایک مصداق پر قرار نہیں جیسے جو چیز جانور کے پاؤں پر ہو۔ وہ اسکے ساتھہ ادھر ادھر ہو جاتی ہے۔ مگر یہ اسوقت تک ہے کہ اسکی کوئی تعبیر بیان نہ کیجاوے۔ جب اسکی تعبیر بیان کیجاوے ساقط ہو جاتی ہے وہی مصداق اسکا مقرر ہو جاتا ہے۔ یہ معنے مشہور ہیں۔ مگر یہ معنے خلاف عقل سلیم کے ہیں۔ اسلئے کہ جب عالم واقع میں صاحب خواب کو ایک واقعہ دکھایا

گیا۔ واقع میں وہ ایک معین ہے اور اسکا محکی عنہ ایک خاص چیز ہے۔ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو کچھ کہدے وہی ہو جاوے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو خطا کی نسبت کی کیونکہ انکی تعبیر خلاف واقع تھی۔ بلکہ حدیث کے یہ معنے ہیں کہ جبتک کوئی خواب کی تعبیر نہ دے رجلِ طائر پر ہے یعنی خواب دیکھنے والے کے دل پر کہ وہ مثل طائر کے اِدھر اُدھر بھٹکتا ہے۔ اور اسکا مصداق مختلف ٹھہراتا ہے۔ پس جب تعبیر بیان کردیجاوے تو ساقط ہو جاتا ہے۔ یعنی اسکے دل کا وہ اضطراب ساقط ہو جاتا ہے۔ اور یہ فرمانا کہ دوست اور دانا کے پاس بیان کیا کرو۔ اسواسطے ہے کہ اگر کوئی بری بات کہدے تو بے فائدہ قبل از مرگ واویلا کا مضمون ہو گا۔

صفحہ **باب** **قولہ** یحدث الرجل بہا نفسہ،، یعنی جو باتیں دنکو کرتا رہتا تھا وہی خیال کرتا رہا۔

باب مَاجَاءَ فِی الذی یکذب فی حلمہ،، یعنی جو جھوٹی خواب بناوے۔

باب مَاجَاءَ فِی رُؤیَا النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ رُؤیَا النَّبِیِّ صلعم وَاَبِی بَکْرٍ وَعُمَرَ،، یعنی دیکھنا حضرت کا اپنے آپ کو اور ابوبکر رضؓ وغیرہ کو۔ **قولہ** کَانَ صفحہ فِی یَدَیَّ سوارین،، یہ اشارہ اسکی طرف تھا کہ میں اپنے دونوں ہاتھ نبوت سے رہنمائی کرتا ہوں،، دو کنگن کہ وہ مراد دنیا کے کتے ہیں اسمیں آکر لپٹ گئے ہیں اور ہدایت سے مانع ہیں **قولہ** اَصَبْتَ بَعْضًا وَ اَخْطَأتَ بعضاً،، محشی نے خطا کے وجوہ بیان کئے ہیں۔ اور ایک یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا تھا کہ اخیر کار جل جوڑ کر چڑھ گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جوڑ کر چڑھنے والا وہی شخص ہے کہ جسکی وقت میں ٹوٹی ہے۔ اور یہ خلاف واقع ہے۔ کیونکہ رسی کا ٹوٹنا کنایہ ہے شہادت حضرت عثمان رضؓ سے۔ اور یہ مضمون جب صادق ہوتا کہ حضرت عثمان فتنہ کو رفع کرکے امامت پر قائم رہتے۔ ولیس کذلک۔

ابواب الشہادات

صفہ ۵۳ قولہ ولا ذی غمر لاخیہ، اور نہ صاحب حسد بسبب حسد دنیاوی کے۔ اخنۃ، امر دنیاوی کے حسد کو کہتے ہیں۔

ابواب الزہد و صفۃ القیامۃ

صفہ ۵۵ باب ماجاء فی قول النبی صلعم لو تعلمون الخ قولہ واطّت السماء وحق لہ ان یتاطّ۔، یعنی چٹکتا ہے آسمان اور اسکا چرچرانا حق ہے، کیونکہ اسقدر فرشتے رعب کے مارے سجدے میں پڑے ہیں۔

باب ماجاء من تکلم الخ قولہ لیتکلم بکلمۃ، کا تلفظ کرتا ہے اور اسکی پرواہ کچھ نہیں کرتا۔ اور لوگونکا ہنسانا مقصود ہے۔

صفہ ۵۶ باب ماجاء ان الدنیا سجن للمؤمن وجنۃ للکافر، یعنی دنیا مومن کامل کے واسطے قید خانہ ہے، احکامِ شرعی میں اسکے حرکات وسکنات مقید ہیں۔ اور کافر کے لئے جنت ہے اگرچہ مفلس ہی ہو۔ تو بہی آزاد ہے جیسے جبشہ کے لوگ آزاد ہونگے۔

باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعۃ نفر قولہ یقول ثلث اقسم علیھن واحدثکم حدیثا یعنی تین خصلت بیان کرتا ہون اور قسم کہاتا ہوں کہ وہ حق ہیں۔ کیونکہ بظاہر مستبعد ہیں۔ اور پھر حدیث بیان کرونگا۔

باب ماجاء فی ہم الدنیا قولہ انما یکفیک من جمیع المال خادم ومرکب فی سبیل اللہ واجد فی الیوم قد جمعت، یعنی آپ نے یہ اندازہ کفایت کا بیان کیا تہا۔ اور میں آجکل اپنے گھر میں اس سے زیادہ پاتا ہوں۔

باب ماجاء فی تقارب الزمن، یعنی بسبب بے برکتی زمانہ بہت جلد گذریگا۔ اور کام

کچھ بھی نہ ہوگا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ بسبب کثرت مشاغل دنیاوی کے لوگونکو معلوم نہ ہوگا۔

صفحہ ۵۷ **باب** مَاجَاءَ فِی قِصَرِ الاَمَلِ **قوله** وَضَعَ یَدَہٗ عِندَ قَفَاہ ثُمَّ بَسَطَھَا یعنی ہاتھہ کو اگلی جانب بہت دور کرکے بتایا۔

صفحہ ۵۸ **باب** مَاجَاءَ فِی الکَفَافِ **قوله** ثم نفر بید یہ، یعنی ہاتھہ کو ایکدوسرے پر مارا۔ گویا بتایا کہ افسوس وہ مرگیا **قوله** قال ان کنت تحبنی فاعِدّ للفقر، یعنی اگر تو مجھکو دوست رکھتا ہے تو پاکھر گھوڑے کو پہنا کر فقر کی لڑائی کیلئے تیار بیٹھ۔ کیونکہ فقر میرے دوست کیطرف سیلاب سے بھی زیادہ تیز آتا ہے، **قوله** یدخلون الجنۃ قبل اغنیاءِ ھم بخمسا،،

باب مَاجَاءَ فِی مَعِیشَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ **قوله** قال کنا ننفخہ فیطیر منہ ما طار الخ یعنی اسوقت آٹے کو چھانتے نہ تھے بلکہ آٹے کو پھونک مارکر اڑاتے تھے جو کچھہ بھوسی دم کی ہوا سے اڑجاتی، اڑجاتی پھر اسکو پانی ڈالکر گوندھ لیتے تھے۔

صفحہ ۵۹ **باب** مَاجَاءَ فِی مَعِیشَۃِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ **قوله** مَانَاکُلُ الّا ورق الشجرۃ والحبلۃ یعنی ببول کی پھلی اور بیج **قوله** واصبحت بنو اسد یعزرونی بالدین یہ اظہار نعمت الٰہی ہے باوجودیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں یہ تکالیف ہمنے اٹھائیں اب بنو اسد مجھکو دین کے بارے میں تعلیم دیتے ہیں، یہ اسوقت فرمایا جب انکو حضرت عمرؓ نے کوفہ کا عامل بناکر بھیجا تھا اور اہل کوفہ کہتے تھے، کہ سعد کو نماز پڑھنی بھی نہیں آتی۔ **قوله** وَمَالَنَا طَعَامٌ الّا الحُبلۃ وَھٰذا السمر،، یعنی پیڑ ببول کے جسکو تم جانتے ہو۔ شاید یہ کہو کہ کوئی اور ببول عمدہ ہوگی اسکے تخم کھاتے ہونگے۔ **قوله** لقد خبت اذاً وضل عملی،، یعنی اگر ایسی بات ہے تو میں دین اور دنیا سے ڈوبا **قوله** وَعَلَیْہِ ثوبان ممشقان،، یعنی گیرو کے رنگے ہوئے،، **قوله** تمخط فی احدھما،، یعنی ایک کپڑے میں ناک صاف کی۔ پھر کہا واہ واہ ابوہریرہ کتان میں ناک صاف کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ کسی وقت ایسی حالت دیکھہ چکا ہے۔

صفحہ ۶۱ **باب** مَاجَاءَ فِی الرِّیَاءِ وَالسُّمْعَۃِ **قوله** مَن یُرائی یرائی اللّٰہ ،، یعنی خدا اسکو دکھاوے گا۔ یعنی لوگوں کے دلوں میں اسکے ریا کو ظاہر کردے گا۔

صفہ ۶۲ **باب** فی الحب فی اللہ **قولہ** نور یغبطہم النبیون والشہداء۔۔ یعنی اگر فرض کیا جاوے کہ وہ لوگ اس سے خالی ہوں باوجود اپنے اور کمالات کے۔ اسپر غبطہ کرینگے۔

صفہ ۶۲ **باب** حدثنا محمد بن بشار الخ اسکو باب الزہد سے مناسبت یہ ہے کہ ایسا عابد بھی آدمی کو نہونا چاہیئے کہ اور ونکے حقوق دبالیوے۔ حضرت ابودرداء اپنی بیوی وغیرہا کے حقوق میں قاصر ہوکر تمام رات عبادت میں گذارتے تھے۔

باب حدثنا سوید۔ حضرت عائشہ رضہ کی حدیث میں والسلام علیک ویسا ہی ہے جیسے خطوط میں رسم ہے کہ اخیر میں لکھدیا کرتے ہیں۔ **قولہ** فلیحتسب۔۔ یعنی طلب ثواب کرے۔

صفہ ۶۵ **باب** ما جاء فی العرض **قولہ** ثلث عرضات۔۔ یعنی تین پیشی ہونگی۔ ایک وہ کہ لوگ انکار کرینگے کہ ہمارے پاس تیری دعوت نہیں آئی تھی۔ دوسری وہ کہ جسمیں بعد ثبوت کے مقر ہونگے اور عذر کرینگے۔ تیسری وہ کہ صحف دیئے جاوینگے۔

صفہ ۶۶ **باب** ما جاء فی شان الصراط۔ اطلبنی اول ما تطلبنی الخ یہاں اولیت باعتبار درجے کے ہے۔ یعنی اول اصل تلاش کی جگہ صراط ہے پھر میزان پھر عند الحوض کیونکہ ضرورت کے درجات اسی ترتیب سے ہیں اور باعتبار وجود واقعی اور زمانے کے معاملہ بالعکس ہے۔ کیونکہ اول حوض ہوگا اسوقت جبکہ لوگ میدان حشر میں گھبراتے ہونگے پھر آنحضرت صلعم حساب کیواسطے شفاعت کرینگے اور اسیکا نام شفاعت کبریٰ ہے۔ بعد حساب و کتاب کے میزان قائم ہوگی۔ بعد وزن کے لوگ صراط پر جاوینگے۔ پھر آنحضرت صلعم شفاعت کرینگے جو کہ خاص اپنی امت کیواسطے ہوگی اور یہ شفاعت صغرےٰ ہوگی۔

باب ما جاء فی الشفاعۃ **قولہ** فی صعید واحد فیسمعہم الداعی وینفذہم البصر۔ یعنی ایک میدان صاف میں کہ اگر کوئی پکارے تو سب کو ایک آواز پہونچے۔ اور اگر کوئی دیکھے تو نظر سب پر نفوذ کرسکے۔ یہ خوبی استوا اس میدان کی ہے کہ کوئی ارتفاع اور انخفاض اس میدان میں نہیں ہے۔ **قولہ** فیقول یا محمد ادخل من امتک الخ اصل یہ ہے کہ یہاں درمیان کا قصہ متروک ہے اسلئے کہ یہ دعا آنحضرت صلعم کی قبولیت اور شفاعت کبرےٰ کا بیان ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ حساب شروع ہوگا بعدہ میزان اور پلصراط اور حوض سے ہوکر شفاعت صغرےٰ

میں یہ حکم ہوگا، یا محمد أدخل من أمتك من لا حساب عليه من الباب الأيمن قوله وهم
شركاء الناس فيما سوى ذلك،، یعنی داہنے دروازے سے انکو داخل کرو اور یہ لوگ اور شریک ہونگے
ساتھہ دوسرے دروازوں میں بھی حق مرور میں شریک رہینگے قوله مصراعين، مصراع
دروازے کے پٹ کواڑ کو کہتے ہیں قوله يدخل الجنة بشفاعة رجل من أمتي أكثر من بني تميم،، یعنی جنت
میں بسبب شفاعت ایک رجل کے میری امت میں سے بنو تمیم سے بھی زیادہ لوگ جنت میں
جاوینگے۔ بنو تمیم اسلئے کہا کہ یہ بہت بڑا قبیلہ ہے۔

صفحہ ۶۷ باب ما جاء في صفة أواني الحوض قوله لا ينكحون بالمتنعمات،، یعنی امیرزادیوں کے
ساتھہ نہیں نکاح کئے جاتے ہیں بسبب مسکنت کے۔

باب حدثنا أبو حصين قوله جعل يمر بالنبي والنبيين،، بصيغة التثنية، عالم ارواح میں
آنحضرت صلعم کو ارواح انبیا علی نبینا وعلیہم الصلوة والسلام دکھائی گئی تہیں۔ گذرتے تھے کہیں
ایک نبی پر کہیں دو پر۔ کیونکہ بعض مراتب میں صرف ایک تہا بعض میں دو۔ قوله فقلت من
هذا،، یہ آنحضرت صلعم کا مقولہ ہے۔ قوله ولكن ارفع رأسك فانظر،، دونوں بصیغہ امر، کسی
فرشتے نے حضرت سے عرض کیا تہا قوله فدخل ولم يسألوه،، یعنی حضرت گھر میں تشریف لیگئے
اور نہ لوگوں نے سوال کیا اور نہ حضرت نے خود بیان کیا۔ قوله عبد طمع يقوده،، یعنی طمع کا بندہ
ہے کہ طمع اسکو آگے ہانکتی ہے۔ وعلى هذا باقی فقرات قوله ان لكل شئ سترة وفترة فان
صاحبها،، یعنی ہر چیز کیلئے تیزی کا درجہ ہے اور سستی کا درجہ ہے۔ اگر صاحب تیزی کا سیدھی
راہ پر چلے اور میانہ روی کرے تو امید رکہتا ہوں کہ پہنچ جائے گا اور اگر ایسی تیزی کی کہ لوگوں
کا مشار الیہ بنگیا تو یہ نہ سمجہو کہ وہ پہنچ گیا۔ قوله والخط الخارج الأمل،، کیونکہ آدمی کی زندگی
موہوم سے زیادہ نہیں ہوتی۔ خیال پچاس ساٹہہ کا کرتا ہے اور سو برس کا سامان کرتا ہے

صفحہ باب حدثنا هناد قوله وعليها حرير،، علم بمعنے سنجاف بھی آیا ہے۔ قوله لقد
أخفت على الله وما يخاف على أحد،، یعنی میں خدا کے راستے میں ڈرایا گیا اس حال میں کہ کسی
پر خوف نہیں کیا جاتا تہا۔ کیونکہ ہر ایک کیواسطے دار الامن تہا۔ قوله ولقد أتت على ثلثون من
بين يوم وليلة،، یعنی تحقیق آئے میرے پاس تیس، کہ اسکو رات دن تقسیم کیا جاوے، خلاصہ

یہ ہوگا کہ پندرہ دن یہ یہاں محشیونکو بہت اشکال واقع ہوا ہے۔ اور وجہ اشکال کی یہ ہے کہ ترمذی
اسکو مکے سے سفر کا بیان مقرر کرتا ہے اور حضرت بلال کا اور آنحضرت صلعم کا ساتھہ جانا ثابت نہیں
صاحب ترمذی کو حضرت بلال کے قول میں انکے نہونے سے شبہہ ہوگیا ہے کوئی اشتباہ کی
بات نہیں۔ ظاہر حدیث کے لفظ سفر پر دال نہیں اور ثبوت واقع کا کہیں نہیں ہے۔ لہذا اسکا
محمل یہ ہے کہ یہ قصہ ابتدا اسلام کا حالت سفر میں ہوا ہے۔ سامان صرف اسقدر تہا کہ
حضرت بلال رض کی بغل میں آجاتا تہا اسمیں سے خود بھی کھاتے ہونگے اور حضرت صلعم کو بھی
پندرہ روز تک دیتے رہے ہونگے۔ **قولہ** فی یوم شات. ای فی یوم شتاء، **قولہ** ذو بیض
ببکرة، بکرہ باغ کو کہتے ہیں **قولہ** فقیل لہ یا ابا عبد اللہ واین کانت تقع من الرجل. قال
لقد وجدنا فقدها حین فقدناها، حضرت جابر رض سے کہا گیا کہ اے ابو عبد اللہ ایک چہوارے
سے آدمی کو کیا ہوتا ہوگا۔ کہا ہاں پہلے ہم بھی یہی سمجھتے تھے مگر جب وہ ایک بھی گم ہوگیا تو
ہمکو اسکی قدر معلوم ہوئی کہ وہ ایک بھی بہت کچھہ تہا۔ **قولہ** کیف اذا غدا احدکم الخ یعنی آنحضرت
صلعم نے سوال کیا کہ اگر تمہارا ایسا حال ہوجاوے کہ فجر کو ایک لباس پہنو اور شام کو دوسرا
اور ایک رکابی کھانے کی اٹھائی جاوے اور ایک رکھی جاوے تو تم کیسے ہوگے یعنی آج
سے اچھے ہوگے یا نہیں۔ **قولہ** ماسألتہ الا لیستتبعنی، اور میں نے نہیں سوال کیا
تہا مگر اس خیال سے کہ کوئی گھر لیجاوے۔ اور جب گھر لیجاوینگے تو ضرور کچھہ نہ کچھہ کھانا کھلاوینگے
قولہ ما رأینا قوما ابذل من کثیر واحسن مواساة من قلیل. یعنی ہمنے کوئی قوم ایسی نہیں
دیکھی کہ زیادہ میں سے بہت خرچ کریں اور کم میں سے بھی مواساة یعنی مدد کریں اس قوم انصار
سے بڑہکر، **قولہ** حتی لقد خفنا، اور یہانتک کہ ہم ڈر گئے کہ انکے ان احسانات کا اجر صرف
انہیں کو ملیگا کیونکہ ہم اسکی کوئی مکافات نہیں کرتے کہ ہمکو بھی کوئی اجر ملتا، آپ نے فرمایا
کہ اگر دعا کرتے رہوگے تو تمکو بھی ملیگا۔ ورنہ صرف انہیں کو ملیگا۔ **قولہ** علی کل قریب یعنی
حرام ہے ہر قریب پر جو کہ لوگوں کے دلوں کے قریب رہے اور معاملات باہم آسانی سے کرے۔
قولہ ولم یر مقدما الخ یعنی کبھی حضرت صلعم کے زانوئے مبارک نشست میں اپنے جلیس سے
بڑھے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔ **قولہ** کامثال الذر، یعنی مثل چیونٹی کے آدمی کی صورتوں

ہیں قولہٗ یحدث حدیثا ، اسکے آخر محذوف ہے ۔ یعنی میں اگر اس حدیث کو ایک دو تین چار سات تک سنتا تو کبھی نہ بیان کرتا مگر بہت دفعہ سنی تھی اسلئے بیان کرتا ہوں ۔ قولہٗ و کانت جدّتہ سُرّیۃ ، سریہ اس لونڈی کو کہتے ہیں جو کہ وطی کیواسطے مخصوص ہو ۔ قولہٗ کثیرًا مّا کُنْتُ اَسْمَعُ الخ یہ صرف انکی احتیاط کا حال بیان کردیا ہے کہ اگر کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو کسر النفسہ یہ کلمہ کہتے ،، ندانم ،، یعنی میں نہیں جانتا ۔

صفحہ باب ماجاء فی غرف الجنّۃ قولہٗ اھل لایرون الاخرین یطوف علیھم المؤمنُ ،، یعنی ہر گوشہ میں بیبیاں ہونگی کہ مومن انسے وطی کریگا اور دوسرے گوشے کی بیبیاں نہ دیکھینگی ، اور مذکر ضمیر باعتبار لفظ اہل کے عائد کیگئی ہے ۔

صفحہ باب ماجاء فی صفۃ ثیاب اھل الجنۃ قولہٗ وقال بعض اھل العلم الخ پہلے یوں ذکر آیا تھا کہ مابین درجتین کے مائۃ عام کا فاصلہ ہوگا ، اور یہاں خمسمائۃ فرش کو فرمایا ، فرش کے خمسمائۃ ہونیکے معنے کردئے کہ فرش درجونمیں ہونگے ۔ اور درجونکا فاصلہ پانسو کا فاصلہ ہوگا ۔ باقی تطابق یوں ہوگا کہ مفہوم عدد معتبر نہیں ہے ۔

صفحہ باب ماجاء فی سُوق الجنۃ قولہٗ وما فیھم من دنیٌ ای بحسب علمھم ،،

صفحہ باب ماجاء فی خلود اھل الجنۃ والنار قولہٗ ثمّ یطلع علیھم رب العٰلمین پھر رب العالمین اسطرح طلوع کرینگے کہ کوئی پہچان نہ سکیگا ۔ کیونکہ کچھ مقتضا بشریت ہے کہ انسانکی قوت متخیلہ میں ہر ایک معلوم کی صورت ہوتی ہے ۔ علیٰ ہذا خدا تعالےٰ کو انسان اپنی متخیلہ میں ایک صورت سے جانتا ہے ہر چند اس صورت پر قرار نہیں اور اسکو دفعہ کرتا ہی جب اسکے غیر میں دیکھیگا نہ پہچان سکیگا ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ فرشتہ ہوگا ۔ قولہٗ وھو یامرھم ویثبتھم ،، یعنی خدا ہی انکو حکم کرتا ہے کہ اپنے معبودونکے پیچھے جاؤ ۔ اور وہی ثابت رکھتا ہے اور امتحان لیتا ہے ۔

صفحہ ۸۳ باب ماجاء ان للنار نفسین قولہٗ اخبروا قولہٗ التسخرلی ، کیونکہ جنت میں بیٹھنے کی بھی جگہ نہیں ۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ تیری تمنا دنیا سے دس اضعاف اور ملینگی ۔

ابواب الایمان

صفحہ ۸۲ **باب** ماجاء امرت ان الخ **قوله** لاقاتلن من فرق بين الصلوة والزكوة۔ یہ مقاتلہ ان لوگوں سے تھا جو کہ زکوۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ مختص جانتے تھے ۔ انکا جواب یوں بھی ہو سکتا تھا کہ فرمان زکوۃ قطعی ہے اور قطعیات کا انکار کفر ہے مگر الزامًا جواب دیا کہ آپ کے نزدیک نماز کا منکر کافر ہے اور حال یہ ہے کہ فقط کلمہ سے نماز بھی خارج ہے فما هو جوابكم في الصلوة فهو جوابنا في الزكوة،،

صفحہ ۸۵ **باب** ماجاء بنی الاسلام الخ **قوله** شهادة ان لا اله الخ اس میں اشعار ہے کہ اسلام افعال جوارح کا نام ہے کیونکہ شہادت منہ سے کہدینے کا نام ہے ۔

باب ماجاء فيما وصف جبرئيل الخ **قوله** فان لم تكن تراه فانه يراك،، ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دو صورتیں ہیں جیسا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں فرماتے ہیں ۔ مگر اسکی تقریر یوں بھی ہو سکتی ہے فان لم تكن تراه درحقیقت پہلی ہی شق کا بیان ہے دوسری صورت کوئی نہیں ، کیونکہ جب یوں فرمایا تعبد الله كانك تراه ۔ ہر چند کانک فرمایا تھا مگر تاہم وہم گیا کہ ہم اسکو کیونکر دیکھہ سکتے ہیں اسکا ثبوت کر دیا کہ اگر تو اسکو دیکھہ نہیں سکتا تو وہ تجھکو دیکھتا ہے ۔ جب کسی شخص کا خوف ہوتا ہے اگر یہ خائف اسکو خود دیکھے جب بھی ڈرتا ہے، اور اگر ایسی صورت ہے کہ وہ شخص مخوف عنہ خائف کو دیکھے اور یہ نہ دیکھے تو بھی ویسا ہی ڈرتا ہے ۔ پس بتلا دیا کہ وہ تجھکو دیکھہ رہا ہے پس ایسے ہی ڈر کر عبادت کر کہ تو اسکو دیکھہ رہا ہے۔ ہر چند وہ حجاب میں دیکھہ رہا ہے مگر ،، کانك تراه،، کے منافی نہیں ۔ پس کانک تراہ کا وہم دور ہو گیا ۔ اور دلیل اسکی یہ ہے کہ نفی میں یوں نفرمایا ،، فان لم تكن تراه فانه يراك ،، اگر یہ دوسری صورت ہوتی تو پہلے کی نفی ہونی چاہیے ۔ اور بعض روایات میں یوں آیا ہے ،، لتعبد الله بانك تراه ،، یہ روایت بھی مؤید ہے کہ یہ وہم ناشی کا دفع ہے ۔ دوسری صورت اور اہل عرفاں اسکا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ یہ کان تامہ ہے ۔ یعنی اگر تو موجود نہ ہو گا تو اسکو دیکھہ لیگا ۔

اس تقریر میں بھی کانگ نزاع کا ثبوت ہے۔ اس میں وہم تہا کہ یہ درجہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے
صفہ ۸۵ **باب** ماجاء فی اضافۃ الفرائض الی الایمان **قولہ** امرکم باربع۔۔ اہل حدیث
کے نزدیک چار چیزوں میں سے ایک چیز بیان کی ہے۔ اور باقی تین چیزیں متروک ہیں۔ اور
اشہدان لاالہ الا اللہ۔ صرف ایمان کا بیان ہے۔ علی ہذا صاحب ترمذی کے نزدیک بھی یہی
ہے ورنہ ترجمۃ الباب کی مطابقت نہیں ہوتی۔ اور جزئیت فرائض لازم نہیں آتی۔ اور بعض
کہتے ہیں کہ چاروں یہاں بیان کردی گئیں۔ یہ ترمذی کی عبارت میں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ
اسکی روایت میں چار چیز سے زیادہ نہیں ہے۔ مگر جہاں بعض روایات میں صوم بھی آیا ہے
اسوقت پانچ بھی ہوجاتی ہیں۔ لہٰذا اسکی تاویل کرتے ہیں، وان تؤدوا خمس ما غنمتم، کو
حضرت نے اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے۔ مگر بعض روایات میں حج بھی آیا ہے۔ اگرچہ اور
جگہ کہسکتے ہیں کہ قبل نزول حج کے تہا۔ مگر وہاں کوئی تدبیر نہیں بن سکتی لہٰذا ظاہر قول محدثین
کا معلوم ہوتا ہے۔ اور حقیقت میں نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ محدثین ایمان کامل میں داخل کہتے ہیں۔
اور متکلمین نفس ایمان بمعنے تصدیق سے خارج کرتے ہیں۔

باب فی استکمال الایمان والزیادۃ والنقصان۔۔ **قولہ** ان من اکمل المؤمنین۔۔
اس سے کمال اور دوسری حدیث سے کہ اسمیں ناقصات فرمایا کمال اور نقصان اور زیادتی
معلوم ہوگئی۔

صفہ ۸۷ **باب** لایزنی الزانی وھو مؤمن **قولہ** وقد روی من غیر وجہ عن النبی
صلعم انہ قال فی الزنا، اس کلام اور اگلی حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرتکب کبیرہ
کافر نہیں، اور پہلی حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ کافر ہوجاتا ہے پس ضرور ہوا کہ پہلی حدیث میں
تاویل کیجائے کہ کمال کی نفی ہے۔

باب ماجاء ان الاسلام بدا غریبا وسیعود غریبا۔۔ **قولہ** ان الدین لیارز الخ ابن حجر لوں
لکھتا ہے کہ یہ امر بعد حضرت کے سو ڈیڑھ سو برس تک ہوچکا ہے۔ کہ جوق جوق مسلمان
ہوکر حجاز میں آئے تھے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت نے امام مہدی کیوقت کی یہ
خبر دی ہے۔ مگر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اسوقت میں دین شام کو جاویگا۔

ابواب العلم

صفہ ۹۰ **باب** ما جاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم **قولہ** ان کنت لاعدک من فقہاء اهل المدینة ،، یعنی میں تجھکو مدینے کے فقہا میں سے شمار کرتا تھا یہ تو نے کیسی بات دریافت کی ہے ۔ کیا نہیں دیکھتا کہ توریت وانجیل یہود ونصارے کے پاس ہیں اسکا ہونا انکو کیا مفید ہے ۔ هذہ التوراة ، مبتدا ہے **قولہ** قال سالت ای قال ابو عیسیٰ ،،

صفہ ۹۱ **باب** ما نهی عنه ان یقال عند حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم **قولہ** اذا روی هذا الحدیث علی الانفراد بین حدیث محمد بن المنکدر الخ ، ای علی التفصیل یعنی جب ابن عیینہ اس حدیث کو الگ بیان کرتا ہے تو محمد بن المنکدر کی حدیث کو مرسل بیان کرتا ہے ۔ اور سالم کی حدیث کو متصل بیان کرتا ہے ۔ اور جب دونوں کو علی الاجتماع بیان کرتا ہے تو دونوں کو متصل بیان کرتا ہے ۔ جیسے اصل روایت میں موجود ہے ۔

باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل ،، یعنی بنی اسرائیل سے کوئی قصہ یا کوئی اور امر شریعت سابقہ کا بیان کرنے کو پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا تھا کہ خلط نہ ہو جاوے ، پھر جب معلوم کیا کہ اسلام پختہ ہو گیا تو اجازت دیدی ۔

صفہ ۹۲ **باب** الاخذ بالسنة **قولہ** فقال رجل ان هذہ موعظة مودع ،، یعنی ایک آدمی نے کہا کہ یہ نصیحت رخصت کرنے والے کی سی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہمکو وداع کرتے ہیں ۔

صفہ ۹۳ **باب** ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادة **قولہ** غیر محمد بن العلاء ولا ادری کیف هو ای لا ادری اهو صحیح ام حسن **قولہ** حتی النملة فی جحرها ، ملائکہ کے ذریعہ سے خداوند کریم نملات کو علم دیتا ہے ۔ یا یہاں نکلے نملہ مسلسل وہاں سے نملہ تک پہنچا دیتے ہیں ۔ اور یا یہ کلیتہً دعا کرتے ہیں ۔

ابواب الاستیذان والآداب

صفہ ۹۴ **باب** ماجاء فی التسلیم علی النساء **قولہ** قال انما تکلم فیہ ابن عون نحوروی علال بن ابی زینب عن شہر بن حوشب۔ یعنی ابن عون نے اسمیں کلام کیا ہے۔ پر اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسکو کہیں سے توثیق ہوگئی ہوگی۔

صفہ ۹۵ **باب** ماجاء فی تسلیم الراکب علی الماشی **قولہ** والقلیل علی الکثیر یعنی قلیل عدد کثیر عدد پر سلام کریں اسلئے کہ اگر وہ کریں تو اک بڑا شور وغل ہوگا۔

باب الاستیذان قبالۃ البیت۔ یعنی گھر کے سامنے ہو تو اذن طلب کرنا۔

باب التسلیم قبل الاستیذان **قولہ** قال عمر واخبرنی بہذا الحدیث۔ اسمے عمر بن سفیان اس روایت میں عمرو بن عبد اللہ اور کلدہ کا واسطہ نہیں ہے۔

صفہ ۹۶ **باب** کراھۃ طروق الرجل اھلہ لیلا۔ یعنی سفر سے اپنے گھر میں رات کیوقت بے کھانسے چلا آنا۔

باب کیف یکتب الی اہل الشرک **قولہ** ان اباسفیان اخبرہ ان ہرقل رسل الیہ فی نفر من قریش وکانوا تجارا بالشام۔ یعنی جبکہ ابوسفیان ایک جماعت قریش کیساتھ تجارت کے واسطے شام کو گئے تھے اسوقت ہرقل بادشاہ روم نے انکی طرف آدمی بھیجکر بلایا پس وہ آئے اور انسے کچھ باتیں کیں اور ایک خط منگوایا جو کہ آنحضرت صلعم نے ارسال فرمایا تھا۔

صفہ ۹۷ **باب** ماجاء فی کراھۃ ان یقول علیک السلام مبتدیا۔ یعنی کراہت اس بات کی کہ ابتداءً علیک السلام کہے۔ ابتداءً مقابلہ میں مجیب کے ہے جو کہ وعلیک السلام کہتا ہے۔ کیونکہ اسمیں علیک مقدم کرنا جائز ہے۔ **قولہ** اذا سلّم سلّم ثلثا۔ یعنی اسطرح فرماتے السلام علیکم أأدخل۔ تین مرتبہ۔ اور صاحب مجمع البحار کے نزدیک جو معنے ہیں وہ بھی صحیح ہیں۔

باب ماجاء فی قبلۃ الید والرجل **قولہ** عن تسع ایات۔ ممکن ہے کہ وہ تسع آیات

ہوں جو کہ توریت میں ہیں۔ اور الّا تعتدوا ایک امر زائد اپنی طرف سے بیان فرمایا ہو۔ اور ودّ عاربۃ ان لایزال من ذریتی نبیٌّ، یعنی حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی کہ میری اولاد میں سے ہمیشہ نبی ہوتے رہیں اور آپ انکی اولاد میں سے نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ اسکا حضرت داؤدؑ پر افترا تھا کیونکہ اسکا ثبوت کہیں نہیں ہے۔

صفحہ۹۸ **باب** ماجاء کیف یُشمّتُ العاطِسُ، **قولہ** علیکَ وعلی اُمّکَ، ام پر سلام کرنے سے غرض یہ تھی کہ تیری ماں پر سلام جسنے تجھے ایسی تعلیم دی ہے۔ یا یہ کہ جیسا تو ماں پر سلام کرنیکو بد جانتا ہے ایسے ہی میں بھی بد جانتا ہوں اسکو جو میری سنت میں تغیر کرے۔ **قولہ** ابن ابی لیلیٰ عن اخیہ، یہاں ابن ابی لیلیٰ کے دادا کیطرف نسبت کردی ورنہ درحقیقت یہ عیسیٰ کا بھائی اور عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کا بیٹا ہے۔

صفحہ۱۰۰ **باب** ماجاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل **قولہ** فقام عبداللہ بن زبیر وابن صفوان، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعظیماً قیام جائز ہے۔ اور حضرت معاویہؓ نے اسیواسطے منع فرمایا کہ ایسا نہ ہو تمہارے کرنیسے میں عادی ہو کر اس حدیث کا مورد بنجاؤں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قیام کرنے والوں کو گناہ ہوتا ہے اسیواسطے اسکا عذر اپنی جانب سے بیان کیا۔ یہ نہ کہا کہ یہ جائز نہیں ہے۔

باب ماجاء فی کراھیۃ فی ذلک **قولہ** اشتمال الصماء، اسکی یہ بھی صورت ہے کہ کندھے کے ایکطرف چادر ڈالکر نیچے لٹکا دیجاوے۔ اور دوسری طرف کندھا کھلا رہے۔

صفحہ۱۰۱ **باب** ماجاء فی الرخصۃ فی اتخاذ الانماط، انماط پلنگ کی چادر کو کہتے ہیں۔ **قولہ** ان الرجل احق بصدر دابتہ یعنی رجل اپنے دابہ پر آگے بیٹھنے کا مستحق ہے۔

باب ماجاء فی النھی عن الدخول علی النساء الخ **قولہ** عن مولی عمرو بن العاص، یعنی عمرو بن العاص کے مولیٰ سے روایت ہے کہ مجھکو عمرو بن العاص نے حضرت علی رضؓ کے پاس بھیجا کہ جاکر میرے واسطے اجازت لا کہ اسماء زوجہ علی رضؓ کے پاس جاؤں۔ پس حضرت علی رضؓ نے اذن دیا یہانتک کہ جب عمرو بن العاص اپنے کام سے فارغ ہو کر اسماء کے پاس سے لوٹکر آئے مولیٰ نے عمرو بن العاص سے سوال کیا کہ آپ نے حضرت علی رضؓ سے کیوں

اذن مانگا باوجودیکہ وہ آپکی رشتہ دار تھیں، جواب دیا الخ

صفہ۱۰۲ **باب** ماجاء فی تحذیر فتنۃ النساء **قولہ** غیر المعتمر،، یعنی معتمر کے سوا کسی نے سعید بن زید کو نہیں ملایا صرف اسامہ بن زید سے روایت کی ہے۔

باب ماجاء فی اتخاذ القصۃ،، یعنی لینا گچھی کا عرب میں عادت تھی کہ آدمیوں نکے بالوں کی گچھی بکتی تھی عورتیں خرید کر اپنے بالوں میں ضم کرتی تھیں، اسکی حرمت اسیواسطے ہے کہ آدمی کے اعضاء سے استمتاع جائز نہیں۔ اور غیر آدمی کے بال ضم کرنے جب جائز ہیں کہ دھوکا منظور نہو ورنہ وہ بھی حرام ہیں۔

باب ماجاء فی کراھیۃ مباشرۃ الرجل الرجل والمرأۃ المرأۃ،، **قولہ** لاتباشر المرأۃ المرأۃ حتی تصفہا،، یعنی عورت عورت سے مباشرت نکرے اس غرض سے کہ اپنے خاوند سے اسکی خوبی بیان کرے گویا اسنے اسے دیکھہ لیا۔ اسلئے کہ جب اسنے بیان کیا کہ اس عورت کا بدن ایسا نرم ہے اور فلاں جگہ ایسی ہے تو اسکے خاوند کو تعشق ہو جاویگا۔ اور یہ مفضی الے الفتنہ ہے۔

صفہ۱۰۲ **باب** ماجاء فی دخول الحمّام **قولہ** حلیلتہ ای منکوحتہ،، ++++

صفہ۱۰۲ **باب** ماجاء فی کراھیۃ لبس المعصفر **قولہ** بالمدر،، یعنی گیرو۔

باب ماجاء فی الثوب الاصفر **قولہ** کانتا ربیبتیہا وقیلۃ جدۃ ابیہما امرأۃ،، یعنی تھیں وہ دونوں ربیبہ قیلہ کی اور قیلہ انکے باپ کی نانی تھی۔ والظاھر ان الضمیر راجع الی قیلۃ فحینئذ لایکون الربیبۃ علی معناھا الاصلی المتعارف لان ھذا یمکن اذا کان ابوھما زوجہا ولیس کذلک بل ھو ابن بنتہا فعلی ھذا یراد معناہ اللغوی او یکون راجعاً الی علیبۃ فیکون فی لفظ بنت مجازاً کذا قال الاستاذ الگنگوہی،، **قولہ** اسمال ملیتین،، اسمال بمعنے کہنہ ملیہ چادر فراخ قابل برقعہ یعنی دو چادریں پرانی فراخ۔

صفہ۱۰۳ **باب** حدثنا قتیبۃ **قولہ** فنظر الیہ فقال رضی مخرمۃ،، کہا مسور نے، دیکھا حضرت صلعم نے اسکیطرف اور فرمایا کہ اب مخرمہ راضی ہوگیا۔

باب ماجاء فی الشوم،، یعنی نحوست جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں چیز کی نحوست سے

سے یوں ہو گیا جواز اور عدم جواز کا جواب مشہور ہے جیسے خود دوسری حدیث میں، ان کان الشؤم الخ منصوص ہے۔ اور یوں بھی توجیہ ممکن ہے کہ شوم کے معنے بد دلی اور ناخوشی کے بھی ہیں سو وہ نفی شوم بمعنے اول ہے اور تین میں جو فرمایا ہے وہ شوم بمعنے ثانی ہے۔ ان تین چیز کی تخصیص اسلئے ہے کہ انمیں زیادہ رنج ہوتا ہے۔ **قولہ** ویقال لہ ابن دینار،، یعنی اسکو ابن دینار بھی کہتے ہیں۔

صفہ۱۰۶ **باب** ماجاء فی تعجیل اسم المولود،، تعجیل کے معنے یہ ہیں کہ جب مولود پیدا ہو ایک آدھ روز میں نام رکھ لیا جاوے۔ مگر اسکی روایت ترک کردی اور اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ عقیقہ کے ساتھ تسمیہ ہونا چاہیئے۔ اسمیں اشعار ہو گیا کہ تعجیل اسلوقت ہے کہ عقیقہ کا ارادہ نہو اگر اسکا ارادہ ہو تو اولی یہ ہے کہ عقیقہ تک تاخیر کرے۔

باب ماجاء مایکرہ من الاسماء **قولہ** لاتسم غلامک الخ یہ اسلئے ممانعت نہیں کہ بدفالی ہوتی ہے کیونکہ وہ تو خود احادیث میں ممنوع ہے۔ بلکہ اسلئے ہے کہ بعض اوقات کی اجابت اس قسم کی ہوتی ہے کہ اسمیں دعا بددعا درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہے۔ ایسا نہو کہ شاید یہ کلام اسیوقت کے مطابق ہو جاوے اور بے برکتی ہو جاوے اور ظاہر الکفران کی صورت بھی ہے اسلئے اجتناب بہتر ہے۔

صفہ۱۱۱ **باب** ماجاء فی انشاد الشعر،، **قولہ** او قالت ینافح اے یدافع،، یعنی لوگ اشعار میں آنحضرت صلعم کی مذمت کرتے تھے حضرت حسان بن ثابت انکو جواب دیا کرتے تھے۔ **قولہ** فہی اے قراءۃ الشعر **قولہ** من نضح النبل، اے ازبار یدن پیکاں **قولہ** وانما کانت عمرۃ القضاء،، خلاصہ اعتراض حاشیہ کا یہ ہے کہ شہادت عبداللہ بن رواحہ کی قطعاً جنگ موتہ میں ہوئی اور جنگ موتہ عمرۃ القضا کے بعد ہوئی۔ **قولہ** یتمثل، یعنی درست پڑھتے تھے **قولہ** ویاتیک بالاخبار من لم تزود،، یعنی اور لائیگا تجھکو وہ خبریں کہ خرچ نہیں دیا جاتا ہے یعنی زمانہ، کیونکہ زمانہ کی ممارست سے خود بخود حالات اور اخبار معلوم ہوتے ہیں اور کچھہ خرچ نہیں پڑتا۔

ابواب الامثال

صفہ باب ۔ ماجاء فی مثل اللہ عزوجل لعبادہ قولہ علی کنفی الصراط،، یعنی راستے
کی دونوں جانبوں میں دو دیواریں ہیں انکے بھی دروازے کھلے ہیں ۔ اور دروازوں پر پردے
ہیں اور ایک بلانے والا ان دروازوں کے منتہے پر کھڑا ہے اور ایک بلندی پر کھڑا ہے اور
راستے میں ہر ایک دروازے میں سے داعی ہے کہ اپنی طرف بلاتا ہے اور اوپر کا داعی منع کرتا ہے
اور نیچے کا داعی واعظ یہ ایک فرشتہ ہے اور دروازوں کے داعی شیاطین ہیں کہ خدا کی حدود میں بلاکر
داخل کر لیتے ہیں قولہ حدثنا محمد بن بشار،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ الجن کو حضرت
عبداللہ بن مسعود رض آنحضرت صلعم کے ہمراہ تھے اور لیلۃ الجن چھ دفعہ ہوئی ہے ممکن ہے کہ
آنحضرت صلعم کا وضو نبیذ سے رات ہذا میں ہو ۔ پس ترمذی کا اعتراض ماقبل میں اسطرح پر کہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رض ہمراہ نہ تھے مندفع ہوا ۔ اور یہ لوگ جو پہلے آئے تھے جن تھے اور
آنحضرت صلعم انکی تعلیم کیواسطے گئے تھے ۔ اور یہ بعض حضرت کی تلاش میں آئے تھے ۔ قولہ
لقد اراني منذ الليلة ،، یعنی دیکھتا رہا میں اپنے آپ کو ابتدا رات سے یعنی سویا نہیں ۔

صفہ باب ۔ ماجاء مثل المؤمن القاری للقرآن و غیر القاری قولہ فاستجیب یعنی
ان اقول،، یہ فقرہ ذکراً موخر ہے ورنہ و وقع فی نفسہ کا ضمیمہ ہے ۔ کما لا یخفی ،

باب ۔ حدثنا قتیبۃ قولہ الاتبح،، اسکو کہتے ہیں کہ جسکی آواز میٹھی ہوئی ہو ۔

باب ۔ ماجاء مثل ابن آدم واجلہ واملہ قولہ فجعلت الدواب والفراش یقعن فیہا،،
یعنی آگ فائدہ کیواسطے جلائی گئی تھی ۔ دواب اس میں گرنے لگے ۔ الغرض یہاں امثال میں
تمثیل ہے کہ ایک ہیئت کو دوسری ہیئت سے تشبیہ دیگئی ہے ۔ قولہ وانتم تقتحمون، صحیح
یہ ہے کہ حا میم پر مقدم ہے ۔ سہوۃ ، بمعنے شہ نشین ۔

ابواب فضائل القرآن

صفہ۱۱۲ **باب** ماجاء فی آل عمران **قولہ** واخبرنی محمد بن اسمٰعیل،، اس سے تائید اس بات کی آئی کہ ان سور کا ثواب آپکا خود نہیں آئینگی کیونکہ جب حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک آیۃ الکرسی جو کہ بدرجہا بقرہ اور آلِ عمران سے چھوٹی ہے سب سمٰوت اور اراضی سے بڑی ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ دو سورتیں چھوٹی چھیں بنکر آویں۔

صفہ۱۱۳ **باب** ماجاء فی سورۃ الاخلاص **قولہ** الی لاری ھذا خبر جاءہ من السماء میں گمان کرتا ہوں کہ اسوقت حضرت کا گھر کو جانا اسواسطے تھا کہ شاید کوئی وحی آسمانی قابل تہائی نازل ہوئی ہوگی پھر آکر الیفاء وعدہ کرینگے۔ **قولہ** وکان رجل من الانصار یؤمھم،، اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ تکرار سُور اور تعدد فرائض میں بلا کراہت جائز ہو۔ کیونکہ حضرت نے اسکو دخول جنت کی بشارت دی۔ جواب اسکا یہ ہے کہ دخولِ جنت کی بشارت اسکی محبت پر ہے۔ اور ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نے اسکو اس فعل سے منع فرما دیا ہو۔ کیونکہ اگر اجازت ہوتی تو ضرور صحابہ اسپر عمل کرتے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکی خصوصیت ہو اسکی بھی یہی دلیل ہے، فافہم

صفہ۱۱۵ **باب** حدثنا احمد الخ **قولہ** ما اذن اللہ لعبد یعنی نہیں کان لگاتا اللہ تعالےٰ عبد کیلئے کسی چیز میں کہ عمدہ ہو دو رکعت سے کہ پڑھے اسکو عبد۔ **قولہ** وما تقرب العباد، یعنی نہیں قرب عباد کا اللہ کیطرف بمثل اس چیز کے کہ نکلی ہے وہ اللہ سے یعنی کلام الٰہی۔

ابواب القرات

صفہ۱۱۷ **قولہ** فلو کانت عندہ الخ یعنی ابن عباسؓ اور عمرو بن العاص میں جب جھگڑا ہوا تو اسیوقت کعب الاحبار یہودی سے تائید کیواسطے دریافت کیا کہ توریت میں یہ قصہ کیونکر ہے تاکہ اسکے معنے کی مناسبت سے معلوم ہو جاوے کہ یہاں کونسا لفظ چاہیے۔ اگر ابن عباسؓ

کے پاس ابی بن کعبؓ کی روایت ہوتی تو کعب الاحبار کیطرف اس تحقیق میں کیوں محتاج ہوتے
یہ جھگڑا ابتدا میں ہوا تھا اور کعب الاحبار حضرت عمر رضہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے ہیں۔ فاندفع

صفحہ ۱۱ **باب۔** ما جاء ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف " اصل یہ ہے کہ قرآن شریف
اصل میں قریش کی زبان پر اترا تھا۔ جب آنحضرت صلعم نے مشاہدہ فرمایا کہ زبانِ قریش فصیح
ہے اور ہر ایک شخص زبانِ قریش کا تلفظ نہیں کر سکتا بذریعہ جبرئیل علیہ السلام کے عرض کرایا
حکم ہوا کہ ہر ایک شخص کو اپنی اپنی زبان میں پڑھنے کا مجاز ہے۔ اور اسوقت عرب میں سات
زبانیں تھیں اور اکثر لغات میں باہمی فرق تھا جب حضرت عثمان رضہ کا زمانہ ہوا اور باہم قرآن شریف
میں بہت اختلاف ہونے لگا اسوقت حضرت عثمان رضہ نے باجماعِ صحابہ لغت قریش کو
جاری کیا تاکہ یہود و نصاریٰ کیطرح قرآن شریف میں تحریف نہونے لگے۔ اور اسوقت لغت
قریش کا پڑھنا چنداں دشوار نہ تھا کیونکہ تعلیم پرانی ہو چکی تھی، اور سات قرات متواترہ صرف
لغتِ قریش میں ہیں۔ **قولہ** اقرأ یا ھشام، یہاں، ھکذا انزلت، باعتبار مآل کے فرمایا کیونکہ
اصلی نزول لغتِ قریش میں ہوا تھا بعدہ جبکہ اور کی اجازت ہوگئی تو گویا وہ بھی انزلت ہوگیا۔

ابواب تفسیر القرآن

صفحہ ۱۱ **قولہ** ومن سورۃ فاتحۃ الکتاب " یہ معطوف ہے فی الذی یفسر القرآن برأیہ الخ
پر، وھذا لی " یعنی یہ میرے ساتھ مختص ہے۔ اور، ایاک نعبد و ایاک نستعین " یہ عبد میں
اور مجھ میں مشترک ہے۔ اور اس سے آگے کا مضمون اخیر تک عبد کے ساتھ مختص ہے **قولہ**
ما یخاف علیٰ مطیتہا التسرق " کلمہ ما نافیہ ہے۔

صفحہ ۱۲ سورۃ البقرۃ **قولہ** دخلوا متزحفین " یہ درحقیقت تبدل کی تفسیر ہے **قولہ**
حبۃ فی شعیرۃ۔ یعنی حبۃ فی حبۃ شعیرۃ (ص ۱۴) **قولہ** قال قلت لعائشۃ رضہ ما اری علی احد " اصل
یوں ہے کہ عروہ یوں سمجھے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے " من شعائر اللہ " فرمایا اس سے معلوم
ہوا کہ انکا طواف اور سعی عبادت ہے۔ اور چونکہ امر صورت میں خبر کی ہے اس سے معلوم ہوا

کہ سعی واجب ہے کیونکہ امر استحباب کیلئے ہے۔ اور اباحت کیلئے جب ہوتا ہے کہ کوئی قرینہ صارفہ معنے حقیقی سے موجود ہو۔ اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے۔ اور اسکا کرنا ضروری ہے۔ خدا نے اس وجوب کو لاجناح سے دور کردیا معلوم ہوا کہ استحباب ہے۔ اگر کرے تو ثواب ہے ورنہ کوئی گناہ نہیں۔ حضرت عائشہ رضہ کے رد کا خلاصہ یہ ہے کہ اول وجوب کو ثابت کیا، طاف رسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الخ کیونکہ جب حضرت نے طواف کیا اور کبھی ترک کرنا ثابت نہیں ہوا اور تمام مسلمین نے کیا۔ اور اسکے ترک پر جرمانہ بھی ہے کہ دم دینا آتا ہے، اور وعید اور جرمانہ بدون واجب کے نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ واجب ہے اور عروہ کا منشأ غلطی بیان کیا کہ تیرا یہ قول کا جناح جو رفع وجوب کیلئے ہے، جب ہو سکتا ہے کہ ان لا یطوف ہوتا۔ کیونکہ تیرے نزدیک بھی مسلم ہے کہ پہلے وجوب ہو گیا تھا تو رفع جناح بھی ہو گیا۔ کیونکہ واجب کے کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہوتا بلکہ ترک پر جناح ہوتا ہے۔ باقی رہا کہ اگر عروہ یوں کہتا تو گنجائش تھی کہ جب وجوب شعائر اللّٰہ سے ثابت ہو گیا تو رفع جناح بھی ہو گیا پھر لاجناح کا کیا فائدہ، حضرت عائشہ رضہ نے اسکا فائدہ بیان کردیا کہ دو بت اساف اور نائلہ نام صفا مروہ پر رکھے تھے انکو لوگ پوجتے تھے۔ اور مکہ مدینے کے درمیان مناۃ دریا کے کنارے پر رکھا تھا انکو انصار لوگ مانتے تھے۔ مدینے کے لوگ اسلیئے صفا و مروہ میں سعی نہیں کرتے تھے کہ یہ انکے بت کی جگہ تھی۔ جب اسلام شائع ہوا اہل مکہ اور مدینہ دونوں سعی صفا مروہ کو جاہلیت سے جانکر گناہ سمجھتے تھے۔ لہذا اللّٰہ تعالیٰ نے انکار دکر دیا۔ ہر چند جواب اسکا، مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہ، سے مستفاد ہو سکتا تھا مگر وہاں اشارۃ النص سے مستفاد ہوتا تھا یہاں عبارۃ النص سے سمجھا دیا تاکہ تاکید ہو جاوے۔

صفہ ۱۲۱ **قولہ** وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ اَہْلِ الْعِلْمِ، خلاصہ یہ ہے کہ عبد الرحمن بن الحارث نے کہا کہ ہمنے اسکی تقریر اہل علم سے سنی ہے وہ بھی اسکے قریب ہے مگر اس میں یہ نکتہ نہیں ہے۔

صفہ ۱۲۱ **قولہ** ہما تطوع، یعنی یہ دونوں امر زائد ہیں، رکن حج میں داخل نہیں ہیں۔ اس سے نفی وجوب کی لازم نہیں آتی، وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا، کا اسکے متصل لانا اسی امر کو

مقتضی ہے کہ یہ بھی فرو تابع ہوں۔ ورنہ کلام غیر مرتبط ہوگا۔ فحضر الافطار،، ای قبل وقت الافطار قبل ان یفطر ای قبل ان یطعم،، یعنی جو شخص افطار کر کے بغیر کھانا کھائے سوتا اور پھر کھاتا تو کھانا حرام ہو جاتا تھا صہ قولہ الدعاء ھو العبادۃ،، تفسیر کے بعد اسپر استشہاد بیان فرمایا کہ خدانے فرمایا ہے کہ،، ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین،، اس وعید سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا بھی عبادت ہے۔ اسلئے کہ وعید بغیر عبادت کے نہیں ہوتی۔ باقی رہا یہ کہ ممکن ہے کہ دعا عبادت نہو اور یہ وعید عبادت کیلئے ہو۔ تو جواب اسکا یہ ہے کہ پھر یہ جملہ بعد دعا کے غیر مرتبط ہو جاویگا، ربط جب ہی ہو سکتا ہے کہ دعا کو فرد عبادت کا بنایا جاوے۔ قولہ لم یحفظہ سفیان،، یعنی جو کچھ فرمایا تھا وہ سفیان کو یاد نہیں رہا۔ استاد نے بتایا تھا، چنانچہ بعض روایات میں آیا ہے کہ فرمایا تو عریض الکتف ہے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تیرا تکیہ بہت بڑا ہے کہ دونوں خیط اسکے نیچے آگئے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ گویا آپ نے اشارہ کیا کہ تو بے وقوف ہے کیونکہ جسکی بڑی گردن ہوتی ہے وہ بیوقوف ہوتا ہے۔ مگر یہ اولی نہیں ہے۔ کیونکہ انبیا اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں کرتے بلکہ صرف اسقدر منظور ہے کہ تو اسکا مطلب نہیں سمجھا۔ قولہ وعلی اھل مصر،، لشکر مختلف تھا جو مسلمان اہل مصر تھے اپر عقبہ افسر تھے اور ایک جماعت پر فضالہ افسر تھے۔

صف قولہ قال ابوایوب الخ ابو ایوب نے کہا اے لوگو تم اس آیت کا یہ مطلب سمجھتے ہو اور حال یہ ہے کہ یہ ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے جبکہ ہمنے سمجھا کہ ناصرین اسلام بہت ہوگئے ہیں۔ اور ہمارا مال ضائع ہوتا ہے۔ اب ہمکو جہاد کی ضرورت نہیں۔ قولہ لا ادری بایتھن بدأ،، ایوب کہتا ہے کہ مجھکو معلوم نہیں کہ پہلے کسکو بیان کیا۔ قولہ رواہ الثوری، یہ مضاف الیہ کی صفت ہے قولہ افلا ننکحھن،، یعنی مجامعت نکریں تاکہ مخالفت پوری ہو جاوے یا یہ کہ آیا ہم انکو گھر میں جمع نہ رکھیں تاکہ توافق ہو جاوے کیونکہ ایسے خفیف امر پر تخالف اولی نہیں ہے۔ ثم خطبہا مع الخطاب، یعنی اور لوگوں کے ساتھ جو کہ خطبہ کرنا چاہتے تھے اسنے بھی خطبہ کرنا چاہا۔

صف ۱۲ قولہ فلو کان الامر الیہا دون ولیہا،، امام صاحب جواب دیتے ہیں کہ استدلال تام نہیں کیونکہ اسمیں اسلئے نکیا کہ بھائی کا ناراض کرنا اچھا نہیں، حالت بیکسی میں وہی مددگار

تہا۔ **قولہ** قالت الخ یہ آنحضرت صلعم نے ایک دفعہ بطور تفسیر کے باعادہ حرف عطف پڑھا تہا، حضرت عائشہ رضہ کلام الہی میں داخل سمجہ گئیں۔ **قولہ** لم یاخذ ہ الا علی اغماض او حیاء ،، یعنی ہرگز نہ لیوے اسکو خواہش دلی سے مگر اسطرح پر کہ دینے والے کا لحاظ و شرم کر کے لیوے۔

صفہ ۱۲۲ **قولہ** دخل قلوبہم منہ شیئ لم یدخل من شیئ ،، یعنی انکے دلمیں ایسا رنج ہوا کہ کبھی کسی چیز سے نہیں ہوا تہا۔

صفہ ۱۲۶ **سورۃ ال عمران** **قولہ** قال اذہب یارافع لبوابہ ،، لبوابہ متعلق ہے قال کے ،، یعنی اپنے دربان سے کہا کہ اے رافع ، خلاصہ تقریر ابن عباس رضہ کا یہ ہے کہ فرحت پر جو کہ مقتضائے بشریت ہے مواخذہ نہیں بلکہ اسپر مواخذہ ہے کہ کسیکو دہوکا دیکر خوش ہو چنانچہ کفار نے کیا تہا۔

صفہ ۱۲۷ **سورۃ النساء** **قولہ** فنزلت ہذہ الایۃ فما لکم فی المنافقین فئتین ،، یعنی تم لوگ بغیر نزول وحی کے دو فریق کیوں ہوئے ہو بلکہ قطعاً قتل پر متفق ہونا چاہیے۔ ہر چند حکم الہی اسیطرح ہوا کہ انکو قتل نکیا جاوے بلکہ مدینہ خود نکال دیگا۔ مگر تمہیں اپنی رائے سے مناسب نہیں۔

صفہ ۱۲۸ **قولہ** فہؤلاء القاعدون غیر اولی الضرر ،، یہاں اسلئے اولی الضرر بحث سے خارج ہیں کہ انکو نیت کا ثواب پورا ملتا ہے۔ **قولہ** ترض فخذی ،، یعنی میری ران بوجھ کے مارے پھٹنے لگی۔ کیونکہ آنحضرت صلعم وحی کیوقت ثقیل ہوجاتے تھے **قولہ** او کما قال الرجل ،، یعنی یہی لفظ ہوں یا جیسے رجل یعنی فردٍ من الصحابہ سے کہتے ہوں۔

صفہ ۱۲۸ **قولہ** وکان بنو ابیرق قالوا ونحن نسال فی الدار ،، یعنی جسوقت محلہ میں پوچھتے تھے۔ اسوقت بنو ابیرق نے کہا کہ تمہارا چور لبید ہے اور حال یہ ہے کہ لبید ہم میں آدمی مسلمان تہا۔

صفہ ۱۲۹ **قولہ** الشک من ابی عیسی ،، یعنی ترمذی کو شک ہوا۔ جو کچھ استاد نے کہا تہا وہ ٹھیک یاد نہ رہا **قولہ** فنزل علی سلافۃ ،، یعنی جب سلافہ کے پاس گیا تو حسان بن ثابت نے اشعار میں اسکی مذمت لکھی۔ پس سلافہ نے اسکا اسباب اپنے سر سے اٹھا کر ابطح میں ڈالدیا

اور کہاکہ تو میرے واسطے حسان کے شعر کو تحفہ لایا ہے کہ تیرے سبب سے اسنے میری مذمت
لکھی تجھسے کچھہ نیکی نہو سکی **قولہ** اٰخر اٰیۃ نزلت او اٰخر شئی انزل،، آخر سے مراد اخیر حقیقی نہیں ہے
بلکہ مراد یہ ہے کہ فرائض کے باب میں یہ آخر نازل ہوئی ہے۔ **قولہ** مَا انفقَ منذ خلقَ
السّمٰوٰتِ والارض،، یعنی کسقدر خرچ کیا جب سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا **قولہ** وعرشُہٗ
علی المَاءِ،، یعنی اسوقت اسکا عرش پانی پر تہا۔

صفحہ ۱۳۰ **سُوْرَۃُ المائدۃ** **قولہ** فقال لا والذی نفسی بیدہ،، پہلے آنحضرت صلعم نے
بنو اسرائیل کا قصہ بیان کیا بعدہٗ اپنی امت کی طرف خطاب کرکے کہدیا کہ یہ نہ سمجھو کہ تم رہائی
پاجاؤگے جبتک امر منکر دیکھکر ہاتہہ نہ پکڑ لو۔

صفحہ ۱۳۱ **قولہ** تُنْتَحٰا مُطَاعاً،، یعنی بخل اطاعت کیا ہو **قولہ** یری الناس منہا غیری و
غیر عدی،، اصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص سفر میں جاوے اور اسکو موت آجاوے تو چاہیے
کہ دو آدمی کو اپنی قوم سے وصیت کردے۔ اور اگر اپنی قوم کے نہوں تو اور قوم کو کردے۔ وہ
لوگ اس متوفی کے گھر لاکر اسباب دیدینگے۔ اگر بالفرض اولیاء متوفی کسی چیز کو اسکے اسباب
میں سے نابود جانیں تو وہ اسپر شاہد گزاریں۔ اگر انکے پاس شاہد نہیں تو یہ لوگ جو کہ اسباب
اسکا لائے تھے قسم کھاویں اسوقت مقدمہ خارج ہوجاویگا۔ بعدہٗ اگر وہ گمشدہ چیز بکتی ہوئی
پایا اور کسیطرح ملجاوے تو پھر اولیاء متوفی مدعی ہوکر دعویٰ کریں۔ اگر یہ بالع ثانی کہے کہ میں نے
یہ چیز ان سے یعنی وصی سے لی ہے بطور خرید یا ہبہ وغیرہ کے تو وصی لوگوں سے اسی سبب
ملک پر شہادت طلب کیجاوے گی۔ اگر ثبوت پہنچگیا فبہا ورنہ اولیاء اپنے علم کے موافق
قسم کھاویں یا انکا کوئی قریبی دو آدمی قسم کھائیں کہ ہمارے مورث نے اسکو ہبہ وغیرہ سے
نہیں دی بعد قسم کھانیکے اپنی چیز اس قابض یا بائع سے لیویں اور وہ ان وصی لوگوں
سے رجوع کرے چنانچہ اس آیت کے اخیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگون کو چاہیے کہ اس
خوف سے کہ دوسری دفعہ قسم رد کیجاوے گی،، اولیاء متوفی پر بر تقدیر ثبوت سلعہ کے پہلے
ہی قسم سچی کھاویں علیٰ ہذا ما نحن فیہ میں جب عدی اور تمیم داری نے اس مولیٰ کا اسباب
لاکر دیا تو اسکے اولیاء نے اس جام کو اسباب میں نپایا۔ آنحضرت صلعم کیخدمت میں دعوے

پیش کیا۔ یہ لوگ منکر ہوکر قسم کھا گئے کیونکہ انکے پاس شہادت نہ تھی مقدمہ خارج ہوا۔ بعد ایک مدت کے وہ پیالہ بکتا ہوا مکہ میں ملا۔ اسکے اولیاء نے بائع کو پکڑا۔ بائع نے کہا کہ میں نے عدی اور تمیم داری سے ایک ہزار درہم کو لیا ہے۔ جب انسے دریافت ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہمنے تمہارے مورث سے خرید لیا تھا اسواسطے نہیں دیا تھا۔ پھر انسے شہادت طلب ہوئی شہادت نہ دے سکے، اولیاء متوفی کی طرف سے عمرو بن العاص اور ایک شخص نے قسم کھائی کہ ہمارے مورث نے انسے فروخت نہیں کیا لہذا وہ جام اولیاء نے بائع ثانی سے چھین لیا۔ اس بائع نے عدی اور تمیم داری سے رجوع کرنا چاہا۔ مگر یہ لوگ بھاگ گئے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ دونوں ڈر گئے اور تمیم داری نے جاکر اس بائع کو پانسو درہم اپنے حصے کے دیدئے اور کہا کہ باقی پانسو عدی سے لیلے۔ انہوں نے نالش کرکے عدی سے باقی درہم چھین لئے اس حدیث سے جو ظاہر مفہوم ہوتا ہے وہ واقعہ اصلی کے خلاف ہے لہذا اسکی تاویل کرنی چاہیئے اسطرح پر کہا ہے کہ جیسے کسی مقام کی بات یاد آئی وہ ذکر کردی۔ اور اسکی صورت یہ ہے، کہ جب قصہ بیان کرنا شروع کیا ماوضع الینا غیرہ، تک مرتب بیان کیا۔ بعدہ اسوقت کا قصہ ذکر کردیا جبکہ وہ جام بکتا ہوا پکڑا گیا اور انسے شراء پر شہادت نہ پہنچ سکی اولیاء متوفی نے وہ جام قسم کھاکر لے لیا۔ اور بائع ثانی روپیہ کیواسطے انکے پیچھے پڑا اور یہ لوگ بھاگ گئے۔ اور جب مسلمان ہوئے اور معلوم ہوا کہ ہم اس آیت کا مورد بنتے ہیں تو اس بائع کو آکر روپیہ دیا اور باقی پانسو روپیہ عدی کے ذمہ اسکو بتلا دیا اسنے نالش کرکے اس سے چھنوالئے اور قولہ فنزعت الخمسمائۃ، درہم اسکا متمم ہے یعنی پانسو اس سے لئے گئے اور ثبوت اسکا یہ ہے کہ اولیاء نے پہچان کر اپنا پیالہ لے لیا تھا۔ انکو قیمت دینے کے پھر کیا معنے ہونگے۔ اور فقام عمرو بن العاص،، یہ اسوقت کا قصہ ہے جبکہ پیالہ پکڑا گیا اور انکے پاس شراء کا ثبوت نہ تھا۔ اور، اھلہ اور الیھم اور اخبرھم کی ضمائر اہل پیالہ کیطرف راجع نہیں بلکہ ثانی کیطرف راجع ہیں۔ اور فاتوا بہ رسول اللہ، الی قولہ فحلف بہ وما وقع علینا غیرہ کا متمم ہے۔ اور اسکے پیچھے اور بعض اسماء ترتیب بیان شدہ کا ثبوت اگلی حدیث میں ہے۔

صفہ ۱۳۲ قولہٗ یُلقی عیسیٰ حجتہٗ،، یعنی خدا تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اسکا جواب تعلیم کریگا۔

اور قلقہ اللہ فی قولہ یعنی خدا نے اس تحکیم کو اس قول میں بیان کیا ہے۔

صفہ ۱۳۳ **قولہ** اخر سورۃ انزلت سورۃ المائدۃ ۔ یعنی آخر سورہ کا جو کہ تمام نازل ہوئی ہیں کیونکہ ،، اذا جاء ،، تمام نازل ہوئی تھی۔ اور سورۂ مائدہ ہو رہ ،، الیوم اکملت لکم دینکم ،، کی تمام نازل ہوئی تھی۔ انکے بعد کوئی سورۃ پوری نازل نہیں ہوئی **قولہ** فقال النبی صلعم اما انہا کائنۃ ولم یات تاویلہا بعد ،، یعنی آنحضرت صلعم نے ،، من تحت ارجلکم کو الی اخرہ پڑھکر فرمایا کہ خبر دار دوسری شق یعنی ،، او یلبسکم شیعا الخ ہونے والی ہے۔ اور ابھی تک اسکا مصداق نہیں ہوا ہے بلکہ میرے بعد ہوگا۔ حضرت معاویہ رض کے زمانے میں اسکا تحقق ہوا۔ **قولہ** ساد اعظم خلقہ مابین السماء والارض ،، یعنی اسکی خلقت کی بڑائی ،، مابین السماء والارض کو پر کرنے والی تھی۔

صفہ ۱۳۳ **قولہ** من سرہ ان ینظر الی الصحیفۃ التی علیہا خاتم محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلیقرأ ،، یعنی جس شخص کو اچھا معلوم ہو کہ اس صحیفہ کو جسمیں آنحضرت صلعم کی مہر ہو وہ اسی آیت کو پڑھ لے۔ گویا یہ ایسی آیت ہے گویا صحیفہ محمدیہ مہر شدہ ہے کنایہ ہے پختگی سے۔ **قولہ** ثلث اذا خرجن الخ طلوع شمس اور خروج دابہ کی ترتیب سے اختلاف ہے۔ بہر کیف متصل ہونگے۔ ایکدن یہ اور ایکدن وہ طلوع شمس اور خروج دابہ میں کچھہ اشکال نہیں ہے کہ اسوقت ایمان نفع ندیگا۔ مگر دجال میں بہت اشکال ہے کیونکہ دجال حضرت عیسے علیہ السلام کے وقت میں ہوگا اور اسکے بعد مدتوں تک طلوع شمس میں وقفہ ہے۔ اور طلوع شمس تک برابر توبہ قبول ہوتی رہیگی۔ پس تاویل یہ کیجاوے کہ مجموع مراد ہے۔ یا یوں کہا جاوے کہ دجال کو بدیں معنے شمار کر لیا کہ اسوقت کا کفر اسقدر راسخ ہوگا کہ پھر توفیق توبہ کی نہوگی۔ بہر کیف ،، لم ینفع نفسا ایمانہا ،، صادق آتا ہے دجال کیوقت کوئی راغب نہوگا۔ اسلئے مفید نہوگا۔ اور دابہ اور طلوع کے وقت اگر کوئی ارادہ بھی کریگا جب بھی نافع نہوگا۔

صفہ ۱۳۳ **سورۃ الاعراف** ،، **قولہ** فساخ الجبل ،، یعنی دھنس گیا پہاڑ۔

سورۃ الانفال **قولہ** ثم التزمہ من ورائہ ،، یعنی حضرت ابوبکر رض آنحضرت

کے پیچھے سے چپٹ گئے یہ اسپر دال نہیں کہ ابوبکرؓ اعلم ہوں بلکہ وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم مقامِ خوف میں تھے اور حضرت ابوبکرؓ مقامِ رجا میں، ہر ایک مقام کا علیحدہ مقتضا ہے

صفحہ ۱۳۴ قولہٗ قیل لہٗ علیک العیر لیس دونہا شئ ،، اصل قصہ یہ ہے کہ سفیان بن حرب شام کی طرف تجارت کے لئے امیر قافلہ بنکر جایا کرتا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ انکو لوٹنا چاہیئے اسلئے جاسوس مقرر کیا کہ بوقت واپسی قافلہ آنحضرت صلعم کو اطلاع دیوے جب واپس آئے جاسوس نے مخبری کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جو کہ حاضر وقت تھے ہمراہ لیا اور باقی لوگونکو اطلاع نہیں دی اسلئے بہت لوگ مختلف ہوئے تھے۔ اور ابوسفیان کو بھی معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے تعاقب میں ہیں اسلئے وہ راستہ کاٹ کر دوسری طرف ہو لیا اور ایک شتر سوار کو ابوجہل وغیرہ کی طرف روانہ کیا کہ مسلمان ہمکو لوٹنا چاہتے ہیں۔ ابوجہل لشکر ہمراہ لیکر مدد کو آیا۔ یکایک مقام بدر پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہوا مسلمان غالب آئے اور کفار بھاگ گئے اور قریب ستر آدمی کے پکڑے گئے اسوقت صحابہ نے کہا ،، علیک العیر الخ یعنی آپ قافلہ ابوسفیان کو بھی پکڑ لیجیئے وہ بھی یہاں سے قریب ہے۔ اس قافلے میں اور آپ میں کوئی حاجب نہیں ہے۔ حضرت عباسؓ نے قید میں سے فرمایا کہ یہ اچھا نہیں ہے کیونکہ خدا ئے تعالےٰ نے احدی الطائفتین کا وعدہ کیا ہے اور وہ پورا ہوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ کہا۔ صفحہ ۱۳۴ قولہٗ فمن یقول هذا الا ابوهريرة الاٰن ،، یعنی اب ابوہریرہ کے سوائے آپ سے روایت کرنے والا کون ہے۔

صفحہ ۱۳۵ سُورۃ التوبۃ قولہٗ غیر عباس بن عبد المطلب ،، یعنی لوگ جسقدر سود لے چکے ہوں خیر لیکن آئندہ کو سود نہ لیویں۔ صرف اصل لیویں سوائے عباس بن عبد المطلب کے کہ وہ اصل ہی نہ لیگا۔ بلکہ جو سود لے چکا ہے وہ اصل میں شمار کر دیا جاویگا۔ قولہٗ دم الحارث ،، اصل میں یہ دم ایاس بن ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب کا ہے کہ وہی مقتول ہوا تھا لیکن بعض روایات میں یہ دم باپ کی طرف منسوب ہے۔ اور بعض میں دادا کی طرف، کوئی تعارض کی بات نہیں ہے قولہٗ ثم دعاہ ،، کے معنے یہ نہیں ہیں کہ حضرت

ابوبکرؓ کو طلب فرمایا تھا ورنہ اگلی حدیث سے تعارض ہوگا۔ بلکہ یہ معنے ہیں کہ خط کے ضمن میں بلایا، یعنی خط میں انکو یہ مضمون لکھا۔

صفہ ۱۳۶ **قولہ** القائل یوم کذا وکذا "یعنی اسکے دن شمار کر کے بتائے کہ فلاں روز یہ کہتا تھا اور فلاں روز یوں کہتا تھا **قولہ** اعطی قمیصہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ قمیص عوض میں دیا تھا کیونکہ اس شخص نے حضرت عباس رضؓ کو بوقت رہائی قید کے قمیص دیا تھا وہ جوان قد آور آدمی تھے اور کسی کا قمیص انکے بدن کے برابر نہیں آتا تھا۔ **قولہ** تماری الرجلان فی المسجد الذی اسس علی التقوی "مسجد قبا کا اُسِّسَ علی التقوی کا فرد ہونا مسلم فریقین تھا بلکہ اسکے حق میں آیت نازل ہوئی ہے۔ نزاع اسمیں تھا کہ مسجدِ نبوی بھی ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مسجدی "یعنی میری مسجد بھی اب ایسی صورت میں پہلی روایت اور اس روایت میں تعارض نہ رہا **قولہ** قال لم اتخلف "یعنی میں کسی غزوہ میں تبوک تک غائب نہیں رہا سوائے بدر کے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی متخلفِ بدر کو عتاب نہیں کیا تھا اسلئے کہ قافلے کے ارادے پر نکلے تھے۔ اور جب قریش اپنے قافلے کی فریاد کو پہنچے تو راستے میں بلا وعدہ مقابلہ ہو گیا تھا اور مجھکو اپنی بقا کی قسم ہے کہ آنحضرت صلعم کے سب مشاہد میں سے بدر اشرف تھا اور میں اسکو پسند نہیں کرتا کہ لیلۃ العقبہ کی جگہ بدر میں حاضر ہوتا اسلئے کہ وہ لیلۃ العقبہ ایسا وقت تھا کہ اسمیں ہم اسلام پر مضبوط ہوئے تھے اصل یہ ہے کہ انصار لوگ چھ آدمی حج کو آئے ہوئے تھے انہوں نے مقام عقبہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مخفی طور پر بیعت کی تھی اور یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کی مدینہ میں تجویز کرینگے دوسرے سال بارہ آدمیوں نے بیعت کی تھی۔ تیسرے سال ستر آدمیوں نے کی اور کعب بن مالک منجملہ ان بارہ آدمیوں کے تھے کہ جنہوں نے دوسرے سال بیعت کی تھی پس وہ بیان فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم بدر سے واپس تشریف فرما ہوئے میں حاضر خدمت مبارک ہوا اس وقت آپ کے چہرۂ مبارک پر ایک خوشی معلوم ہوتی تھی۔ یہانسے آگے قصہ محذوف ہے۔ وہ یہ ہے کہ کعب بن مالک اور دو شخص متخلفین پر آنحضرت صلعم بہت ناراض ہوئے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ نادم ہو کر چلے آئے

اور پچاس دن تک اپنے گھر میں نادم ہوکر بیٹھے رہے اور صحابہ نے ان لوگوں سے سلام بھی ترک کر دیا تھا۔ چونکہ ان تین آدمیوں نے آنحضرت صلعم کے سامنے سچ سچ عرض کر دیا تھا اسلئے خدائے تعالےٰ نے ان تین کی توبہ قبول کرلی اور باقی اسّی آدمی بوجہ ناراستی مغضوب ہی رہے یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی ”وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا الاٰیۃ“ اسوقت آنحضرت صلعم نے کعب بن مالک کو طلب کیا اور ارشاد فرمایا کہ ”ابشر یا کعب بن مالکؓ بخیر یوم اتی علیکؓ الخ“ باقی قصہ مذکور ہے۔ بعد اختتامِ کلام آنحضرت صلعم کے کعب بن مالک نے عرض کیا کہ میں اپنی توبہ کے قبولیت کے شکریہ میں یہ کرتا ہوں کہ آیندہ سچ ہی کہا کروں اور اپنا سب مال خدا کی راہ میں صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ رکھ بھی لے، انہوں نے بموجب ارشاد کے خیبر کا حصہ رکھ لیا باقی سب صدقہ کر دیا الخ **قولہٗ** فوجدت اٰخر سورۃ براءۃ مع خزیمۃ بن ثابت ،، انہوں نے یہ التزام کیا تھا کہ ہر ایک صحابی کے سینے میں سے آیات کو اخذ کرتے تھے اور صحابہ کے مکتوبات کو بھی لیتے تھے۔ حتیٰ کہ دوسرے کو آیت مکتوبہ کوئی نہیں ملی سوائے آخر سورۂ براۃ کے کہ یہ آیت صحابہ سے یاد ملی مگر کسی سے مکتوب نہ ملی سوائے خزیمہ بن ثابتؓ کے چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے ایک آدمی کی شہادت بجائے دو آدمی کے رکھی تھی۔ اسلئے زید بن ثابتؓ نے انکے مکتوب کو بجائے دو مکتوب کے تصور کیا۔ علیٰ ہذا جب حضرت عثمان رضؓ کے وقت میں قرآن شریف مرتب ہوا تب بھی یوں ہی ہوا کہ آخر آیت سورت کی زبانی تو بہت لوگوں سے ملی مگر مکتوب صرف خزیمہ بن ثابت کے پاس ملی تھی۔

صفہ ۳۷ **قولہٗ** وَقَالَ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلٰثَةِ ،، یعنی رہطِ قریشیین نے جو کہ تین آدمی تھے کہا کہ اگر زید بن ثابت کے ساتھ جو کہ بنی ہذیل میں سے ہے اختلاف ہو تو الخ

صفہ ۱۳۸ **قولہٗ** فاخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ ،، یعنی عبد اللہ بن مسعود رضؓ کو زید بن ثابتؓ کا نسخ مصحف برا معلوم ہوا اور کہا کہ اے گروہ مسلمین تعجب کی بات ہے کہ میں نسخ مصحف سے معزول کیا جاؤں اور کتابت مصحف کا متولی وہ شخص ہو جو کہ میرے اسلام کے وقت کافر کی پشت میں تھا۔ اور اسی وجہ سے عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنے شاگردوں نے

کہا کہ اے اہل عراق اپنے مصحفوں کو اپیر سے پوشیدہ کرد۔ اور غلول اسکو کہتے ہیں کہ غنیمت میں سے امیر سے چرائے۔ خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص غلول کرے قیامت کے دن اپنے غلول کو اٹھائے ہوئے آئے گا۔ بہتر ہے کہ تم خدا سے ایسی حالت میں ملو کہ تمہارے پاس مصحف بھی ہو۔ ذکر کرتے ہیں کہ انکے تلامذہ سے پہلے مصاحف غصب کر لیئے گئے اور حضرت عبد اللہ کو حضرت عثمانؓ نے طلب فرمایا۔ تشریف فرما ہوئے اور قرآن شریف ہمراہ لائے مگر نہ دیا اسلئے حضرت عثمان نے سپاہیوں سے کہکر چھنوالیا کہتے ہیں کہ ایسے جھگڑے میں کوئی چوٹ آگئی تھی کہ اسی میں انتقال ہو گیا۔ اور مصلحتاً حضرت ابن مسعودؓ کو شامل کرنے میں یہ وجہ تھی کہ یہ اپنی رائے سے نہ ٹلتے تھے اور یہ کام اتفاق کا تھا۔

صفہ ۱۳۸ **سُورَۃُ الہُود** **قولہ** مَا تحتہٗ ھواءٌ وَمَا فوقہٗ ھواء، دونوں مَا نافیہ ہیں۔

صفہ ۱۳۹ **قولہ** قُتِلَ عمرو عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ غلام صغیر، یعنی ابن ابی لیلیٰ بوقت شہادت عمر رضہ چھ برس کے تھے اور انسے روایت کرتے ہیں، کیونکہ چھ سال کا لڑکا کوئی بات یاد کر لیتا ہے مگر معاذ بن جبلؓ حضرت عمر رضہ کی خلافت میں اس سے ایک دو سال پہلے شہید ہو چکے ہیں اسلئے ان سے سماع نہیں ہو سکتا ہے۔ **قولہ** قال اخلفت غازیا فی سبیل اللہ فی اھلہ بمثل ھذا حتی تمنی انہ لم یکن اسلم الا تلک الساعۃ حتی ظن انہ من اھل النار، یعنی آنحضرت صلعم نے اسکو فرمایا کہ تو غازی فی سبیل اللہ کے پیچھے ایسا کر رہا ہے یہانتک کہ ابوالیسر نے آرزو کی کہ کاش میں اب مسلمان ہوتا تاکہ میرے پہلے گناہ جدا ہو جاتے اور حالت اسلام میں مجھکو ایسی حرکت پیش نہ آتی۔ یہانتک اثر ہوا کہ اپنے آپ کو ظن کر لیا کہ میں اہل نار سے ہوں۔ آنحضرت صلعم کو معلوم تھا کہ فلاں غازی اس عورت کا خاوند اسکے گھر میں خلف بنا کر چھوڑ گیا ہے۔

سورۃ یوسف **قولہ** ورحمۃ اللہ علی لوط انہ حضرت لوط پر خدا کی رحمت ہو کہ اس وقت رکن شدید کی طرف پناہ پکڑتا ہے۔ یعنی یہ فرماتے تھے کہ کاش کوئی میری قوم کا ہوتا تاکہ میری اسوقت مدد کرتا اور یہ غیر قوم کیطرف مبعوث ہوئے تھے۔ اسکے بعد خدائے تعالےٰ نے انکی ایسی دعا قبول کی کہ کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی طرف کیونکہ اپنی قوم میں ہونے سے بوجہ قرابت کے کوئی نہ کوئی مددگار ہو ہی جاتا ہے۔

صفہ ۱۴۰ **سورۃ** رعد **قولہ** فقالوا فاخبرنا عما حرم اسرائیل علی نفسہ الخ پس یہود نے یوں کہا کہ ہمکو بتائیے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کس چیز کو حرام کرلیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے جواب دیا کہ یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کا مرض تھا خداوند تعالیٰ سے نذر مانی تھی کہ جو چیز مجھکو زیادہ محبوب ہے وہی اپنے اوپر حرام کردونگا۔ اگر مجھکو صحت مرحمت ہو۔ جب شفا عنایت ہوئی تو معلوم کیا کہ کون چیز مجھکو زیادہ محبوب ہے جسکو حرام کردوں معلوم ہوا کہ اونٹ کا دودھ اور گوشت مجھکو بہت محبوب ہے۔ اسلئے اسکو حرام کردیا۔ انکی شریعت میں جائز تھا۔

سورۃ ابراھیم **قولہ** قال فاخبرت بہ ابا العالیۃ ،، حماد نے کہا کہ میں نے ابوالعالیہ سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ شعیب نے راست کہا۔ **قولہ** یوم تبدل الارض غیر الارض زمین کے دو تبدل ہیں ایک ذاتی دوسرا صفاتی۔ صفاتی تو میدان حشر میں ہوگا۔ اور ذاتی وہ ہوگا کہ زمین کی روٹی بناکر جنتیوں کو کھلائی جائیگی۔ اسلئے کہ بعض ملکوں میں کوئی میوہ ہوتا ہے۔ اور بعض آخر میں نہیں ہوتا، زمین جامع سب لذات کی ہے، جب روٹی بنکر جنتیوں کو کھلائی جاویگی تو ہر ایک کو ہر ایک میوے کی لذت آجاوے گی اور یہاں آیت میں تبدل ذاتی مراد ہے۔ حضرت عائشہؓ کو یہ وہم ہوا کہ جب مسئلہ یوں ہے کہ پہلے بمجرد دخول جنت کے اہل بہشت کو زمین کی روٹی کھلائی جاوے گی تو روٹی پہلے تیار ہونی چاہیئے۔ اور جب زمین کی روٹی پہلے بنگئی تو اس وقت میں لوگ کہاں ہونگے۔ آنحضرت صلعم نے جواب دیا کہ اس وقت لوگ زمین پر نہونگے بلکہ پلصراط کے کنارے پر ہونگے کیونکہ وہ جہنم کا پل ہے۔ اور جہنم اسقدر بڑا ہے کہ اسکے پل کا کنارہ یعنی اسکی دیوار کی منڈیر اسقدر ہے کہ سب لوگوں کو کافی ہے۔

صفہ ۱۴۱ **سورۃ** بنی اسرائیل **قولہ** حسبتہ ۔قال مضطرب ،، راوی کہتا ہے کہ فاذا رجل تک مجھکو قطعاً یاد ہے آگے ظن ہے کہ مضطرب کہا تھا یا کوئی اور لفظ اسکے ہم معنے۔ **قولہ** والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن یہ بھی فتنہ ہے کیونکہ فہم میں نہیں آتا کہ وہ کون شجرہ ہے جو ایسی آگ میں سبز ہے اور جلتا نہیں ہے۔

صفہ ۱۴۲ **قولہ** قل الروح من امر ربی، وہ لوگ اس جواب کو اسلئے تسلیم کر گئے کہ انکی کتاب میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

صفہ ۱۴۳ **قولہ** قال سفیان یقول قد احتج "یعنی سفیان نے شرح کردی کہ "قد افلح" کے معنے ہیں قد احتج"، اور نیچے کا راوی کہتا ہے کہ کبھی مسعر نے یا عاصم نے "قد افلح" کی جگہ قد فلج" کہا ہے **قولہ** قال لو صلے فیہ لکتبت علیکم الصلوٰۃ" یہ خاص حذیفہ کا مذہب تہا کہ جہاں حضرت نماز پڑھتے تھے وہاں نماز پڑھنی واجب ہے۔ اور اوزاعی کے نزدیک بھی مسلم ہوگا ورنہ تردید کرتے۔ **قولہ** خطوہ مد بصرہ" یعنی جہاں اسکی نظر پہنچتی تھی وہاں قدم پہنچتا تہا۔ یہ کنایہ ہے سرعتِ سیر سے **قولہ** ولا فخر" یعنی میں فخر سے نہیں کہتا ہوں بلکہ اظہار شکریہ نعمت کا کرتا ہوں **قولہ** فیفزع الناس ثلث فزعات" یعنی تین گھبراہٹ ہونگی۔ ایک دفعہ گھبراوینگے اور کوئی تدبیر سوچینگے پھر گھبراوینگے اور کوئی تدبیر کرینگے۔ علیٰ ہذا تیسری دفعہ گھبراکر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آوینگے۔ **قولہ** قال سفیان لیس عن انس الا ھذہ الکلمۃ یعنی سفیان نے کہا کہ اس ابو سعید خدری کی روایت میں اور کوئی لفظ سوائے اس کلمہ کے نہیں۔ باقی اسکے الفاظ اس روایت میں متروک ہیں۔

سورۂ کہف **قولہ** فقال انی بارضک السلام" حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ تیری اس زمین میں سلام کہاں سے آیا یہاں سب لوگ کفار ہیں اور سلام علامت ایمان کی ہے۔ **قولہ** قال ھذہ اشد من الاولی" آپ نے فرمایا کہ یہ ممانعت پہلے سے سخت تھی کیونکہ اس میں کہا کہ الم اقل لک" لک" کا لفظ زیادہ کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلی دفعہ صرف نسیان تہا۔ دوسری دفعہ نسیان مع الشرط تہا۔ یعنی شرط کر دی تھی کہ اب اگر بولوں تو مفارقت کر دیجئے گا۔ ان دو دفعہ کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ واقعی علم الٰہی مجھ میں منحصر نہیں ہے اور ان علوم سے مجھکو کچھہ فائدہ نہیں ہے۔ اسلئے کہ میں صاحب شریعت ہوں اور ہر وقت کا مکاشفہ صاحب شریعت کو مضر ہے۔ ورنہ ہر وقت امت کے گناہ دیکھکر بد دعا کر دیا کرے۔ خاصکر حضرت موسیٰ جیسے صاحبِ جلال کو۔ اسلئے عمداً تیسری دفعہ اعتراض کیا کہ کسی طرح مجھکو رخصت کر دیں۔

صفہ ۱۳۲ **قولہ** قال علی بن المدینی حججت حجا ولیس لی ھمۃ الا ان اسمع من سفیان یذکر فی ھذا الحدیث الخبر حتی سمعتہ یقول حدثنا عمرو بن دینار وقد کنت سمعت ھذا من سفیان قبل ذلک ولم یذکر الخبر، علی بن المدینی کہتا ہے کہ میں حج کو گیا اور میرا قصد حج کا تھا اسلئے کہ سنوں سفیان سے کہ وہ اس حدیث میں عمرو بن دینار سے حدثنا یا اخبرنا، کا لفظ ذکر کرے تاکہ وہم انقطاع مندفع ہو جاوے یہانتک کہ میں مکہ میں پہنچا اور سفیان کو سنا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ حدثنا عمرو بن دینار، اور حال یہ ہے کہ میں نے پہلے یہ روایت سفیان سے سنی تھی اور وہ اسوقت حدثنا، اخبرنا، ذکر نہیں کرتا تھا۔ رقمہ۔ بھورے پن کو کہتے ہیں جو کہ چارپایوں کے پاؤں میں ہوتا ہے۔ شامہ۔ ایسے تل کو کہتے ہیں جو کہ چوٹ وغیرہ کا داغ ہوتا ہے۔

صفہ ۱۴۱ **سورۃ الحج قولہ** دعوا انہ عند قول یقولہ، یعنی صحابہ نے معلوم کیا کہ حضرت کچھ فرمارہے ہیں **قولہ** فیقول یا آدم ابعث بعث النار، آدم علیہ السلام کو کہے گا کہ آگ کا لشکر بھیج۔ **قولہ** بنی آدم وبنی ابلیس، یعنی بنی جان کو کہ متبع ابلیس کے ہیں۔ یا عطف تفسیری بنی آدم کا بنایا جاوے۔ یعنی بنی آدم سے وہ آدم مراد ہیں جو کہ بنی ابلیس کے متبع ہیں۔

صفہ ۱۴۳ **سورۃ النور قولہ** کان رجلا یحمل الاساری، یعنی ایک آدمی تھا مکہ شریف میں مسلمان قیدیوں کو چوری سے نکالکر مدینہ منورہ میں لیجایا کرتا تھا۔ **قولہ** وکانت صدیقۃ لہ، یعنی جاہلیت کے زمانے میں اسکی آشنا تھی۔

صفہ ۱۴۵ **قولہ** اما بعد اشیروا بعد حمد وصلوٰۃ کے میں تمسے مشورہ پوچھتا ہوں کہ انکے حق میں کیا کرنا چاہیے۔ اصل اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کسی غزوہ سے واپس آئے تھے ایک روز قریب مدینے کے فروکش ہوئے اور پچھلے وقت رحیل کو پکارا ہر ایک شخص تیار ہوا۔ حضرت عائشہ رضہ کچھ تھوڑی دور پیشاب کے واسطے گئی تھیں وہاں انکا ہار گلے میں سے ٹوٹکر گر گیا وہ اسکو ڈھونڈنے گئیں اور یہ معمول تھا کہ حضرت عائشہ ہودج میں بیٹھ جاتی تھیں۔ اور ایک خادم اس ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھکر چلدیتا۔ حسب معمول خادم نے سمجھا کہ حضرت عائشہ رضہ ہودج میں بیٹھ گئی ہونگی وہ لیکر چلا آیا۔ حضرت عائشہ رضہ وہاں سے فارغ ہو کر آئیں دیکھا کہ قافلہ چلا گیا۔ اس زعم میں بیٹھ رہیں کہ خود مجھکو کوئی آکر آنحضرت صلعم کیطرف

لیجاوے گا۔ اس خیال میں لیٹ رہیں۔ بسبب صغرسنی کے نیند آگئی سوگئیں۔ آنحضرت صلعم ہر روز ایک آدمی کو فرماتے تھے کہ وہ پیچھے آتا رہے اور فجر کو خوب تلاش کرتا آئے کہ کوئی چیز نہ رہجائے اس روز صفوان بن معطل کی نوبت تھی۔ جب صبح ہوئی دیکھا کہ کوئی عورت لیٹی ہے۔ اس نے آکر دیکھا۔ حضرت عائشہ رضہ نے پردہ کرلیا۔ اس نے اونٹ بٹھا دیا۔ حضرت عائشہ رضہ سمجھ گئیں اور ہودج میں بیٹھ گئیں وہ لیکر چلا آیا۔ اتفاقاً مدینے میں دوپہر کے قریب پہنچے۔ عبداللہ بن ابی منافق نے دیکھ لیا اور اتہام لگانا شروع کیا۔ حسان بن ثابت خزرجی اور مسطح اور حمنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سالی بھی اس میں شریک تھیں۔ **قولہ** کذبت اما واللہ الخ جب سعد بن معاذ نے کہا اسی وقت سعد بن عبادہ خزرجی نے اسکے مقابل میں اٹھکر کہا کہ اگر کوئی تیری قوم کا ہوتا تو ہرگز یہ بات نہ کرتا۔ اب چونکہ ہماری قوم کے لوگ حسان بن ثابت وغیرہ اس میں شریک ہیں اسلئے تو ہماری ضد سے کہتا ہے۔ تجھکو کیا مجاز ہے کہ تو قتل کرے۔ ہم خود قتل کرینگے۔ **قولہ** فاذا هو لم يبلغ منها ما بلغ منی "یعنی ناگہانی حال یہ تہا کہ میری والدہ کو کچھ بھی رنج نہیں ہوا تہا۔ **قولہ** وانتهرها بعض اصحابه "یعنی حضرت علی رضہ نے اسکو ڈانٹکر کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سچ کیوں نہیں کہتی ہے **قولہ** اسقطوا لها به "یہانتک کہ صحابہ نے اسکو بسبب حضرت کے بہت برا بھلا کہا۔

صفحہ ۱۳۹ **قولہ** ولا یأتل أولو الفضل منكم والسعة "حضرت ابوبکر پہلے مسطح کو بوجہ قرابت کے کچھ دیا کرتے تھے۔ اس حادثہ کے بعد قسم کھائی کہ اب کچھ نہ دونگا۔ اس آیت میں ان کی قسم کی تردید نازل ہوئی ہے۔ **قولہ** وامر برجلين وامرأة "اس میں اختلاف ہے کہ منافق کو بھی حد لگائی گئی تھی یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حد لگائی گئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ بوجہ مصلحت کے، یا پہلے اسپر ثبوت کامل نہ تہا نہیں لگائی گئی۔

سورۃ الشعراء **قولہ** نخص وعم "خاص لوگوں کو کہا اور مطلق قوموں کو کہا **قولہ** یا صباحاہ چونکہ رسم تھی کہ اکثر ڈاکہ وغیرہ پچھلی رات کو قریب صبح کے پڑتا تہا اسلئے اسی لفظ سے پکارتے تھے۔ اب مطلق عرف ہوگیا کہ جب کسی امر عظیم کے واسطے پکارنا ہو تو یہی لفظ بولتے ہیں۔

سورۃ القصص "**قولہ** لولا ان تعیرنی بها قریش انما یحمله علیه الجزع لاقررت بها عینک

یعنی اگر مجھکو قریش لوگ اسطرح پر طعن نہ دیتے کہ اسکو جزع نے یعنی گھبراہٹ نے ایمان پر برانگیختہ کیا ہے تو البتہ آپکی آنکھیں اس کلمہ سے ٹھنڈی کرتا۔

صفحہ ۱۵۱ **سورۃ** الاحزاب **قولہ** خطر خطرۃ،، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھول گئے اور سجدہ سہو کیا۔ جو منافق لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھہ نماز پڑھتے تھے انہوں نے کہا کہ پیغمبر میں دو دل ہیں ایک ہم لوگوں کے ساتھہ ہے اور ایک صحابہ کے ساتھہ اسلئے متردد ہو کر نماز میں بھول جاتے ہیں۔ **قولہ** قال عمی انس بن النضر سمیت بہ،، یعنی وہ چچا میرا ہمنام تہا۔

صفحہ ۱۵۲ **قولہ** انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس،، اصل یہ ہے کہ یہ آیت حقیقت میں ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ سباق میں انہیں کا ذکر ہے۔ ورنہ عبارت غیر مرتبط ہو جاوے گی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کمبلی میں لپیٹنا اس غرض سے تہا کہ خدائے تعالے انکو بھی اس میں داخل کرے گویا شفاعت کرتے تھے۔ اور اسی وقت سے چھہ مہینے تک اہل بیت کہکر پکارا کہ لوگ انکا دخول بھی جان لیں۔ اور ام سلمہ سمجھہ گئیں کہ مختص ہے ان لوگوں کیساتھہ۔ اسلئے آنحضرت صلعم نے جواب دیا کہ تو داخل ہے اور اپنی عمدہ جگہ پر ہے اور دوسری تقدیر خلاف سوق کلام کے ہے۔ **قولہ** لو کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتما شیئا،، یعنی اگر حضرت مخفی کرتے تو اسکو مخفی کرتے اسلئے کہ اس میں لوگ طعن کرتے تھے کہ اپنی بہو کے ساتھہ نکاح چاہتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ زید اور زینب میں ناموافقت تھی اور طلاق دینی چاہتا تھا۔ مگر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں آکر عرض کرتا تہا آپ یہی فرماتے تھے کہ تو اپنی بیوی کو روک رکھہ اور خدا سے ڈر۔ دلمیں حضرت ارادہ رکھتے تھے کہ اگر طلاق دیگا تو میں نکاح کرونگا۔ خدا نے ظاہر کر دیا،، وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ،، اور پوشیدہ رکھتے تھے آپ اپنے دل میں اس چیز کو کہ خدا جسکو ظاہر کرنے والا ہے۔ اور آپ لوگوں کے طعن سے ڈرتے ہیں۔

صفحہ ۱۵۳ **قولہ** فرأی رجلین،، یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے اٹھنا چاہا اس غرض سے کہ لوگ چلے جاویں جب وہ نہ گئے تو حضرت عائشہ رض کے گھر کو چلے گئے۔ اور جس کام کو گئے تھے اس سے فارغ ہو کر آئے اور دیکھا کہ ویسے ہی موجود ہیں۔ پھر حضرت

انکو دیکھکر واپس ہو گئے۔ تب انہوں نے سمجھ لیا جھٹ پٹ بھاگ گئے۔

صفحہ: **قولہ** و عبد اللہ بن زید الذی کان اُری الندا ء بالصلوۃ "یعنی عبداللہ بن زید جسکو خواب میں اذان دکھلائی گئی تھی۔ **قولہ** کانما سلسلۃ علی صفوان "یعنی ملائکہ اپنے پر مارتے ہیں خاشع ہو کر بسبب فرمانِ خدا کے اور حال یہ ہے کہ وہ زنجیر ہے یعنی فرمان الٰہی اس قسم کا مسلسل معلوم ہوتا ہے کہ گویا زنجیر پتھر پر جیسے وہ ایک آواز مسلسل دیتی ہے۔ **قولہ** فیڑمون بصیغۃ المجہول **قولہ** فیقذ فونہ الیٰ اولیائہم "یعنی رمی کئے جاتے ہیں تو اس خبر مسموعہ کو قذف کرتے ہیں۔ اگر پہلے بیان کے جل گئی تو خیر ورنہ وہ خبر پیچھے سے مسلسل چلی آتی ہے۔

صفحہ۱۵ **سورۃ الصّافّات** **قولہ** کان موقوفا یوم القیامۃ "یعنی نہیں کوئی داعی ہوگا۔ کسی چیز کا سوائے خدا کے مگر وہ مدعو کے ساتھہ لازم کر دیا جاوے گا۔ جو جسکا تابع ہوگا وہ اپنے متبوع کے پیچھے لگا دیا جاوے گا۔

سورۃ ص **قولہ** و عند ابی طالب مجلس رجل "یعنی ابو طالب کے نزدیک ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ چھٹی ہوئی تھی ابو جہل اٹھکر اس جگہ جا بیٹھا تاکہ حضرت کو مانع ہو۔ ابو طالب نے کہا آنے دو۔

صفحہ۱۶ **سورۃ الزمر** **قولہ** فصعق من فی السمٰوٰت "غرض اس کلام سے اس صحابی کی تعلیم ہے کہ ایسا متشدد نہ ہونا چاہیئے۔ اگر اسنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو افضل البشر کہا تو اس قسم کی بات نہیں کہ اسپر زد و کوب کیجائے۔ آخر ان میں فضیلت جزئی تو موجود ہے۔

صفحہ۱۵ **سورۃ الشوریٰ** **قولہ** فقال سعید بن جبیر قربی ال محمد "خلاصہ یہ کہ سعید بن جبیر نے اس استثناء کو متصل بنایا ہے۔ یعنی تمسے کوئی اجرت نہیں مانگتا ہوں مگر یہ اجرت کہ میرے اہل بیت کے ساتھہ مودت کرو۔ حضرت ابن عباس نے اسکو رد کر دیا کہ تو نے آنحضرت صلعم کیلئے اجرت مقرر کر دی اور حال یہ ہے کہ انبیاء پر تبلیغ واجب ہے۔ اسپر کوئی اجرت نہیں ہو سکتی بلکہ اسکا مطلب اور ہے۔ اور یہ استثناء منقطع ہے۔ اور یا الا بمعنے لکن ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں سے کچھہ اجرت نہیں طلب کرتا ہوں

لیکن چونکہ تم لوگوں میں عادت ہے کہ اگر کوئی رشتہ دار گو بعید ہی کا ہو اسکے ساتھ بھی صلہ رحمی کرتے ہو اور تم سے ایسا کوئی نہیں کہ میرے بطن سے کہیں نہ ملتا ہو پس وہی صلہ رحمی میرے ساتھ بھی کرو اور مجھکو ایذا مت دو کیونکہ میں اجرت تو نہیں طلب کرتا ہوں لیکن مودت ذی القربےٰ چاہتا ہوں۔

صفہ ۱۵۷ **قولہٗ** ان فیہ لمُعتبَراً، یعنی تحقیق اس میں عبرت کا مقام ہے۔ اور وہ اسی گھر میں قید تھا جو کہ اسنے خود بنایا تھا۔ فقلت الحمد للہ الخ یعنی میں نے کہا اے بلال تو ایسا نازک دماغ تھا کہ بغیر غبار کے بھی ناک بند کر لیتا تھا۔ شکر ہے کہ خداوند تعالےٰ نے اس تیری نخوت کا کفارہ کر دیا۔ بلال نے بھی حدیث سنا کر تصدیق کر دی۔

صفہ ۱۵۸ **سُورَۃ الدخان** **قولہٗ** وجعل یخرج من الارض کھیئۃ الدخان، جب اس شخص نے آکر بیان کیا کہ ایک واعظ سورۂ دخان کا وعظ کرتا تھا۔ اور دخان جو کہ قریب قیامت کے ہوگا اس سورۃ کو اسکی شان میں بیان کرتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعو درضؓ ناراض ہوئے کہ سورۂ دخان میں اس دخان کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ یہ دخان ہو چکا ہے جبکہ حضرت صلعم نے تنگ ہو کر بد دعا کی تھی اور لوگونکو بسبب گرسنگی اور ضعف کے ایک دخان معلوم ہوتا تھا۔ درحقیقت یہ دخان حقیقی دخان نہ تھا۔ اور ممکن ہے کہ حقیقی بھی ہو۔ بہرکیف اس سورۃ میں اس دخان کا ذکر نہیں جو کہ علامت میں سے ہے۔ قال المنصور ھذا القول ربنا اکشف عنا العذاب الخ اعمش نے کوئی ثبوت اس امر کا ذکر نہیں کیا مگر منصور نے اپنی روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے اسکا ثبوت بھی بیان کیا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ دخان وہ دخان ہوتا جو کہ قریب قیامت کے ہوگا۔ تو خداوند کریم یوں کیوں ارشاد فرماتا۔ ربنا اکشف عنا العذاب ۔ اسلئے کہ اس دخان کے وقت کوئی فرد بشر نہ ہوگا کہ خدا کو جانتا ہو۔ اور نہ خدا اس دعا کی کسی کو توفیق دیگا اور آگے اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ اگر ہم کشف کرینگے تو تم پھر اسیطرح کروگے۔ بھلا وہ دخان کشف کیونکر ہوگا وہ تو ہلاکت کے واسطے آویگا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ کو دوسرے دخان سے انکار نہ تھا۔ صرف انکار یہ تھا کہ وہ مورد اس سورۃ کا نہیں ہے۔

سُورَۃُ الاحقاف قولہ فبتنا بشر لیلۃ مابات بہا قوم، یعنی ہمنے ایسی بری رات گذاری کہ کسی قوم نے نہ گذاری ہوگی۔ قولہ وَسَأَلوہ الزاد وکانوا من جن الجزیرۃ، یعنی انہوں نے آنحضرت صلعم سے کھانا طلب کیا کیونکہ جن جزیرے کے تھے۔ یہاں کے باشندے نہ تھے۔

قولہٗ فقال کل عظم لم یُذکر علیہ اسمُ اللّٰہِ یقع فی اید یکم اوفرما کان لحمًا۔ یعنی جو ہڈی کہ جسپر بسم اللہ نہ پڑھی جاویگی وہ تمکو ملیگی اس حال میں کہ اسپر گوشت بہت ہوگا۔ اسکی دو تقریریں ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت نے انکو علامت حلال اور حرام کی بتائی۔ یعنی تمکو ہڈی دو قسم کی ملے گی۔ ایک وہ کہ جسپر گوشت زیادہ ہوگا۔ یہ وہ ہڈی ہوگی جو کہ کفار بغیر نام خدا کے قتل کر کے حیوانات کو کھاوینگے اور وہ ہڈی تمہارے اوپر حرام ہوگی اسکو مت کھانا۔ اور اسکی علامت یہ ہے کہ اسپر گوشت زیادہ ہوگا۔ اور جسپر گوشت کم ہو وہ سمجھہ لینا کہ ذبیحہ مسلم کی ہڈی ہے۔ اسکو بے شک کھالینا۔ دوسری تقریر اسکی یہ ہے کہ جو مسلمان لوگ بوقت کھانے کے طعام پر بسم اللہ نہیں پڑھتے اسمیں برکت کم ہوتی ہے۔ اور بقیہ برکت ہڈی پر رہجاتی ہے اس ہڈی پر تجھکو زیادہ گوشت ملیگا۔ اور جس ہڈی پر کم گوشت ملے وہ وہ ہوگی کہ جسپر بسم اللہ پڑھی جاتی ہے بہرکیف وہ دونوں کھانی جائز ہیں۔ مگر تمہارے متقی لوگ زیادہ گوشت والی سے احتراز کریں۔

صفحہ۹ سورۃ الفتح قولہٗ ما اخلقک بان ینزل فیک قران، تو بہت لائق ہے۔ اس بات کے کہ قرآن شریف تیری شان میں نازل ہو۔ اور تیرے واسطے قرآن میں توبیخ نازل ہو۔

سُورَۃُ الحجرات قولہ وَمَا ذکر ابنُ الزبیرِ جدّہٗ، یعنی ابابکر۔ یعنی ابن زبیر رضہ نے حضرت عمر رضہ کا حال بیان کیا کہ وہ اسقدر آہستہ بولتے تھے۔ مگر اپنے نانا ابو بکر رضہ کا کچھہ ذکر نہ کیا قولہ فکیف لکم الیوم، یعنی ابو سعید خدری رضہ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ وہ نبی جنپر وحی نازل ہوتی تھی اور وہ صحابہ خیار امت، انکا یہ حال تہا، کہ انکے حق میں خداوند تعالے فرماتا ہے کہ اگر نبی تمہاری رائے پر چلے تو تم ہلاک ہو جاؤ۔ بھلا آجکل اگر ہم تمہاری رائے پر چلیں تو کیا حال ہو۔

صفحہ ۱۶۱ سُورَۃ الذاریات قولہ وعلی الخبیر بہا سقطت ،، یعنی آپ خبیر حقیقۃ الحال پر گرے کیونکہ میں خبیر ہوں مجھے آپ نے دریافت فرمایا عرض کرتا ہوں۔ غرض آنحضرت صلعم کے اس دریافت کرنے سے یہ ہے کہ اس قصہ میں سے جو امر بدون وحی کے نہیں معلوم ہو سکتا وہ بھی اسکو بتاؤں اور وہ اخیر میں فرمایا قولہ ذکر انہ لم یرسل علیھم الا مثل موضع الخاتم ۔ یعنی ہوا کے خزانے میں سے صرف اسقدر سوراخ کیا گیا تھا۔ قولہ یریدان یبعث عمرو بن العاص وجہا۔ یعنی لوگوں نے کہا کہ حضرت ارادہ کرتے ہیں کہ عمرو بن العاص کو دشمن کے مقابلے میں امیر بنا کر بھیجیں۔ غرض اس حدیث سے یہ ہے کہ پہلی حدیث سے ابو وائل کے استاذ کا حال نہیں معلوم ہوا تھا صرف یوں کہا تھا ،، عن رجل عن ربیعۃ ،، یہاں پر بیان ہو گیا کہ وہ شخص حارث بن یزید بکری تھا۔ اور پہلی روایت میں اوپر کا قصہ محذوف تھا۔

سُورَۃ النجم قولہ فراش من ذھب ،، یعنی سفیان نے کہا کہ اسپر پروانہ سونے کا تھا اور سفیان نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے بتلا دیا کہ اسطرح اڑتا پھرتا تھا۔ قولہ قال ویحك ذلك اذا تجلی بنورہ الذی ھو نورہ ،، جب عکرمہ نے اعتراض کیا کہ خداوند کریم فرماتا ہے ،، لا تدرکہ الابصار ،، حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ تجھکو ہلاکت ہو یہ اس وقت ہے جب نور مطلق اور ہویت خاصہ کو دیکھتے۔ یہانسے معلوم ہوا کہ نور مقید کو ابصار دریافت کر سکتی ہیں۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک رویت بصری ثابت ہے مگر رویت حقیقی نہیں ہے۔ مگر اگلے قول سے کہ فرمایا راٰہ بقلبہ ،، معلوم ہوتا ہے کہ رؤیت قلبی تھی۔ اور اصل تحقیق اسکی یہی ہے۔ بہرکیف حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ میں نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ وہ نور مطلق کے رؤیت بصری کو منع کرتی ہیں۔ اور اسکے قائل ابن عباسؓ بھی نہیں ہیں اور اگر رؤیت حقیقی کے قائل ہیں تو رؤیت قلب سے کہتے ہیں اسکی منکر حضرت عائشہؓ بھی نہیں ہیں۔

صفحہ ۱۶۱ سُورَۃ القمر قولہ فلقۃ من وراء الجبل فلقۃ دونہ ،، یعنی ایک ٹکڑہ پہاڑ کے ادھر تھا اور ایک ادھر اور بیچ میں پہاڑ حائل تھا تاکہ خوب منکشف ہو جاوے۔ قولہ فانشق القمر بمکۃ مرتین ،، یعنی شق ہوا قمر مکہ میں دو ٹکڑے اور مرتین بمعنے دو ٹکڑے کے ہے

سُورَۃ الواقعۃ لہ موضع سوط فی الجنۃ خیرٌ،، اس پر اس آیت سے استدلال لائے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو دخولِ جنت ہو اور نار سے رہائی ہو وہ اعلیٰ درجے کی مراد کو پہنچ گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر ایک سوط کی جگہ جنت میں مل جائے تو رہائی کے واسطے کافی ہے۔ اسپر یہی صادق آتا ہے ،،فمن زحزح عن النار،، اور جسقدر درجے رہائی کار کے ہیں سب دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔

صفحہ ۱۶۳ **سُورَۃ الحدید قولہ** وفسّرہ بعض اہل العلم ہذا الحدیث،، یہ سلیمان تیمی کے نزدیک ہے کہ خدائے تعالےٰ خود عرش پر ہے اور اسکا علم سب جگہ ہے۔ اسلئے ایسی تاویل کی کہ ایسی جگہ پر نازل ہو کہ جہاں علم خدا کا پہنچے ہے اور حال یہ ہے کہ خدا کے علم کا ذات سے الگ ہونا باعث نقص ہے۔ مگر جہاں علم محیط ہے وہاں ذات بھی محیط ہے البتہ ممکنات میں یہ ہوتا ہے کہ احاطہ علم ذات کے احاطے سے زیادہ ہوتا ہے۔

سُورَۃ المجادلۃ قولہ فرقا من ان اصیب منہا فی لیلی الخ یعنی اس خوف سے کہ میں کسی رات کو بی بی کے پاس پہنچوں پس شروع رہوں یہانتک کہ دن نکل آوے۔ اور میں اس امر پر قادر نہو نگا کہ نکال لوں۔ اور کفارہ ظہار دلوایا گیا تھا۔ اسلئے کہ وطی تورات کو کی تھی **قولہ** فبی خفف اللہ عن ہذہ الامۃ ،، حضرت علی رضہ نے جب صدقہ سرگوشی آنحضرت صلعم کی ایک شعیرہ بڑھایا خداوند تعالےٰ نے معاف فرمایا اسلئے فرماتے تھے ،،فبی خفف اللہ عن ہذہ الامۃ ،، وجہ اسکی یوں ہوئی تھی کہ لوگ آنحضرت صلعم سے علی رؤس الخلائق سرگوشی کرتے تھے ابتدائے اسلام تھا اسمیں دوسرے لوگوں کو شبہہ ہوتا تھا اسلئے خداوند تعالےٰ نے صدقہ مقرر فرمایا تھا تاکہ لوگ بسبب خرچ ہونے مال کے سرگوشی ترک کردیں۔

صفحہ ۱۶۳ **سُورَۃ الممتحنۃ قولہ** لہم قرابات یحمون بہا اہلیہم ،، یعنی جسقدر آپ کیساتھ مہاجرین ہیں مکہ میں انکی قرابتیں ہیں اس سبب سے انکا مال و اسباب مکہ میں محفوظ رہتا ہے۔ میں نے پسند کیا جبکہ میں انکی قرابت میں نہیں ہوں۔ کہ ایک علاقہ محبت کا ان میں پیدا کروں جسکے باعث تیری قرابت کے لوگوں کی وہ لوگ حفاظت کریں۔ اصل میں یہ شخص بڑے پختہ مسلمان تھے صرف بغرض مذکورہ بالا یہ انکا حال لکھدیا تھا کہ آنحضرت

تمہارے اوپر چڑھائی کرنے والے ہیں۔ ورنہ انکو معلوم تہا کہ خدائے تعالےٰ نے آنحضرت صلعم سے وعدہ نصرت کا کیا ہے میرے لکہنے سے کچہہ حضرت کا نقصان نہیں ہوتا ہے۔

صفحہ ۱۶۳ قولہ فما یدریک لعل اللہ اطلع علےٰ اہل بدر الخ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے عمر تجہکو کیا معلوم ہے تحقیق اللہ تعالیٰ کو اہل بدر کا حال معلوم ہوگیا ہے اور پھر مغفرت کردی معلوم ہوا کہ یہ گناہ اسکا بھی معاف ہوگیا ہوگا۔ کیونکہ خدا کو وعدے سے پہلے ہی معلوم تہا۔ کہ فلاں شخص ایسا ہے اور ایسا کرے گا پھر بھی بخشدیا۔

صفحہ ۱۶۴ قولہ یٰایہا الذین اٰمنوا لم تقولون مالا تفعلون ،، خدا تعالےٰ نے فرمادیا کہ کیوں کہتے ہو جو کچھہ نہیں کرتے ہو ایسے عمل کا سوال کرتے ہو اور حال یہ ہے کہ ہمنے پہلے جہاد نازل کیا ہے اسمیں سستی کرتے ہو۔

سورۃ المنافقون قولہ فقال عمی ما اردت الا ان کذبک رسول اللہ صلعم ،، یعنی میرا ارادہ اس کلام کے ثبوت کا کچہہ نہ تہا مگر یہ کہ آنحضرت صلعم تیری تکذیب کرینگے۔

صفحہ ۱۶۵ قولہ فکسع رجل من المہاجرین رجلا من الانصار ،، یعنی چوتڑ پر اور ایک لکڑی بھی ماری پس اسمیں اور اول میں تدافع نرہا۔

صفحہ ۱۶۶ سورۃ التحریم قولہ تحدثت ان غسان تنعل الخیل ،، یعنی ہم کلام کیا کرتے تہے کہ غسان جو ایک قوم کا رئیس ہے ہرقل بادشاہ روم کیطرف سے چڑھائی کرنے والا ہے قولہ استانس ،، یعنی میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ فرمائیں تو میں بیٹھ جاؤں۔

صفحہ ۱۶۷ سورۃ الحاقۃ قولہ اوتعال ،، یعنی ہر کوہی۔ قولہ سمعت یحیی بن معین یقول الا یزید عبد الرحمٰن بن سعد ان یحج ،، یعنی یحیی بن معین کہتے ہیں کہ کیوں نہیں عبد الرحمٰن حج کرتے ہیں کہ لوگ انسے حدیث سند کر لیویں۔

سورۃ الجن قولہ قال لما رأوہ یصلی الخ یعنی جبکہ حضرت کو دیکہا کہ صحابہ نماز میں انکا اقتدا اہتمام کرتے ہیں تو کہا کہ جبکہ کھڑا ہو عبد اللہ نماز کے واسطے قریب تہا کہ وہ لوگ حلقہ ہوکر اسپر گر پڑیں۔

سورۃ المدثر قولہ فترۃ الوحی ،، فترۃ الوحی کا وہ زمانہ ہے کہ ایکدفعہ وحی نازل ہوکر کئی برس تک بند ہوگئی تہی۔

صفہ ۱۶۶ **قولہ** انی سائلھم عن تربۃ الجنۃ "یعنی انسے جنت کی مٹی کا سوال کرونگا۔ اور بیچ میں آنحضرت صلعم نے بجائے خود شرح کردی ہے کہ دیکھو جو کچھ میں کہتا ہوں وہ بھی اپنی کتاب کی روسے یہی جواب دینگے۔ جب آئے تو آنحضرت صلعم نے تھوڑی دیر ٹھہر کر بتایا کہ روٹی یعنی مٹی روٹی سی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "الخبز من الدرمک" یعنی جیسے میدے کی روٹی پیوست ہوتی ہے۔ اور یہ جواب ناقص ہے جیسے تمنے کہا خبزہ باقی رہا پہلے آیا ہے کہ جنت کی مٹی مشک کی سی ہوگی اور اسکے معنے یہ ہونگے کہ باعتبار خوشبو کے مثل مشک کے ہوگی۔

سورۃ عبس قولہ ویقول اتری بما اقول باسا، اور حضرت صلعم اس کافر سے یوں کہہ رہے تھے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسمیں کچھ تجھکو شک تو نہیں ہے۔ وہ کہتا تھا کہ نہیں اور حضرت کو اسکے اسلام کا گمان تھا اسلئے اعراض کیا۔

صفہ ۱۶۹ **سورۃ البروج قولہ** اذا صلی العصر ھمس " آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک شخص انبیاء میں تھا اسکو اپنی امت کی کثرت بہت اچھی معلوم ہوئی اور دل میں کہا کہ دیکھیے اب میرے بعد کون انکا خبرگیراں ہوگا۔ اتفاقاً انکی امت سے کوئی گناہ سرزد ہوا خداوندکریم نے اختیار کا فرمان کیا۔ اسکو مناسبت یہ ہوئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم عصر کے بعد آہستہ کچھ دعا مانگا کرتے تھے کہ خدا کرے میری امت پر ایسی حالت نگذرے

صفہ ۱۷۰ **سورۃ الغاشیۃ قولہ** ثم قرأ انما انت مذکر، "یعنی آپ صرف یاد دلانیوالے ہیں۔ آپ انکے داروغہ اور ذمہ دار نہیں ہیں کہ انکی ظاہری باطنی صفائی کا آپ سے سوال کیا جائے کہ اگر کوئی منافق رہا تو آپ اسکے مزاحم نہیں وہ معاملہ عند اللہ رہا۔

سورۃ الشمس قولہ مثل ابی زمعۃ " یعنی جیسے ابو زمعہ عرب میں بڑا سردار گذرا ہے

سورۃ الم نشرح قولہ قال بینما انا عند البیت بین النائم والیقظان "یہ معراج کے وقت کا ذکر ہے۔ مگر معراج کے بارے میں آیا ہے کہ ام ہانی کے گھر میں حضرت سوتے تھے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عند البیت بین النائم والیقظان تھے۔ اور جب شرح صدر ہوا تو ہوش تمام ہوگئی تھی۔ اور یہاں اذ سمعت قائلا یقول احد بین الثلثۃ، کے یہ

معنے ہیں کہ میں نے تین میں سے ایک کو جو کہ وسط میں تھا کہتے سنا کہ یہ ہے اور اس سے پہلے ایک روایت اور آئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں درمیان جعفر اور علیؓ یا زید کے سوتے تھے کہ یہی واقعہ ہوا۔ وہاں یہ معنے ہیں کہ تین شخص آئے اور ایک نے بتایا کہ احدٌ من الثلثۃ یعنی انہیں جو کہ سوتے ہیں ایک ہے وہاں احدٌ من الثلثۃ سے حضرت صلعم مراد ہیں۔ اسوقت سوال و جواب کر کے چلے گئے۔

صـ۱۱۱ سورۃ الھٰکم التکاثر قولہ وانما ھو الاسودان، حضرت زبیر نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ کونسی نعمت ہے جسکے بارے میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے لتسئلن اور حال یہ ہے کہ ہمکو سوائے ان دو کالی چیزوں کے یعنی کھجور اور پانی کے سوائے اور کچھہ نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا کہ عنقریب ہے کہ وہ نعمت ہو جاوینگی۔ اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے فرمایا سیکون یعنی قریب ہی کہ سوال ہوگا اور یہ دونوں بھی نعمت ہیں انکے نعمت ہونے کا انکار مت کرو۔ اور یہی دونوں تقریریں اگلی حدیث میں بھی ہو سکتی ہیں جسمیں سیوفنا علےٰ عواتقنا کا ذکر ہے۔

صـ۱۱۲ سورۃ الفتح قولہ فقال لہ عمر انہ من حیث تعلم۔ یہ تعریضاً کہا کہ تمکو خوب معلوم ہے کہ جس اعتبار سے دریافت کرتا ہوں۔ اور عبدالرحمن بن عوف ابن عباسؓ سے قرآن شریف پڑھتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ اس سورت سے آنحضرت صلعم کی اجل مراد سمجھہ گئے کیونکہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب مسلمان دین الہٰی میں فوج فوج داخل ہوں اسوقت آپ تسبیح اور استغفار کر کے چلدیجئے۔ پھر آپکا دنیا میں رہنا ضروری نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ بھی یہی مطلب سمجھے تھے مگر صرف غرض یہ تھی کہ لوگونکو ابن عباسؓ کا علم معلوم ہو جاوے۔

سورۃ الاخلاص قولہ انسب لنا۔ یعنی کفار نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ آپ اپنے خدا کا نسب بیان کیجئے۔ قولہ باب حدثنا محمد بن بشار۔ اس حدیث اور اگلی حدیث کی مناسبت صرف والناس کے ساتھہ ہے۔

ابواب الدعوات

صفحہ ۱۷۷ باب ماجاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشه قوله فطعن بیده ،، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رد کرنے سے بعض لوگ اس امر پر استدلال لاتے ہیں کہ نقل بالمعنی ممنوع ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ بے شک مقام ادعیہ میں منع ہے اسلئے کہ دعا کے لفظ سماعی بالقبول ہوتے ہیں۔

صفحہ ۱۸۰ قوله هذا اعندنا مثل حدیث الزهری عن سالم عن ابیه ،، یعنی جیسے ہمارے نزدیک وہ حدیث بہت مقبول ہے توجس میں زہری عن سالم عن ابیه کی سند ہو ایسے ہی یہ بھی مقبول ہے۔

باب منه قوله قهرمان ال زبیر ،، آل کا لفظ مقحم ہوتا ہے اور معنے اسکے یہ ہیں کہ زبیر کے گھر کا داروغہ۔

صفحہ ۱۸۱ باب مایقول اذا اخرج مسافرا قوله ومد شعبة ،، یعنی شعبہ نے اپنی انگلی سے اشارہ کرکے بتادیا۔

صفحہ ۱۸۳ باب حدثنا قتیبة قوله عبد الرحمن بن ابی الرجال ،، ابو الرجال اسکو اسواسطے کہتے ہیں کہ انکے بیٹے دس کے قریب تھے۔

صفحہ ۱۹۰ قوله قال شعبة وهو ظنی فیه انشاء الله تعالی والتی ،، یعنی شعبہ نے کہا کہ میرا ظن یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے انگوٹھی کو انگلی سبابہ اور وسطے کے درمیان رکھکر ڈالدیا تھا۔

صفحہ ۱۹۵ قوله قال قولی اللهم هذا استقبال لیلك واستدبار نهارك ،، حضرت ام سلمہؓ کو وقت اذان مغرب کے اسکا ارشاد فرمایا تھا کہ اسوقت پڑھا کرو۔ چنانچہ دوسری روایت میں نص ہے۔

ابواب المناقب

صفحہ ۲۰۱ باب ـ ماجاء فی فضل النبی صلعم قولہ فجعلوا مثلہ مثل نخلۃ فی کبوۃ ،، یعنی مثل ایسی بیان کی جیسے کھجور کسیقدر بلند جگہ پر ہو یعنی باعتبار نسب کے بہت عمدہ کہا ۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ جب کھجور بہت اونچی جگہ پر ہو پھل اسکا عمدہ نہیں ہوتا اسلئے کہ اسکو بارش سے کماحقہ سیرابی حاصل نہیں ہوتی ۔ اور جو کہ بہت نیچی جگہ پر ہو اسکا پھل شیریں نہیں ہوتا بوجہ کثرت پانی کے عمدہ وہی درخت ہوتا ہے کہ جو متوسط ہو ۔ قولہ شیئاً ای جلاً قولہ قال جاء العباس الی رسول اللہ صلعم وکانہ سمع شیئاً ،، یعنی حضرت عباس آنحضرت صلعم کیطرف آئے اور حال یہ ہے کہ انہوں نے کچھ سنا تھا کہ لوگ انکو برا کہہ رہے تھے آپنے تسکین فرمادی کہ میں ایسا ہوں اور یہ میرے چچا ہیں ۔ قولہ اذ ھو بین الروح والجسد ، اگر اسکے یہ معنے لئے جاویں کہ خدا کے علم میں تو عام ہے سب انبیاء کے لئے ، آپکی کیا تخصیص ہے ۔ بلکہ اسکے معنے یہ ہیں کہ اور انبیاء کی نبوت کا ظہور عالم جسمانی میں ہوا ۔ اور میری نبوت عالم ارواح میں مخفی تھی ۔ یعنی اسی عالم میں ارواح کی تربیت کرتا تھا ۔

صفحہ ۲۰۲ قولہ ورأیت حذق الطیر اخضر مجبلا ،، یعنی ان جانوروں کی بیٹ میں نے دیکھی ہے کہ سبز اور متغیر ہو چکی تھی ۔ بتادیا کہ میں قریب قصہ اصحاب الفیل کے پیدا ہوا تھا ۔

باب ـ ماجاء فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولہ ان ھذا النبی خارج فی ھذا الشھر ،، یعنی ہمکو خبر ملی ہے کہ یہ نبی جسکا چرچا آجکل ہو رہا ہے ظاہر ہونے والا ہے اس مہینے میں ۔ یہ ترجمہ اسلئے کیا گیا کہ انہوں نے حضرت کو دیکھکر اشارہ نہیں کیا تھا اور نہ حضرت اسوقت نبی تھے ۔

صفحہ ۲۰۳ قولہ ھل خلفکم احد ھو خیر منکم ،، راہب نے دریافت کیا کہ آیا تمہارے پیچھے کوئی آدمی زیادہ عقلمند ہے یا سب لوگ تمہاری طرح احمق ہیں ۔

صفحہ ۲۰۵ باب ـ ماجاء فی خاتم النبوۃ قولہ مثل زر الحجلۃ ، یعنی مثل چھپر کھٹ کی گھنڈی

کے۔ اور ماقبل میں مثل سبب کے کہا تھا۔ وہاں باعتبار صفائی اور ہیئت کے مراد ہے۔

صفحہ ۲۰۶ **مناقب** ابی بکر الصدیق **قولہ** ابرأ الی کل خلیل من خلہ "یعنی میں ہر خلیل کی خلت سے برات ظاہر کرتا ہوں کہ سوائے خدا کے کسی کے ساتھہ خلت کا درجہ نہیں ہے۔ **قولہ** ولکن ودّ واخاء ایمان "یعنی میں اگر خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن محبت اور اخوت ایمانی سب کے ساتھ ہے۔

صفحہ ۲۰۷ **قولہ** یا علی لا تخبرہما، عمدہ توجیہ یہ ہے کہ اے علی تو خبر ندے میں خود خبر دونگا تیری خبر سے بسبب زیادتی واسطہ کے ایک احتمال ناشی ہوگا۔ اور میری زبان سے سننے میں یقین کامل ہوگا اور انکو اعلیٰ درجے کی خوشی حاصل ہوگی۔

صفحہ ۲۰۸ **قولہ** انکن لانتن صواحب یوسف "یعنی مصر کی عورتیں جیسے کہ یوسفؑ کو زلیخا سے بدکام کو کہتی تھیں اور در پردہ اپنا مطلب مدنظر تہا کہ جب وہ اسکے ساتہہ بدکام کریگا ہمارے دام میں بھی آجاویگا۔ علی ہذا حضرت عائشہؓ کا بھی مقصود یہ تہا کہ میرے باپ سے طعن دور ہوجاوے ایسا نہو کہ لوگ کہیں کہ اسکا باپ ایسا سبز قدم تہا جب وہ امام ہوا تو آنحضرت صلعم اس جہان سے انتقال کرگئے اور میرے پاس اس عنوان میں ظاہر کرتی ہے اسوقت درحقیقت تعریض حضرت عائشہؓ پر تھی اور حضرت حفصہ کو معاون ہونے کے باعث تہدید میں شامل کردیا۔ اور ممکن ہے کہ ظاہری مطلب ہو۔ جیسے وہ عورتیں یوسف علیہ السلام کو بہکاتی تھیں ایسے ہی تم مجھکو بہکاتی ہو۔

صفحہ ۲۰۹ **قولہ** بینما رجل راکب بقرۃ "آنحضرت صلعم نے یہ قصہ بنی اسرائیل کے وقت کا بیان کرکے فرمایا کہ میں اسپر ایمان لاتا ہوں کہ بے شک قبل قیامت کے چارپائے وقتاً فوقتاً بولا کرینگے مجھکو اس امر کا اذعان ہے اور ابوبکر اور عمر کو بھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو انکے ایمان پر اسقدر اعتماد تہا کہ بلا حضور انکی طرف سے ارشاد فرمایا۔

صفحہ ۲۱۰ **مناقب** ابی حفص عمر بن الخطابؓ **قولہ** لانظر منزلتی عندہ "یعنی میں اسلئے کہتی تھی کہ دیکہوں میری قدر اور منزلت آنحضرت صلعم کے نزدیک کسقدر ہے۔ **قولہ** یوم السبع۔ سے مراد وہ دن ہے کہ ایک دن بازار لگا کرتا تہا اور اسکو یوم السبع اسلئے

کہتے تھے کہ ایسے مقام میں لگتا تہا جہاں درندوں کی گذرگاہ تھی اور یا مراد یوم فتنہ ہے کیونکہ جب فتنہ برپا ہوتا ہے اور قتل وقتال جاری ہوتا ہے اس دن لاشوں کو بسبب کثرت کے کوئی دفن نہیں کرتا تہا صرف درندے کھاتے تھے۔ بہرکیف ان دونوں میں کوئی حفاظت بکری وغیرہ کی نہیں کرتا تہا۔ اور امنت سے وہی مراد ہے جو کہ لبقرہ کی تقریر میں گذر چکا ہے۔

صفہ ۲۱۲ **مناقب** عثمان بن عفانؓ **قولہ** واما تغیبہ عن بیعۃ الرضوان،، یہ بیعۃ الرضوان وہ بیعت ہے جو آنحضرت صلعم نے حدیبیہ میں کی تھی جسوقت ان لوگوں نے منع کیا تہا اور اسوقت حضرت عثمانؓ کو بطور سفارت کے مکہ شریف میں بھیجا تہا۔ جب انکو واپس آنے میں دیر ہوئی لوگوں نے گمان کیا کہ شاید حضرت عثمانؓ کو قید کر لیا ہے اسوقت یہ بیعت لی تھی اسوقت حضرت عثمانؓ غائب تھے۔

صفہ ۲۱۳ **مناقب** علی بن ابی طالبؓ **قولہ** وحملنی الی دار الھجرۃ،، یعنی مجھکو دار الہجرۃ مدینہ منورہ تک سوار کر کے لے گیا حضرت ابو بکرؓ نے غار سے پہلے دو سانڈنیاں پرورش کرائی تھیں جب غار میں جاکر مخفی ہوئے تھے تو پہلے کسی خادم کو کہہ گئے تھے کہ فلاں روز جسوقت بلوہ کم ہو جاوے ان سواریوں کو لانا۔ چنانچہ اسنے وقت معہود پر حاضر کیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک میرے ہاتھ فروخت کر۔ انہوں نے عرض کی کہ نذر کرتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فروخت پر اصرار کیا اتباعاً للامر انکو تسلیم کرنا پڑا۔ **قولہ** ترکہ الحق ومالہٗ صدیق یعنی اسکو حق نے اسکو اس درجہ کا بنا دیا ہے کہ اسکا کوئی دوست نہیں رہا اسلئے کہ اکثر لوگ سچ سے برا مان جاتے ہیں **قولہ** خاصف النعل،، یعنی جوتا گانٹھنے والا۔ آنحضرت صلعم نے اپنا جوتا حضرت علیؓ کو گانٹھنے کو دیا تہا۔

صفہ ۲۱۴ **قولہ** قال ام معاویۃ الخ یعنی حضرت معاویہ نے سعد سے کہا کہ تجھکو کیا چیز مانع ہے کہ تو کبھی حضرت علیؓ کے حق میں کچھ نہیں کہتا قال اما ما ذکرت الخ ای مادام ذکرت،، یعنی بہرحال جبتک مجھکو وہ تین چیزیں یاد ہیں جو کہ آنحضرت صلعم نے اسکے حق میں کہی ہیں ہرگز برا بھلا نہ کہونگا اور وہ ایسی ہیں کہ اگر انمیں سے مجھکو ایک بھی ملے البتہ مجھکو سرخ شتر سے زیادہ ہے۔

باب حدثنا اسمعیل **قولہ** قال بعث النبی صلعم یوم الاثنین وصلی یوم الثلثاء یعنی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی منگل کے دن مستعد اور قابل صلوۃ کے ہو گئے یعنی مسلمان ہو گئے ورنہ مطابقت نہو گی۔ کیونکہ بعد بعث کے چھ سال کے بعد نماز فرض ہوئی تھی حضرت علی آنحضرت صلعم سے پہلے کیسے پڑھنے لگے۔

صفہ ۲۱۶ **مناقب الزبیر قولہ** یوم الاحزاب قال من یاتینا بخبر القوم،، خندق کے دن جبکہ بنو قریظہ نے کفار کو برانگیختہ کر کے حضرت سے قتال کرایا تھا آپکو یہ تحقیق مدنظر تھی کہ کوئی خندق سے باہر جاکر خبر لاوے کہ بنو قریظہ بھی ہمراہ ہیں یا نہیں۔ انکا ہمارے ساتھ معاہدہ ہے اسپر قائم رہے یا نہیں۔ اسوقت کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ سوائے زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے کہ وہ گئے۔ **قولہ** صبیحۃ الجمل، یعنی اس دن صبح کو جبکہ حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار ہو کر حضرت علیؓ کے مقابلے کو گئی تھیں۔ **قولہ** بعث اربعین الفا ای باربعین الف درہم فلا ھنا فاۃ،،

مناقب سعد بن ابی وقاصؓ **قولہ** ما جمع لاحد، یعنی اس دن۔

صفہ ۲۱۹ **قولہ** فی المسجد فی الرحبۃ،، رحبہ بمعنے چبوترہ۔ **قولہ** وھم یقولون، یعنی حاضرین لوگ کہتے تھے کہ یہ خداوند تعالے نے اس لکڑی کا عوض دکھلایا تہا۔

صفہ ۲۲۲ **مناقب** عبد اللہ بن مسعودؓ **قولہ** وما نری حینا الا ان عبد اللہ بن مسعودؓ رجل من اھل بیت النبی صلعم الخ یعنی نہیں دیکھتے تھے ہم ایک مدت تک مگر یہ کہ عبد اللہ بن مسعودؓ آنحضرت صلعم کے اہل بیت میں سے ہیں۔ بوجہ اسکے کہ وہ اور انکی والدہ اکثر آنحضرت صلعم کے گھر آیا کرتے تھے۔ **قولہ** حتی یتواری منا،، یعنی جبتک وہ ہمارے روبرو ان سب امور میں حضرت کے ساتھ اقرب پاتے تھے یہانتک کہ گھر چلے جاتے پھر اسوقت کا حال خدا جانے۔ **قولہ** خذوا القرآن من اربعۃ من ابن مسعود الخ ان چاروں کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلعم سے بلا واسطہ پڑھا تہا۔ یا یہ وجہ ہے کہ قرأت سبعہ جانتے تھے باقی اور سب قرأت کے ماہر نہ تھے یا یہ وجہ ہے کہ انکے پاس قرآن مجید مکتوب بھی تہا اور حافظ بھی تھے بخلاف اوروں کے کہ انکے پاس قرآن شریف مکتوب نہ تہا۔

صفہ ۲۲۳ **مناقب** اسامۃ بن زیدؓ **قولہ** ھبطت وھبط الناس،، آنحضرت صلعم نے انکو

فوج کا افسر بنا کر مسیلمہ کذاب کیطرف ارسال کیا تھا جب پہلے روز لشکر قریب مدینہ کے اترا تو اتنے میں آنحضرت صلعم پر مرض موت غالب ہوگیا اور انکی والدہ ام ایمن نے پیغام بھیجا کہ تم واپس چلے آؤ۔ آنحضرت صلعم کی طبیعت بہت علیل ہے جب حاضر ہوئے آنحضرت صلعم میں مکالمے کی طاقت نہ تھی اپر آنحضرت صلعم ہاتھ پھیرتے تھے اور اٹھاتے تھے گویا دعا کا اشارہ تھا۔

صفہ ۲۲۳ **مناقب** عبد اللہ بن عباسؓ **قولہ** رأی جبرئیل علیہ السلام مرتین، جو انکی اصل حقیقت ہے وہ صرف آنحضرت صلعم نے بھی دو دفعہ دیکھی ہے مگر انہوں نے دو دفعہ ایسی ہیئت میں دیکھا ہے کہ دوسرے نے اس شکل میں نہیں دیکھا۔

صفہ ۲۲۶ **باب** من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم **قولہ** تسبق ایمانھم شہادتھم، یعنی جہل اسقدر شائع ہو جائیگا کہ کبھی قسم شہادت سے پہلے لیوینگے اور کبھی بالعکس۔ ترتیب شرعی سے بالکل ناواقف ہونگے اور چاہیے یوں کہ شہادت قطعاً پہلے ہو۔

صفہ ۲۲۷ **قولہ** الی اذن لبذرۃ، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ سے حالت حیات آنحضرت صلعم میں دریافت کیا تھا اسوقت انہوں نے انکار کیا تھا کہ میں آنحضرت صلعم کا سر ظاہر نہیں کرتی۔ پھر جب انتقال کے بعد دریافت کیا تو کہا کہ ہاں اب بتاتی ہوں اور یہ قول دوسری دفعہ کا ہے۔ والی اذن لبذرۃ، یعنی تحقیق اب میں البتہ بھید ظاہر کرنیوالی ہوں اب مخفی نہ رکھونگی۔

صفہ ۲۲۷ **قولہ** ان جبرئیل جاء بصورتہا، یعنی جبرئیل علیہ السلام قبل نکاح حضرت عائشہ کی تصویر کھینچکر آنحضرت صلعم کے پاس لائے تھے کہ یہ تمہاری بی بی ہوگی دنیا اور آخرت میں۔

قولہ استعملہ علی جیش ذات السلاسل، آنحضرت صلعم نے جب ذات السلاسل پر لشکر ارسال فرمایا اسوقت بوجہ ہوشیاری اور واقفیت اور چال چلن وہاں کے انکو امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی ہمراہ کر دیا تھا۔ وہاں لشکر رات کو پہنچا۔ عمرو بن العاص نے رات کو حکم دیا کہ کوئی شخص رات کو آگ نہ جلاوے حتیٰ کہ چراغ تک کی بھی ممانعت کرائی اور برف پڑ رہی تھی حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت اس امر کی کی۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے انکو منع کر دیا کہ خاموش رہو مخالفت امیر کی عمدہ نہیں۔ جب صبح قریب ہوئی تو

عمرو بن العاص نے دھاوے کا حکم دیا۔ لشکر اسلام جھٹ پٹ غالب ہوگیا۔ لوگ سمجھ گئے
کہ واقعی انکی عقلمندی تھی ورنہ برابر کی لڑائی ہوجاتی۔ جب وہاں سے لوٹکر آئے توان کے
دل میں یہ خیال آیا کہ شاید میں سب سے آنحضرت صلعم کے نزدیک عمدہ ہوں لہذا مجھکو
سب کا امیر بنایا ہے۔ اس امر کی تصدیق کی غرض سے دریافت کیا آنحضرت نے اور اور لوگوں کا نام لینا شروع
کیا جب دو تین آدمیوں کا نام آنحضرت نے لیا اور انکا نہ لیا تو سمجھ گئے کہ میں افضل نہیں ہوں۔ اسکی کوئی وجہ خاص تھی۔

صفحہ ۲۲۲ **فضل** ابی بن کعب رض **قولہ** قرأن الدین عند اللہ الحنیفیۃ،، یہ منسوخ التلاوۃ
ہے۔ **قولہ** ومن یعمل خیرا فلن یکفرہ،، یعنی جو شخص نیک عمل کریگا خدا اس عمل کو نہ چھپاویگا
بلکہ اسکا عوض دیگا۔

فضل الانصار و قریش **قولہ** فانہم ما علمت،، یعنی تحقیق وہ جہانتک میں جانتا ہوں۔

صفحہ ۲۲۳ **قولہ** قال بنو سعد،، یہ سعد قبیلہ بنی ساعدہ سے تھے۔ **قولہ** عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ عنہ انہ کان یقول رأیت الظبا ترتع،، اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں حرم
حقیقی ہونا چاہیے۔ لیکن امام صاحب یوں جواب دیتے ہیں کہ فہم راوی معتبر نہیں ہے۔
الفاظ حدیث کو دیکھنا چاہیے۔

صفحہ ۲۲۳ **فضل** مکہ **قولہ** عن عبد اللہ بن عدی بن حمراء الخ یہ اسوقت کا قصہ
ہے جبکہ آنحضرت صلعم حدیبیہ سے واپس کردیئے گئے تھے غار کا قصہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس
وقت ابن عدی ہمراہ نہ تھے۔

صفحہ ۲۲۳ **فضل** العرب **قولہ** الملک فی قریش والقضاء فی الانصار،، پہلا امر بصورت
خبر وجوب کے واسطے ہے کیونکہ قریش مستحق امامت کے ہیں۔ اور دوسرا امر باعتبار استحباب
کے ہے۔ کہ قضا کا عہدہ انصار کو دینا اولیٰ ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں اسکی تائید
ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے انکی خبرگیری کے واسطے ارشاد فرمایا ہے۔ اور ،، والاذان فی الحبشۃ،،
باین معنے فرمادیا کہ حضرت بلال موذن آنحضرت صلعم کے تھے۔ گویا حبشہ کو اسی امر کا فخر ملگیا
کہ اذان حبشہ میں ہوئی۔ ،، یا بیت ابی بکان ازدیا،، یعنی خداوند تعالیٰ بنی ازد کو اس قسم کی
عزت دیگا کہ لوگ انکی قرابت کا فخر کرینگے۔ فی ثقیف و بنی حنیفۃ،، **قولہ** وھو بکر کہ ثلثۃ احیاء

کراہت کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آنحضرت صلعم انکی مذمت کرتے تھے۔ کیونکہ خود آپ سے انکی تعریف منقول ہے۔ مگر یہ معنے ہیں کہ جب انکا ذکر آنحضرت صلعم کے روبرو ہوتا تھا تو آنحضرت صلعم کے کے چہرۂ مبارک سے آثار بشاشت کے ظاہر نہیں ہوتے تھے۔

صفہ ۲۲۷ قوله فقال القوم قد خابوا وخسروا، یعنی یہ کلام سنکر صحابہ سے قوم نے کہا کہ تمیم اور غطفان خسارے ہیں رہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ یعنی اسلم وغفار وغیرہ ان سے بہتر ہیں۔ خواہ یہ خسارے ہیں ہوں یا نہ ہوں۔ قوله اخر المسند، ای عن اخر المسند،،

کتابُ العلل

صفہ ۲۳۵ قوله الترذلك عنه محمد واقل شئ فيه عن عبدالله ،، یہ صرف پہلے جملہ کا بیان ہے

صفہ ۲۳۶ قوله فقال ابوبکر بن عياش كل من جلس ،، یعنی ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ جو شخص وعظ اور نصیحت اور تعلیم کے واسطے بیٹھ جاتا ہے بیشک کوئی نہ کوئی آدمی اسکے پاس آبیٹھتا ہے۔ اور صاحب سنت جب مرجاتا ہے خدا تعالے اسکے ذکر کو زندہ رکھتا ہے۔ اور بدعتی نہیں ذکر کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مبتدع کو مارنا ہی چاہئے۔ یعنی اسکا قبح بیان کردینا چاہئے۔ اور صاحب سنت کو خدا زندہ کرتا ہے اسکو زندہ کرنا چاہئے۔ یعنی اسکی توثیق بیان کرنی چاہئے۔ اور اس فقرہ کی ماقبل کے ساتھ یہی مناسبت ہے۔ قوله والحكم وحبيب الحكم ذوی له حديثا ،، یعنی حکم تک جسقدر لوگوں کا ذکر ہوا ہے انکی حدیث بالکل ذکر کردی ہے۔ اور ایک دوسرے شخص حبیب الحکم اسکی حدیث عبداللہ بن مبارک نے کتاب الرقاق میں نقل کی پھر چھوڑدی اور کہا کہ میں حبیب الحکم کو جانتا نہیں ہوں۔ قوله فاستحل ان اذوی عنه شيئا ،، یعنی تتبع سے معلوم ہوا کہ جسقدر احادیث بیان کرتا ہے تمام حسن سے بیان کرتا ہے۔ مجھکو شک ہوگیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جسقدر حسن کے اور شاگردوں کے پاس علم ہے وہ اسکے تنہا کے پاس ہے۔ اور یہ بھی کیونکر ہو سکتا ہے کہ کراماً کاتبین کی طرح لازم رہا ہو۔ کہ سب احادیث انسے سنی ہوں۔ لہذا میں انسے

حدیث بیان کرنے کو حلال نہیں سمجھتا ہوں۔
صفہ ۲۳۷ قولہٗ لَیْسَ ھُوَ مِمَّنْ تُرِیْدُ ،، یعنی وہ اس درجہ کا نہیں جیسا تم دریافت کرتے ہو۔ کیونکہ تشدید کے درجے کا پوچھتے ہو اور وہ عفو کے درجہ کا ہے۔ اور کہتا تھا کہ میرے اشیاخ ابو کمہ اور یحیٰ بن عبد الرحمن ہیں اور تم جانتے ہو کہ یہ عفو کے درجہ میں ہیں۔
قولہ لوشئت اَنْ اُلَقِّنَہٗ لفعلتُ ،، یحیٰ نے کہا کہ اگر میں چاہتا تو اسکو تلقین کر سکتا تھا تلقین کے معنے اصطلاحِ محدثین میں یہ ہیں کہ کسی راوی کو خلاف اسکی روایت اور تحقیق کے دھوکا دیکر اگر تسلیم کراویں تو اسکو مان لیوے۔ اور یہ علامت وہم کی ہے اور سوء حفظ کی۔ قولہ علیك بالسماع الاول ،، یعنی تو پہلے کو یاد رکھا کر۔ کیونکہ لفظ وہی ہوتے ہیں اور باقی سب معنے۔ معلوم ہوا کہ نقل بالمعنے جائز ہے۔
صفہ ۲۳۸ قولہ حدثنا ابوبکر عبد القدوس وحدثنی ابوالولید قال سمعت ،، قال کی ضمیر باعتبار ہر واحد کے ابوبکر اور ابوالولید کی طرف راجع ہے۔ چنانچہ دوسرا نسخہ اسکا مؤید ہے۔ قولہ وکیع اکبر فی القلب وعبد الرحمن امام ،، یعنی وکیع کی میرے دل میں بہت بڑائی اور عظمت ہے۔ ہر چند کہ عبد الرحمن امام ہے۔ اور اس کے حق میں عمرو بن نبھان سے صفت ذیل میں منقول ہے۔ اور اس عبارت کے ختم پر حدثنا کا لفظ غلط ہے قال ابو عیسٰی ہونا چاہیے
صفہ ۲۳۹ قولہ قال یحیٰ فقلت فی نفسی لا ادری ایما اعجب امر ،، یحیٰ کہتا ہے کہ جب ابن جریج ہشام بن عروہ کے پاس کتاب لایا اور انہوں نے اجازت دی اس وقت انہوں نے اس قسم کی تقریر کی جس سے میں نے اپنے دل میں یوں کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ ان دونوں میں سے یعنی قراءۃ الاستاذ اور اجازت بالکتاب میں سے کون امر عمدہ ہے۔ لیکن یحیٰ کی اپنی رائے اسکے خلاف تھی۔ چنانچہ ذیل میں معلوم ہوتا ہے کہ ابن جریج کی روایت عن عطاء کو اس وجہ سے ضعیف کہا کہ وہ اس کی کتاب کی اجازت لیکر روایات نقل کرتا ہے۔ قولہ یقول الا تعجبون من سفیان بن عیینۃ الخ کہتا تھا تم سفیان بن عیینہ سے تعجب نہیں کرتے ہو کہ میں نے جابر جعفی کو اسکے کہنے سے چھوڑ دیا بوجہ اس کے کہ سفیان نے اس سے ہزار سے زیادہ حدیثیں

نقل کرکے اس کی تضعیف کی ہے۔ پھر وہ خود ہی جابر جعفی سے روایت کر لیتا ہے۔
اور احتمال ہے کہ سفیان مثلاً ہرچند ثقہ ہے مگر جعفر جعفی سے روایت کر لیتا ہے، کیا
معلوم کہ اس کی مرسل شاید ایسے راوی سے ہو۔ اور یہاں مطلق مرسل جو کہ شامل ہے
منقطع کو اس کی بحث ہے۔

صفہ ۲۳ وَقَدْ ثَبَّتَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ، یعنی بہت ائمہ نے اس کی ثقاہت
بیان کی ہے۔ ثَبَّتَ، باب تفعیل سے ہے۔ **قولہ** كان عطاءٌ يقدّمني الى جابر بن
عبد الله احفظ لهم، ابو الزبیر کہتا ہے کہ عطار مجھکو جابر کی طرف مقدم کرتا ہے تاکہ ان
سے یاد کرکے ان کو سنادوں۔ **قولہ** كل حديث يروى لا يكون في اسناده الخ
ظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطلق حسن کی تعریف ہے۔ اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ
اس کی حد میں یہ بھی ماخوذ ہے یروی من غیر وجہ اور یہ حسن لذاتہ میں شرط
نہیں ہے۔ اور اس حد میں شذوذ اور اتہام بالکذب کی نفی ہے۔ اور حسن لذاتہ
میں سوء حفظ کی بھی نفی ہونی چاہیئے۔ ایک قید کا وجود اور ایک کا عدم اس امر کو مقتضی
ہے کہ یہ تعریف اس حسن کی ہے جو کہ اس کتاب میں حسن لغیرہ آئی ہیں۔ حسن لذاتہ
کی یہ تعریف نہیں ہے۔ اور غریب کے تین معنے ہیں جن کو سب نے بیان کیا ہے۔
قولہ وروی یحی بن سلیم، جواب سوال مقدر کا ہے۔ کوئی سوال کرتا تھا کہ عبد اللہ
بن دینار کے درجے میں غریب نہیں ہے۔ کیونکہ نافع سے روایت آئی ہے۔ تقریر
جواب کی یہ ہے کہ ہرچند یحیٰ سے روایت آئی ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے۔ یحیٰ کو وہم
ہوا ہے۔

صفہ ۲۴ **قولہ** حدثنا ابو كريب وابو هشام الرفاعي وابو السائب والحسين
بن الاسود، یہ حدیث مثال اس غریب کی باعتبار بخاری کے ہے۔ اس
کی سند میں ابو اسامہ کے نیچے سوائے ابو کریب کے اور کوئی نہیں ہے۔

صفہ ۲۴ **قولہ** حدثنا محمد بن بشار، یہ تمہید ہے اگلی حدیث کی کہ اس
میں سائب اور عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا میں تفرد ہے۔

صفحہ ۲۴۱ قولہ اما الذی استغربوا من حدیثک بالعراق ۔۔ یعنی کیا ہے وہ چیز جو کہ تیری حدیثوں میں سے عراق میں لوگ غریب جانتے ہیں۔ فقط۔۔

تم تقریر الترمذی الذی نقلہ مولٰنا المولوی فتح محمد التھانوی من المولوی
نور محمد الفنجابی وقت التدریس بحضرۃ قطب العالم شیخ المحدثین
امام المتقین مولٰنا رشید احمد الگنگوھی یوم السبت
تاسع ذی القعدۃ سنۃ ۱۳۰۹ تسع وثلثمائۃ والف فی قریۃ
گنگوہ فی بیت الحافظ محمد ابراھیم ۔۔ بید احقر العباد
السید احمد غفر اللہ الصمد التاندوی وطنا والفیض آبادی قطرا والدیوبندی تلمذا فی
الرابع من الربیع الاول سنۃ ثلث عشرۃ وثلثمائۃ والف ؁

فہرست ابواب تقریر جامع الترمذی جلد اول

١١٤ ابواب الدعوات

١١٥ ابواب المناقب

اعلان

یہ تقریر اپنی نوعیت میں لاثانی ہے۔ اور چونکہ اردو زبان میں ہے اسلئے جس طرح علمار کرام اس سے لطف حاصل کریں گے مشکوٰۃ شریف کے طلبا بھی اس کے فیوض سے بہرہ اندوز ہونگے اور ہر شائق حدیث بھی حسب استعداد متمتع ہوگا گو یہ تقریر جامع ترمذی کی ہے لیکن فن حدیث سے عام آگاہی، استنباط مسائل، تطبیق بین الروایات اور حنفی مذہب کا درجہ، محدثین کی عظمت غرضیکہ جملہ امور مطالعہ کرنیوالے کے قلب میں جگہ کر جاتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ تحقیقات عالیہ اور تنقیحات غامضہ اُس محدث یگانہ کی طرف منسوب ہیں جو اپنے زمانہ میں نہ صرف امام المحدثین اور نہ صرف الفاظ سے بحث کرنیوالے تھے بلکہ آپ کے درس میں شرکت کرنیوالے بوقت تقریر ایسا محسوس کرتے تھے کہ آپ حدیث کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ سے سنکر بیان فرما رہے ہیں۔ آپکی تقریر کے بعد جملہ وہ احادیث جو بظاہر متعارض معلوم ہو رہی تھیں اپنی اپنی جگہ پر ایسی معلوم ہونے لگتی تھیں کہ ان میں مطلق تعارض نہیں تھا۔ اور فی الواقع یہی منشا صاحب حدیث کا تھا۔

طالبین حدیث کو ان انمول جواہرات کے حصول میں جلدی کرنی چاہیئے کہ نہایت کوشش اور صرف کثیر برداشت کر کے آپ حضرات تک پہنچایا گیا ہے۔ باوجود ان حالات کے قیمت صرف ایکروپیہ آٹھ آنے اور مجلد کی ایکروپیہ بارہ آنے رکھی گئی ہے، تاجران و اہل مطابع کو جسقدر مطلوب ہوں بہ نرخ تاجرانہ ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیں۔ اور خود طبع کا ارادہ نہ فرمائیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

منیجر کتب خانہ انصاریہ جالندھر شہر